سوال نہیں، حقیقت یہ ہے کہ تضمین اور تخلیق میں بیر ہے۔ تضمین مستقل نظم کی حیثیت سے غالب کے فن سخن میں گویا صنف ممنوعہ ہے۔ انہوں نے صرف نعت گوئی کیلئے اپنا یہ اصول توڑا ہے۔ قدسی کے کلام پر تضمین کرنا غالب کے لئے ایک نہایت تنگ میدان میں شہسواری کے کمال دکھانے کے مترادف تھا، مگر اس با کمال شاعر نے تضمین لکھی ہے تو اسے بھی ایک ادبی تخلیق کی عظمت بخش دی ہے اور تضمین کی بندشوں کے باوجود اپنے فنی معیار کو قائم رکھا ہے۔

خازن جوهر عرفان خدا حضرت رمز
جس کی پیشانی سے ظاہر تھے فیوض ابدی

منبع فضل و کرم معدن فیاض ازل
ساقی میکدۂ علم و ہنر صہبائی

پانچویں شعر میں غالب کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

شیر میدان سخن غالب یکتائے زمن
فخر خوش فہمی و خوشگوئی و شیرین سخنی

مومن کا ذکر دسویں شعر میں یوں آتا ہے:

مومن و مضطر و مدھوش و حیات و حیدر
بسمل و طالب و آشفتہ و اسحق و غنی

ظفر، مومن،[1] مجروح، شہید اور صہبائی کی تضمینیں ان کے اپنے اپنے مطبوعہ مجموعوں میں موجود ہیں، اس لئے ہم صرف غالب کی تضمین پیش کر رہے ہیں۔ تضمین غالب کے ادبی آثار میں ایک نادر چیز ہے۔ ان کے بعض ممتاز معاصرین نے ان کے کلام پر تضمین کی، مگر ان کی فنی غیرت نے کبھی گوارا نہیں کیا کہ وہ بھی کسی کے کلام پر تضمین کریں۔ معاصرین تو کجا انہوں نے متقدمین کے کلام پر بھی تضمین نہیں کی۔ بات یہ ہے کہ تضمین نگار ایک ادبی طفیلیہ ہوتا ہے اور ادبی طفیلیہ ہونا ان کی اجتہادی شان کے خلاف تھا۔ اور تو اور، ان کے خسر نواب الہی بخش خان معروف نے ان کی دو غزلوں کی تضمین کی، مگر انہوں نے اخلاقاً بھی کبھی ایسا نہیں کیا کہ ان کی ایک آدھ غزل پر تضمین کر دیں۔ اور فنی خودداری ہی کا

---

۱ - مجموعے کی طباعت سے پہلے ان کی وفات ہوچکی تھی۔

حدیث قدسی کے تضمین نگاروں میں بہادر شاہ ظفر، غالب، مومن، مجروح صہبائی، غلام امام شہید اکبر آبادی اور حکیم آغاجان عیش کے علاوہ مرزا محمد سلطان فتح الملک رمز (ولیعہد بہادر شاہ ظفر) صاحب عالم مرزا رحیم الدین حیا، صاحب عالم مرزا فخر الدین حشمت ابن مرزا معظم بخت بہادر، مرزا محمد شہیر الدین مغل مرزا قادر بخش صابر، مرزا قادر شکوہ شکوہ، نواب مرزا والا جاہ بہادر لکھنوی المتخلص بہ عاشق، مرزا عالیجاہ بہادر لکھنوی المتخلص بہ شیدا، محمد عبداللہ علوی، احمد حسن وحشت، سید امیر مرزا خورشید، مرزا رحیم بیگ رحیم میرٹھی، (مؤلف ساطع برہان) حزین شاگرد عارف، مولا بخش قلق میرٹھی منشی عزت سنگھ عیش، سندر لال شگفتہ لکھنوی اور بدر الدین مہر کن نقشی تخلص قابل ذکر ہیں۔ یہ وہی بدرالدین ہیں جن سے غالب مہریں بنوایا کرتے تھے۔ مہر کنی کی مناسبت سے یہ نقشی تخلص کرتے تھے اور اپنی مہر کنی کا التزام انہیں اس درجہ ملحوظ تھا کہ انہوں نے اپنی تضمین اس مصرعے سے شروع کی ہے ع

اے نگین ختم اللہ تو ہے ختم نبی

'حدیث قدسی' کے مرتب قاضی محمد عمر نے ایک غزل جس میں دو اس مجموعے کے آخری صفحات میں درج ہے تضمین نگاروں کے تخلص نظم کئے ہیں۔ شروع کے چار شعر یہ ہیں:-

آج پھر بزم سعادت کی ہے ترتیب نئی
جمع ہوتے ہیں سبھی مدح سرایان نبی

گوہر مملکت و سایۂ حق مہر عطا
شاہ ذی جاہ ظفر مظہر نور قدسی

دلی کے ایک نعتیہ مشاعرے کی تضمینیں

سعدی کے نعتیہ قطعے کی طرح شاہجہانی دربار کے ملک الشعراء قدسی کی نعتیہ غزل کو جو شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اس کا کچھ اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس غزل کی اب تک سینکڑوں تضمینیں ہوچکی ہیں ۔ مجھے اس سلسلے میں ان تضمینیں کے صرف ایک مجموعہ کا ذکر کرنا ہے جسے قاضی محمد عمر ساکن دھلی نے ۱۸۵۶ء کے اواخر مین 'حدیث قدسی' کے نام سے مرتب کیا تھا ۔ مگر اس کی طباعت ایک مدت بعد ہوئی ۔ یہ مجموعہ دلی کے ایک نعتیہ مشاعرے کا گلدستہ ہے جو ۵۷ء کے ہنگامے سے پہلے کا غالباً آخری نعتیہ مشاعرہ تھا ۔ اس مجموعے کی اہمیت اس سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ غالب کی بھی فارسی تضمین اس میں شامل ہے، جو ان کے مطبوعہ کلام میں موجود نہیں نہ ان کے کلیات نظم کے معلومہ قلمی نسخوں میں ہے ۔ البتہ سبد باغ دودر، ۱ اور بیاض ۲ فرحت، میں موجود ہے ۔ اس طرح اس تضمین کے استناد کے بارے میں یہ دونوں قلمی نسخے 'حدیث قدسی' کی تصدیق کرتے ہیں اور 'حدیث قدسی' سے ان دونوں قلمی نسخون کی تصدیق ہوتی ہے ۔ ان تینوں ماخذوں میں تضمین کا متن صرف دو تین جگہ مختلف ہے، مگر یہ اختلاف سہو کاتب تک محدود ہے ۔

---

۱ ۔ بحوالہ صفحہ ۷

۲ ۔ عہد غالب کی ایک قلمی بیاض جس میں صرف غالب کا فارسی کلام ہے ۔

۴ - قدسی سبزواری میر حسین کربلائی — دهم

۵ - قدسی تفرشی، میر محمد حسن — دهم

۶ - قدسی باکوبی، عباس قلی آقا — سیزدہم

راقم نے غالب کا یہ خمسہ رسالہ 'آج کل، نشریہ دہلی ۱۵ فروری ۱۹۴۷ء میں ایک تعارفی مضمون کے ساتھ شایع کیا تھا جسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

قدسی کا مقطع: اس نعت کے مقطع میں طبیب قلبی کو باضافت فارسی پڑھا جاتا ہے، حالانکہ یہ غلط محض ہے باضافت عربی پڑھنا چاہئے طبیب کی ب کو پڑھنا چاہیے -

مجموعہ علی گڑھ : ۵، ۶؛ سبد چین غ : ۱ تا ۱۷؛ سبد چین م : ۱ تا ۱۷؛ نیز ۲۰ بشمارہ ۱۸؛ باغ دو در : ورق ۳۲ ب) ۔

خمسہ

قدسی کی مشہور نعتیہ غزل جس کی یہ تخمیس ہے عام طور پر شاہجہاں بادشاہ کے ملک الشعرأ محمد جان قدسی مشہدی کی خیال کی جاتی ہے، لیکن خارجی اور داخلی شواہد اس کے خلاف ہیں ۔ کلیات قدسی مشہدی کے کسی معلومہ قلمی نسخے میں یہ نعت شامل نہیں ۔ اس کے علاوہ اس کا قدیم ترین ماخذ تیرھویں صدی ھجری سے پہلے کا نہیں ۔ پھر اس کا اسلوب اور کہیں کہیں زبان بھی ہندی نژاد شاعر کی معلوم ہوتی ہے مثلاً 'رحم فرما'، 'درین ملک عرب' سے مترشح ہوتا ہے کہ شاعر نے یہ نعت ملک عرب میں، غالباً مدینہ منورہ کے ایام تشرف میں کہی ہے ۔

ممکن ہے یہ نعت پاک و ہند کے تیرھویں صدی کے ایک شاعر سید محمد خان قدسی الہ آبادی کی ہو، جن کا ذکر تذکرۂ 'روز روشن' (ص ۶۶۳) میں ہے ۔

قدسی مشہدی اور قدسی الہ آبادی کے علاوہ قدسی تخلص کے دوسرے فارسی شعرأ جو سولھویں صدی یا اس سے پہلے کی صدی کے نصف اول میں ہوئے ہیں حسب ذیل ہیں ۔ (دیکھیں فرہنگ سخنوران) ۔

	صدی
۱ ۔ قدسی ہروی ؟	نہم ھجری
۲ ۔ قدسی نقارچی (ندیمی نقارہچی)	نہم
۳ ۔ قدسی گیلانی مولانا محمد مراد	دھم

۱۸ : غالب کی دھلی میں نرایئنداس نام کے تین صاحبان نمایاں حیثیت رکھتے ھیں ۔ ان میں سے دو غالب کے ساتھ 'دھلی سوسائٹی، کے رکن تھے، نرایئنداس نہر والا اور نرایئنداس گڑ والا ۔ تیسرے نرایئنداس کے بارے میں 'یادگار دھلی، میں ھے کہ پان بنانے میں دھلی کے باکمال لوگوں میں سمجھے جاتے تھے اور ان کی پان کی دوکان بلیماران میں تھی، لیکن 'بلیماران، کے زیادہ قرین قیاس حوالے کے باوجود راقم کا خیال یہ ھے کہ یہ رباعی نرایئنداس نہروالا کے لئے کہی گئی ھو گی جو دھلی سوسائٹی کے رکن تھے ۔ اُن کا نام پہلی مرتبہ سوسائٹی کے ۱۰ اکتوبر ۱۸۶۵ء کے جلسے کے حاضرین میں ملتا ھے (رسالہ دھلی سوسائٹی، نمبر ۱) ۔ غالب پہلے سے رکن تھے اور ۱۱ اگست ۱۸۶۵ء کے جلسے میں شریک ھوئے تھے ۔ راقم کے اس قیاس کی بنیاد رباعی کے چوتھے مصرعے کا لفظ 'بند ھے، جو جاننے والے کے اور ممدوح کے ذھنی سابقے یعنی 'نہر والا، کی رعایت سے لایا گیا ھوگا ۔ یہ رباعی اسی زمانے یعنی ۱۸۶۵ء یا ۱۸۶۶ء کی معلوم ھوتی ھے ۔

۲۰ : سید سے مراد سورت کے نواب سید ابراھیم علی خاں وفا ھیں ۔ غالب نے یہ رباعی اور ایک قطعہ جو باغ دودر کا قطعہ ۳۳ ھے (دیکھیں باغ دودر ص ۹۲؛ تحقیق نامہ ص ۱۸۹) اپنے خط (خطوط، مہر، ص ۴۰۲، خط ۷؛ اردوے معلی، حصہ اول ص ۱۸۰) کے ساتھ بھیجی تھی، جس کی تاریخ کے بارے میں جناب غلام رسول مہر نے نشاندھی کی ھے کہ اگست ۱۸۶۸ء کے بعد کا ھونا چاھئے ۔ (دیکھیں مذکورہ خط کا حاشیہ، ص ۴۰۲) (اضافات ج : رباعیات کے حصے میں ۱ تا ۲۰ اسی ترتیب سے؛

رامپور کتابت شدہ ۱۸۶۱ء میں رباعیات میں دوسری ہے، لیکن نسخۂ طبع ۱۸۶۳ء میں شامل نہ ہوسکی ۔

۸ : 'جاور گردش'، دساتیری لفظ ہے بمعنی 'انقلاب'، اس لفظ کے یہ معنی کلیات نثر غالب طبع ۱۸۶۸ء میں دستنبو کی فرہنگ میں بھی بتائے گئے ہیں ۔ یہ رباعی دستنبو (کلیات نثر غالب ص ۱۹۵) میں درج ہے ۔ انقراض بادشاہی اودھ کے بیان میں آئی ہے ۔

۹ : دوسرے شعر کا مضمون فردات میں فرد : ۱۱ میں بھی آیا ہے ۔ یہ رباعی دستنبو (کلیات نثر غالب، ص ۲۰۳) میں درج ہے ۔ چہارشنبہ ۲۴ فروری ۱۸۵۸ء کو سر جان لارنس، چیف کمشنر کی دہلی میں آمد پر کہی گئی تھی ۔

۱۰ : اس رباعی کے ممدوح دہلی کے لالہ مہیش داس پسر چھوڑامل ساہوکار ہیں ۔ یہ نواب امین الدین احمد خاں کے خاص احباب میں تھے ۔ غالب سے مراسم اسی راہ سے ہونگے ۔ آنکی ولدیت اور یہ بات کہ نواب کے خاص دوست تھے راقم کو نواب شمس الدین مرزا برلاس لوہاروی کی بیاض سے معلوم ہوئی ۔ لالہ مہیش داس دہلی کے آنریری مجسٹریٹ اور دہلی سوسائٹی کے رکن تھے جسکے ارکان میں ۱۱ اگست ۱۸۶۵ء سے غالب بھی تھے (رسالہ دہلی سوسائٹی، نمبر ۱، بابت ۱۸۶۶ء) ۔ یہ رباعی دستنبو (کلیات نثر ص ۲۰۵) میں لالہ صاحب کے بارے میں ان الفاظ کے ساتھ درج ہے : ''خوی آن داشتمی کہ بشب جز فرغ ہیچ نخوردمی و اگر آن نیافتمی خوابم نبردی ۔ دربن ہنگام کہ بادۂ فرنگ در شہر بسیار گرانست و من پر تہیدستم اگر جوانمرد خدا دوست خدا شناس دریا دل مہیش داس [بہ تصیحیح] بفرستادن بادۂ شکری ہندی کہ در رنگ با فرنچ برابر و در بوی [بہ تصحیح] ازان خوشتری برآتش آب نزدی جان

رباعیات

۱ : یہ رباعی نواب ضیاالدین احمد خان نیر رخشاں کے پوتے یعنی نواب شہاب الدین خان ثاقب کے صاحبزادے کے لئے لکھی گئی تھی، شاید نواب شجاع الدین خان تاباں کے لئے۔

۳ شاید یہ رباعی اور رباعی : ۵ بتقریب نوروز مشہور شاہزادے فیروز بخت کے لئے لکھی گئی ہو۔

۴ : 'ماندیم'۔ ماندن بطور مصدر متعدی متقدمین کے ہاں ملتا ہے؛ لیکن متأخرین خاص طور سے 'سبک ہندی' کے ممتاز شعرا کے متروکات میں سے ہے۔ یہاں مخل فصاحت ہے۔ ماندن، بمعنی 'رکھنا' اور چھوڑنا، ایرانی محاورے میں اب متروک ہے، البتہ افغانستان میں اب بھی بولا جاتا ہے۔

۵ : دیکھیں رباعی : ۲ کی مندرجہ بالا تعلیق

۶ : یہ رباعی، جیسا کہ واضح ہے، مرزا شاہرخ (متوفی۱۸۴۷ء) کے لئے لکھی گئی تھی، دیکھیں تحقیق نامہ، ص ۲۰ و ص ۳۲۔) اور غالب کے دیوان فارسی، نسخہ بانکی پور، کتابت شدہ ۱۲۵۴ھ مطابق جولائی ۱۸۳۸ء کے ورق ۱۳۲ب پر بائیں طرف کے حاشیے میں درج ہے۔ دیوان فارسی مطبوعہ ۱۸۴۵ء اور کلیات نظم فارسی مطبوعہ ۱۸۶۳ء میں شامل نہ ہوسکی۔

۷ : یہ رباعی دیوان غالب کے نسخۂ بانکی پور کتابت شدہ ۱۲۵۷ھ مطابق ۱۸۴۱ء نیز نسخہ ۱۸۴۵ء (طبع دارالسلام) اور نسخہ

فردات

۱ : اس زمین میں غالب کے بعض پیشروؤں کی غزلیں ہیں
مثلاً ظہوری :

زود خوش نیست که قاتل ز مقابل برود
بایدش بود که جان از تن بسمل برود

نظیری :

کس چو من نیست که پیش نظر از دل برود
غایب از دیده نگردد ز مقابل برود

فیضی :

همچو من گرم روی کو که ره دل برود
ناقه را پی کند و آن سوی منزل برود

۲ : یه شعر اور فردات کا بارھواں شعر دونوں اس ترجیع بند کے ہیں، جو وائسرائے اور گورنر جزل سر جان لارنس کی مدح میں ہے اور سبد چین (غ نیز م) اور باغ دودر میں شامل ہے۔ (دیکھیں ہماری تعلیقی توضیح ص ۱۹٦ پر)۔ ان دو اشعار کا فردات میں درج کرنا سہواً نہیں معلوم ہوتا، بلکہ شاید متعلقہ تقریبات کے موقعوں پر ان کے کتبے لکھ کر لگائے گئے ہوں گے۔ انگریزی حکام کی توجہ اور خوشنودی کے لئے ان کا نمایاں کرنا یعنی فردات کے طور پر درج کرنا مناسب تھا۔

۳ : ۱۸٦۴ء میں ۱۵ اکتوبر کو وائسرائے سر جان لارنس نے، جو کلکتے سے شملے منتقل ہوگئے تھے اور انھوں نے شملے کو اپنا صدر

نفتہ کے نام ایک دوسرے خط میں (ایضاً، خط ۲۱) غالب نے لکھا ہے ''عارف علی شاہ خراسانی نے اسی مطلعے پر . . . تین اعتراض کئے تھے : پہلا، نقاب کے ساتھ عارض و رخ کا ذکر بھی ضرور تھا، وہ نہیں ہے ۔ دوسرا، گنج تو ویرانے ہی میں ہوتا ہے، پھر اس پر تاسف ہی کیا، جو کہتے ہیں 'تاکے؟'، تیسرا، 'ویرانہ' کو 'خرابہ' کہتے ہیں نہ 'خراب'، اور ان اعتراضوں کے بعد انہوں نے دخل کیا تھا :

از جسم بجان حجاب تاکے
گل بر رخ آفتاب تاکے''

تفتہ ہی کے نام ایک اور خط میں غالب نے اس مطلعے کا مفہوم بتایا ہے اور اعتراضات کے جواب کی تکمیل کی ہے (دیکھیں خطوط، مہر، ص ۳۴۳ و ۳۴۴، خط ۲۲) ۔

یہ غزل غالب نے اپنے اردو خط مورخہ ذی الحجہ ۱۲۷۷ھ (جون ۱۸۶۱ء) کے ساتھ نواب علاؤالدین احمد خان علائی کو بھیجی تھی ۔ اسی سال کہی ہوگی ۔ یہ غزل کلیات نظم فارسی (مطبوعہ ۱۸۶۳ء) میں شامل نہ ہوسکی ۔ ۱۸۶۷ء میں سبد چین میں شائع ہوئی ۔ (خطوط مہر، ص ۲۹۲، اردوئے معلی حصہ اول، ص ۱۰)

(سبد چین غ : غزل ۷، سبد چین م : غزل ۷ باغ دو در : ورق ۳۰ـالف) ۔

غزل : ۱۱

بے خبر کے نام ۱۸۶۶ء کے ایک خط میں غالب نے لکھا ہے
''میں نے سات شعر امیر خسرو کی غزل پر لکھ کر مطرب کو دئے،
وہ مجلسوں میں گانے لگا ۔ اکبر آباد، لکھنؤ تک مشہور ہوئے ۔
وہ غزل جس کا مطلع یہ ہے :

از جسم بجان نقاب تاکے　　این گنج درین خراب تاکے

ایک صاحب آگرے میں اور ایک صاحب لکھنؤ میں معترض ہوئے
کہ 'گنج در خرابہ باید نہ در خراب'۔ ہر چند کہا کہ 'خرابہ'
مزید علیہ اصل نعت 'خراب' عربی الاصل بمعنی ویران و ویرانہ ہے،
جس کی ہندی اوجڑ ، معترض مصر رہا ۔ صائب کے دیوان میں سے
یہ مطلع نکلا :

بہ فکر دل نہ فتادی بھیچ باب دریغ
بہ گنج راہ نہ بردی درین خراب دریغ

(خطوط، مہر، ص ۳۰۲، خط ۲۰،

امیر خسرو کی غزل اس زمین میں در اصل باختلاف قافیہ ہے
جس کا مطلع ہے :

ای معدن (۱) ناز ناز تاکی　　برما در تو فراز تاکی

اور یہ بھی متداول مجموعے میں موجود نہیں ۔ دیوان خسرو
کے دو قلمی نسخوں میں ہمیں ملتی ہے (نسخہ بشمارہ Ap i VI-31
اور نسخہ بشمارہ Ap i VI-31B، پنجاب یونیورسٹی لائبریری) البتہ
عہد شاہجہانی کے شاعر فایز دہلوی کے کلیات میں بالکل اسی زمین
کی غزل ملتی ہے (کلیات فایز، ورق ۳۸۸ ب)

---

(۱) نسخہ بدل : مایہ

غزل : ۹

۸ نیز مقطع : 'حضرت اعلی' سے مراد شاید نواب افضل الدولہ والی دکن ہیں۔ اگر ایسا ہے تو یہ غزل قصیدہ : ۲ کے ساتھ بھیجی گئی ہوگی۔

(اضافات ج : حاشیہ ص ۳۹۳، سبد چین غ : غزل ۹، سبد چین م : غزل ۹، باغ دو در : ورق ۳۰ – الف)۔

غزل : ۱۰

نواب علاؤالدین احمد خان علائی کی بیاض میں ایک خط نقل ہوا ہے جو غالب نے نواب امین الدین احمد خان کو بھیجا تھا۔ اس خط کے ساتھ غالب نے یہ غزل بھیجی تھی اور اس کے بارے میں خط میں لکھا تھا "برادر پرورا . . . این غزل بجواب غزل حزین است، هله من جان جہانم تنه ناهایا هو . . ." اس بیاض کا حوالہ اور مذکورہ خط کا اقتباس راقم نے دہلی میں محترمہ حمیدہ سلطان صاحبہ کی وساطت سے جناب مرزا شمس الدین برلاس لوہاروی کی بیاض سے لیا تھا۔

'تنہ ناهایا ہو' غالب نے تفتہ کے نام ایک خط میں لکھا ہے "تم نے 'تن تن' کا ذکر کیوں کیا ؟ میں نے اس باب میں کچھ نہ لکھا تھا ، 'تن تن' اور 'تننننا' اصوات ہیں تار کے، ہندی اور فارسی میں مشترک۔" (خطوط مہر، بنام تفتہ شمارہ ۱۱۵)

(اضافات ج : حاشیہ ص ۳۰۰، سبد چین غ : غزل ۱۰، سبد چین م : غزل ۱۰، باغ دو در: ورق ۳۰ – الف)۔

اس میں جو طعن و تعریض ہے وہ مبری ہی نسبت ہے ۔،، (ایضاً ص ۴۰)
اس کے بعد یہ غزل درج کی ہے ۔ بعد کی تفصیل کے لئے دیکھیں
یادگار، صفحات ۱۴ تا ۴۳ ۔

مطلع : 'مقصد،۔۔۔۔۔یہ عربی لفظ بہ کسرۂ صاد ہے بمعنی منزل
مقصود ۔ فارسی میں بھی یہی تلفظ اور یہی معنی ہیں ۔ اس مطلعے
میں غالب نے مقصد کو وہ خدا کہہ کر گنجلک پیدا کر دی ہے۔
اس مقام پر یہ اشارہ بیجا نہ ہوگا کہ اردو میں مقصد بہ فتحۂ صاد
اور روز مرہ میں بمعنی مقصود مستعمل ہے ۔

۷ : 'وجودک ذنب،۔۔۔۔۔دیکھیں خواجہ حالی کی توضیح
(یادگار، ص ۱۴) ۔

۱۱ : کسانکہ۔۔۔۔۔یہ لفظ اس اسلوب بیان میں غیر فصیح ہے ۔

۱۲ : مخاطب خواجہ حالی ہیں ۔

(سبد چین غ : غزل ۱۰، سبد چین م : ۱۰، باغ دو در
ورق ۲۹-الف) ۔

غزل : ۸

یہ غزل جیسا کہ مقطعے سے بھی ظاہر ہے حافظ کے تتبع میں
کہی گئی ہے ۔ (دیوان حافظ، ص ۲۵۰)

۵ : اضافات جمیل، سبد چین کی قدیم و جدید اشاعتوں اور
باغ دو در کے مخطوطے میں 'زخم نمکدان، ہے جو صریحاً غلط
ہے ۔ اس شعر میں لف و نشر مرتب ہے؛ 'عشق، کے مقابل 'زخم،
اور استعارات دروغ، کے مقابل 'نمکدان، آیا ہے ۔

(اضافات ج : حاشیہ ص ۴۹۲، سبد چین غ : غزل ۵،
سبد چین م : غزل ۵، باغ دو در : ورق ۲۹ ب)

غزل : ٦

٦ : باغِ دودر کے قلمی نسخے میں دوسرے مصرعے میں 'چن' کے بجائے 'چه' ہے جو صریحاً غلط ہے ۔
(باغ دودر : ۲۹ ۔ الف)

غزل : ٧

یہ غزل غالب نے خواجہ حالی کو لکھ کر بھیجی تھی، جنھوں نے اس کی تقریب یادگار غالب (ص ۹۳) میں یوں بیان کی ہے ''ایک روز مرزا کی بزرگی، استادی اور کبرسنی کے ادب اور تعظیم کو بالائے طاق رکھ کر خشک مغز واعظوں کی طرح اُن کو نصیحت کرنی شروع کی ۔ چونکہ ان کا ثقل سماعت انتہا کے درجے کو پہنچ گیا تھا اور ان سے بات چیت صرف تحریر کے ذریعے سے کی جاتی تھی نماز پنجگانہ کی فرضیت اور تاکید پر ایک لمبا چوڑا لکچر لکھ کر اُن کے سامنے پیش کیا جس میں اُن سے اس بات کی درخواست تھی کہ آپ کھڑے ہو کر، یا بیٹھ کر، یا ایماً و اشارے سے غرض جس طرح ہوسکے نماز پنجگانہ کی پابندی اختیار کریں، اگر وضو نہ ہوسکے تو تیمم ہی سہی مگر نماز ترک نہ ہو،، یہ انھوں نے اپنا واقعہ بیان کیا ہے اور آگے چل کر اس سلسلے میں لکھا ہے '' اس کے بعد میں اُن سے رخصت ہو کر چلا آیا ۔ دوسرے روز حضرت نے ایک غزل لکھ کر میرے پاس بھیجی جس میں اگرچہ میرے نام اور تخلص کی تصریح نہ تھی لیکن اُس کے بعض مضامین اور اشارات سے معلوم ہوا کہ

۵ : 'کلاہ بر ہوا انداختن' کنایہ ہے مسرت و افتخار سے (دیکھیں وارستہ کی مصطلحات الشعرا)

(اضافات ج : حاشیہ ص ۳۸۷، باغ دو در : ورق ۲۸۔ الف)

غزل : ۵

یہ غزل غالب نے خواجہ غلام غوث بیخبر کو اپنے ایک خط مؤرخہ ۷ جولائی ۱۸۶۵ء کے ساتھ بھیجی تھی (خطوط، مہر، ص ۳۳۲، خط ۱۳)، جس میں لکھا تھا "بھائی امین الدین خاں کے اصرار سے خسرو کی غزل پر ایک غزل لکھی ہے۔ علاؤ الدین خاں نے اس کی نقل ان کو بھیج دی ہے۔ میں دیوان پر نہیں چڑھاتا۔ مسودہ بھیجتا ہوں۔۔۔۔" (ایضاً، ص ۳۳۴)۔

امیر خسرو کی غزل کا مطلع ہے :

ہر شبم جان بر لب آہ و نالۂ زار آورد
تا کدامین باد بوئی زان جفا کار آورد

(عناصر دواین خسرو، ص ۲۵۰)

مطلع : 'اناالله خوان' صفت مقدم ہے اور اسی طرح 'اناالحق گوی' بھی۔

۶ : باغ دو در کے مخطوطے میں مصرع اولیٰ میں 'آن کند' کے نیچے قیس اور 'این شگافد' کے نیچے فرہاد بطور توضیح درج ہے۔

۸ : 'جذبہ' بمعنی کشش۔ یہاں یہ کشش زلیخا کی طرف سے ہے۔

(اضافات ج : حاشیہ ص ۳۴۷، باغ دو در : ورق ۲۸۔ب)

اشارہ کرنا چاہتے تھے تو انہیں 'مہمل کل' کے بجائے 'تابع کل' کہنا چاہیے تھا جس میں لفظ 'موضوع' مقدر سمجھ لیا جاتا، یعنی کل کا تابع موضوع۔

اس غزل میں شروع کے چھ شعر ایک فرضی مخاطب سے خطاب میں ہیں جو غالب کو رندانہ زندگی سے باز رکھنا چاہتا ہے۔ ان اشعار میں غالب نے اپنا دفاع کیا ہے، جس میں روئے سخن محتشم الدولہ کی طرف ہے۔

۱۰ : 'جاورہ' ــــ راجپوتانہ میں ریاست جاورہ کا صدرمقام

۱۱ : 'خان جہان خاں' ــــ ریاست جاورہ کے مدارالمہام جن کی وساطت سے یہ غزل ممدوح کو بھیجی گئی تھی۔

(اضافات ج : حاشیہ ص ۳۸۸، سبد چین غ : غزل ۳، سبد چین م : غزل ۳، باغ دو در : ورق ۷۲ب)

دھلی سوسائٹی کی روداد بابت جنوری ۱۸۶۵ء سے پتہ چلتا ہے کہ نواب شہاب الدین احمد خاں ثاقب کی سفارش پر اس سال ۱۱ جنوری کو محتشم الدولہ سوسائٹی کے رکن بنائے گئے۔ قیاس کہتا ہے کہ یہ غزل اسی زمانے میں کہی گئی ہو گی جب وہ دھلی آئے ہوئے تھے۔

یہ غزل بیدل کی زمین میں ہے (دیوان بیدل، قلمی؛ ورق ۲۷۵ب و ۲۷۶ ب)۔

غزل : ۴

یہ غزل خواجوی کرمانی کی زمین میں ہے (کلیات خواجو، ص ۶۸۲، غزل ۵۳)۔

غزل : ۳

یہ غزل بھی، جو محتشم الدولہ نواب غوث محمد خان بہادر شوکت جنگ رئیس جاورہ (متوفی ۲ ذوالحجہ ۱۲۸۱ھ مطابق ۲۹ اپریل ۱۸۶۵ء بہ عمر ۴۳ سال) کے لئے کہی گئی تھی اس مجموعے کی پہلی غزل کی طرح مدحیہ ہے۔

مطلع : غزل کے ممدوح نواب محتشم الدولہ ہیں جو بڑے دیندار اور پرہیزگار تھے، جیسا کہ ان کی سوانح میں مذکور ہے۔ (آثارمالوہ) غالب نے اسی لئے اپنی مے نوشی کا غزل کے مطلع اور ابتدائی اشعار میں دفاع کیا ہے۔

۵ : محمل گل — سر سبز و شاداب درختوں کے لئے استعارہ ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیں راقم کا مضمون 'محمل گل اور رطل گران'، مشمولہ 'نذر رحمان'، مطبوعہ لاہور مارچ ۱۹۶۶ء۔ اس کا نسخہ بدل 'مہمل گل' ہے جو سبد چین کی قدیم و جدید اشاعتوں میں اور اضافات جمیل اور باغ دودر میں اسی طرح ہے۔ اس صورت میں اس کا مفہوم 'شراب'، ہوا، اس لئے کہ 'گل' کا تابع مہمل فارسی میں 'مل' ہوتا ہے جو خود ایک کلمہ بھی ہے جس کے معنی چھوٹے ساغر کے علاوہ شراب کے بھی ہیں، لیکن اس میں تقریباً فیصلہ کن اشکال یہ ہے کہ فارسی محاورے میں جب گل و مل کہتے ہیں تو مل تابع مہمل نہیں ہوتا بلکہ تابع موضوع ہوتا ہے بمعنی ساغر شراب یا شراب۔ دوسری طرف شعر کے مصرع اولیٰ اور اس مسلسل غزل کے ساتویں شعر سے سیاق و سباق کا جو قرینہ قائم ہوتا ہے وہ 'محمل گل' کے حق میں ہے جس کے لفظی معنی ہیں 'پھولوں کی چنگیر' جس کے ساتھ پائدان بھی ہوتا ہے یا وہ پائدان جو پھولوں کی چنگیر رکھنے کے لئے ہو۔ اگر غالب یہاں شراب کی طرف

ہے ۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ غزل غالب مذکورہ تاریخ (مطابق ۱۶ ستمبر ۱۸۶۱ء) سے پہلے کہہ چکے تھے ۔ مذکورہ مقطعے میں وزیر سے مراد واضح طور پر نواب مختار الملک، افضل الدولہ نظام حیدر آباد کے وزیر اعظم ریاست ہیں ۔

یہ وہ زمانہ ہے کہ ابھی غالب کا کلیات نظم فارسی نہیں چھپا تھا، بلکہ اُس کا مخطوطہ بھی ابھی منشی نولکشور کو نہیں دیا گیا تھا، لیکن یہ غزل کلیات میں جو ۱۸۶۳ء میں چھپا شامل نہ ہو سکی ۔ پھر کسی وجہ سے سبد چین (مطبوعہ ۱۸۶۷ء) میں بھی درج ہونے سے رہ گئی ۔

قیاس کہتا ہے کہ اس غزل کا چھٹا شعر بھی انھوں نے اسی موقع پر، جب مقطع بدلا ہے، بڑھایا ہوگا ۔ اس شعر میں غالب کی اس مایوسی کا انعکاس ملتا ہے، جو انھیں مختار الملک کی طرف سے ان کے قصیدے کا جواب نہ ملنے پر ہوئی تھی ۔ میر حبیب اللہ ذکا کے نام ان کے خط مورخہ ۱۰ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ مطابق ۲۶ اگست ۱۸۶۳ء میں ہے ''میں نے نواب مختار الملک کو قصیدہ [: در مدح سخن چرا نگویم] بھیجا، کچھ قدردانی نہ فرمائی،، ۔

یہ غزل سابقہ مقطعے کے ساتھ قصیدہ بھیجنے کے بعد، اور گمان غالب ہے کہ ذکا کی طرف سے وہ خط آنے کے بعد بھیجی گئی ہوگی، جس میں نواب مختار الملک کا یہ فقرہ نقل کیا گیا تھا ''صلہ ضرور است . . . ،، ذکا کا یہ خط، جس کا حوالہ ہم گذشتہ صفحات میں قصیدہ ۲ کے تعارف کے ضمن میں دے چکے ہیں، ستمبر ۱۸۶۱ء کے پہلے ہفتے میں یا اُس کے لگ بھگ غالب کو ملا ہوگا ۔

(اضافات ج : حاشیہ ص ۳۵۵، سبد چین غ : غزل ۲، سبد چین م : غزل ۲، باغ دو در : ورق ۲۷ ب)

وزن کی سعدی کی غزل : 'من ندانستم ازاول کہ تو بیمہرو وفائی'
(از طیبات) کے دو شعروں کا حوالہ آیا ہے ۔ سعدی کی غزلیات کے چار
دواوین میں اس وزن کی کئی غزلیں ہیں لیکن سجع طرازی کی یہ
کیفیت غالب ہی کی غزل میں ہے ۔

۵ : 'یوسف ثانی'ــــاس لئے کہ نواب یوسف علی خان کے
جانشیں تھے ۔

۸ : 'فردوس مکان'ـــــنواب یوسف علی خان کا لقب بعد وفات ۔

(اضافات ج : حاشیہ ص ۳۵۵' سبد چین غ : غزل ۱' سبد
چین م : غزل ۱' باغ دو در : ورق ۷۲ الف) ۔

غزل : ۲

یہ غزل غالب نے اپنے خط کے ساتھ علائی کو ۱۸۶۱ء میں
بھیجی تھی' شاید ۱۵ اکتوبر کے بعد (خطوط مہر' ص ۶۷) ۔ جیسا
کہ اس غزل کے مقطعے میں اشارہ کیا گیا ہے' مقطعے کا مصرع
ثانی حافظ کے مشہور شعر کا ہے اور یہ پوری غزل حافظ کی
غزل : 'ساقی بنور بادہ بر افروز جام ما' کے تتبع میں کہی گئی ہے ۔
معلوم ہوتا ہے کہ اس غزل کا مقطع پہلے یہ تھا :

غالب بخود ببال کہ گشتیم روشناس
در دفتر وزیر نوشتند نام ما

یہ شعر غالب کے اس فارسی خط میں آیا ہے جو ''بہ مولوی محمد
حبیب اللہ منشی نواب مختار الملک نائب والی حیدر آباد'' کے عنوان
سے پنج آہنگ مشمولۂ کلیات نثر فارسی (مطبوعہ ۱۸۶۸ء) میں درج
ہے اور اس کے آخر میں تاریخ سہ شنبہ یازدہم ربیع الاول ۱۲۷۸ھ ثبت

ابلیس نے سانپ بن کر نماز میں خلل ڈالنا چاہا تھا (اس روایت کے لئے دیکھیں بحارالانوار مجلسی، جلد ۱۱، ص ۳۔)

(اضافات ج : قصیدہ ۷، باغ دو در : ورق ۲۶ب۔الف)

غزل : ۱

یہ غزل غالب نے اپنے ۲۹ مارچ ۱۸۶۶ء کے مکتوب کے ساتھ نواب کلب علی خاں خلد آشیاں کو بھیجی تھی اور اس مکتوب میں لکھا تھا "ایک غزل نئی طرز کی، نئی بحر میں عرض کرتا ہوں یہ جشن حال کی نذر ہے۔ خدا کرے، مقبول ہوا"۔ اس غزل میں عنصری کے تغزلات کی طرح ممدوح کے اوصاف کا بیان ایسے انداز سے ہے کہ قصیدہ سرائی اور غزل سرائی دونوں کا رنگ جھلکتا ہے۔ پھر اس میں تنسیق صفات متوازی اور متوازن مخلوط ترکیبات، خاص طور سے فاعلی سماعی ترکیبات کی صورت میں ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ اس وزن میں غزلیں صرف ایران کے شاعروں کی ملتی ہیں۔ شاید اسی لئے غالب نے اس غزل کو نئی طرز کی قرار دیا۔ دربار رام پور میں ایرانی شاعر بھی تھے اور وہ زیادہ تر خراسانی اسلوب شاعری کے پیرو تھے۔ وہ بھی غالب کے ذہنی مخاطب ہو سکتے ہیں۔ خراسانی اسلوب کی بعض خصوصیات اس غزل میں موجود ہیں۔ غالب نے اس غزل کا وزن بھی فعلاتن (چار بار) اس کے عنوان میں درج کیا تھا اور اسے بحر ہزج مثمن سالم قرار دیا تھا۔ عرشی صاحب نے اپنے حواشی میں اس کی تصحیح کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ در اصل بحر رمل مثمن مخبون ہے۔ اس ضمن میں موصوف نے شمس الدین فقیر دہلوی کے رسالۂ وافیہ سے ایک اقتباس نقل کیا ہے، جس میں اسی

...لدوله کے نسب کے بارے میں تاریخ
...ے : ''مرزا محمد مخاطب به نعمت خان نے تاریخ
...ماه کی لکھا ہے کہ والدہ نواب آصف جاه بهادر
... بته کا نسب طرف سے والدہ اپنی ستائیس واسطے سے
... اعرج نبیرۂ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو
... یہ نواب آصف جاہ اورنگ زیب عالمگیر کے نانا
... اور افضل الدولہ کے دادا کے دادا ۔ ان کا نام قمرالدین خان
حضابات ہیں نظام الملک آصف جاہ بہادر (آصف جاہ اول)۔ آصف
اہ کی والدہ وزیرالنساء بیگم محمد سعد اللہ خان لاہوری وزیر
ورنگ زیب عالمگیر کی بیٹی تھیں۔ افضل الدولہ کے بارے میں
یخ خورشید جاہی (ص ۳۶۶) میں ہے کہ ان کا صلبی نسب
محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے ۔ مادری نسب کی
بنا پر نظمان دکن میں کہلاتے ہیں (خورشید جاہی
ص ۳۶۷) ۔

''ان دو قطعہ بند اشعار میں جو افضل الدولہ کی طاعت و عبادت کی تعریف میں ہیں 'والا گہر، کہہ کر مخاطب کرنے میں وجہ بلاغت یہ ہے کہ یہ تخاطب بر بنائے نسب مدح سے ہم آہنگ ہے، جس میں ممدوح کی عبادت کو باعث پشیمانی ابلیس اور وجہ فخر آدم کہا ہے، اور اس میں حضرت امام زین العابدینؑ کے بارے میں ایک مشہور روایت کی طرف تلمیح بھی ہے، جس میں یہ ہے کہ تہجد کی نماز پڑھتے وقت سانپ نے پاؤں کے انگوٹھے میں کاٹا تھا مگر امام کے استغراق عبادت میں فرق نہ آیا، اور اس واقعے کے بعد سے حضرت امام کا لقب زین العابدین ہوا ۔ روایت میں ہے کہ

... درود کو معاش کا بندوبست کرکے بقعۂ متبرکۂ کعبہ شریف و مدینۂ منورہ روانہ فرمائے کہ وہاں حاضر رہیں اور ہمیشہ درود و صلوۃ کے شغل میں عمر اپنی صرف کریں۔ جہاز تیار کر کر واسطے حاجیوں کے وقف کیا اور منادی کی کہ شراب بلدہ میں نہ بکا کرے۔ تمام کلال خانے باہر ہوگئے (خورشید جاہی ص ۸۰۴)

۱۰: عہد افضل الدولہ میں حیدرآباد دکن کی ایک ممتاز شخصیت راجہ سمبھو پرشاد کے مسلمان ہونے کا واقعہ، جو ۲۰ محرم ... مطابق ۱۲ ستمبر ۱۸۶۰ء کا ہے، خاصہ اہم تھا۔ ملک میں اس کا چرچا ہوا ہوگا۔ اس شعر میں غالب کے تخیل کا محرک یہ واقعہ ہو سکتا ہے۔ (ایضاً ۴۸۸)

۱۱: اس شعر پر بحث شروع میں آچکی۔

۱۲: تحفظ حیوانات کی طرف اشارہ ہے، جس کی ... مثال یہ ہے:

''اور ایک ظلم بے بازی اور مرغ بازی ہمیشہ سے کیا کرتے تھے کہ جیسے مینا اور طوطے اور گلہریوں کے لاکر بیچا کرتے تھے اور بلبل اور تیتر لا کر دیتے۔ لوگ ان کو بازار لڑایا کرتے تھے اور چڑیاں شہر کی گلیوں میں پکڑا کرتے تھے۔ ممانعت میں اسکی تاکید شدید کی۔ موقوف فرمایا'' (ایضاً، ص ۴۸۱)

۱۳: ''سب امن و امان میں ہیں۔ عنایت سے جناب باری کی کہیں شر اور فساد نہیں۔'' (ایضاً، ص ۴۷۹)

۱۵، ۱۶: 'شاہ' اور 'خسرو' کے لئے دیکھیں سابقہ تصحیح بیت ۲ سے متعلق۔ 'والا گہرا'۔ یہاں 'والا گہر' بمعنی والا نسب

بیت ۲: ۱۹ محرم ۱۲۷۵ھ مطابق ۲۹ اگست ۱۸۵۸ء کے واقعات میں مؤلف تاریخ خورشید جاھی نے لکھا ھے ''سکه بہادر شاہ بادشاہ غازی کا موقوف ھوکر ایک طرف نظام‌الملک آصف جاہ، ایک سمت کو ضرب حیدرآباد قرار پایا اور تیمناً عدد ۹۲ لفظ محمد کا صلی اللہ علیه وسلم زیب رقم کیا۔ پس اس روز سے اس سکه نے رواج پایا اور حالی مشہور ہوا۔ حال‌آنکه رواج حالی کا وقت سے غفران منزل کے تھا که اسکی اجازت خود نے دی تھی مگر سکه بہادر شاہ کا تھا۔ الحمدللہ حضرت کو بادشاہ شش صوبۂ دکن کا فرمایا۔،،

(خورشید جاھی ص۶۹۶)

۳: آپ بڑے قوی ھیکل اور بہت خوبصورت تھے۔،،

(افضل‌الدوله ص۹)

۴تا۶: ''فیاض روزگار ھیں،، (خورشید جاھی ص۸۰۴)

''افضل‌الدوله بہت دریا دل واقع ھوئے تھے،،

(افضل‌الدوله ص ۱۰)

۹: 'نظم امور دنیا،۔تفصیل کے لئے دیکھیں: تاریخ خورشید جاھی ص ۸۰۴ کتاب افضل‌الدوله ص ۱۲

'کاردین،۔''ایام صاحبزادگی سے بہت خوش اعتقاد صاحب سلوک فیاض روزگار ھیں ! اور مزاج وھاج مایل طرف خیرات مبرات کے .. بعد جلوس ارباب استحقاق سے تین سو حافظ واسطے برکات دور قرآن کے اور پون سو [۷۵] بخاری شریف اور مشکوۃ شریف اور حصن حصین کے قاری اور گیارہ جماعت مولودالنبی کے پڑھنے والے اور سپاہ سے پانچہزار جوان علی غول کے نو ملازم فرمائے . . . فرش صحن مکه مسجد کا جو گچه اور چونه کا تھا سنگ بست فرمایا .

جو نازک صورت پیدا کردی تھی اس کا احساس غالب کو بھی تھا ۔ اسی لئے وہ خود بھی بالکل خاموش ہوگئے، چنانچہ اس قصیدے کے بارے میں پھر کوئی اشارہ ان کے خطوں میں نہیں ملتا، یہاں تک کہ میر حبیب اللہ ذکا کے خطوط میں بھی جو غالب کے نام ہیں کوئی ایسا انعکاس نہیں ملتا، جس سے معلوم ہو کہ غالب نے انہیں اس قصیدے کے بارے میں کچھ لکھا تھا، حالانکہ مختار الملک کی مدح کے قصیدے کا صلہ یا جواب نہ ملنے کی شکایت ذکا کے نام کے خط میں موجود ہے ۔ (خطوط، مہر ص ۴۶۴) یہاں یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ ذکا نے بھی انہیں نواب مختارالملک کی مدح کے قصیدے (در مدح سخن چرانگویم) کے سلسلے میں جو غالب نے ایک مدت پہلے بھیجا تھا اور صلے کے منتظر تھے، یہی لکھا تھا کہ نواب نے قصیدہ دیکھکر فرمایا ''صلہ ضرور است و واسطہ نیز'' (خ شن و خمش، ص ۱۳) اور نواب کے ان الفاظ کی توضیح میں کہا تھا کہ آئندہ جو مکتوب یا قصیدہ بھیجیں وہ ''ایجنٹ دہلی'' یا ''اہل فرہنگ فرنگ'' میں سے کسی دوسرے کی وساطت سے بھیجیں جو وہاں کا ''منتظم امور'' ہو (ایضاً)

اب ہم افضل الدولہ کی شخصیت حکومت اور عہد حکومت کے بارے میں کتاب افضل الدولہ اور تاریخ خورشید جاہی سے چند اقتباسات درج کرتے ہیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ قصیدہ نظم کرتے ہوئے ریاست حیدرآباد کی یہ باتیں غالب کی نظر میں ہوں۔

مطلع: '' آپ کے عہد مبارک میں سلطنت کے مالیہ میں اضافہ ہوا ملک سرسبز و شاداب نظر آنے لگا اور رعایا آسودہ حال ہوگئی''

(افضل الدولہ ص ۱۳)

۱۸۶۰ء میں نئی نئی کھلی تھی اور اب اپنے دربار و خلعت کے لئے کوشاں تھے، بلکہ ملکہ وکٹوریا بننے کے لئے اپنی ۱۸۵۶ء والی پرانی درخواست کی تجدید کی فکر میں ہے اور چند سال بعد، ۱۸۶۵ء کے شروع میں، انھوں نے اس مقصد کے لئے درخواست بھی دی۔ دوسری طرف ریاست حیدر آباد میں انگریزوں کا اثر و اقتدار اور والی ریاست کی خیر خواہی انقلاب ۱۸۵۷ء میں اور اس کے بعد سے ایک نمایاں حقیقت رہی تھی، چنانچہ ۷ ستمبر ۱۸۶۰ء کو سرکار انگریزی اور سرکار حیدر آباد کے درمیان دوستی کا معاہدہ ہوا تھا اور افضل الدولہ کی خدمات کے اعتراف میں کئی اہم سیاسی حقوق دیئے جانے کے علاوہ ۸ اکتوبر ۱۸۶۰ء کو گورنر جنرل کی طرف سے بیش قیمت تحائف بھی انہیں پیش کئے گئے تھے (خورشید جاہی ص ۵۱۷)۔ یہ خبریں ملک کے اخبارات میں شائع ہوئی تھیں اور عام تھیں۔

غالب کو اس قصیدے کا، جو انھوں نے صاحب عالم مارہروی کی تجویز پر کہا اور بھیجا بھی ضرور اور یقیناً انھی کے ذریعے سے بھیجا ،افضل الدولہ کی طرف سے کوئی صلہ بلکہ ستایشی جواب تک نہیں ملا، حالانکہ ان کا سوال تھا ”بصلہ گرنتوازی بستایش بنواز،،۔ اس کا سبب ہو نہ ہو یہی نازک صورت حال تھی جو قصیدہ پہنچنے کے بعد پیدا ہو گئی اور اس کا مذکورہ شعر کوئن وکٹوریا کے تمغے پر طنز بن گیا۔ اس کے علاوہ اس قصیدے میں افضل الدولہ کی دینداری پر بہت زور دیا گیا تھا اور ان دنوں ان کی یہی دینداری سیاست میں ایک مسئلہ بنی ہوئی تھی۔ قصیدے کی دینی روح غالب کی شعوری تخلیق تھی اور اسی مناسبت سے انھوں نے اس ثنایئے کو ”داغ دل حسان،، کہا تھا۔ شوخی حالات نے

آباد دکن - اس شہر کی تحریر سے معلوم ہوا اس طرح مفہوم ہوا کہ وہ جو ناظم حیدر آباد نے جناب ملکہ معظمہ کے عنایتی خطاب جدید کے لینے سے انکار کیا تھا احوال اس کا صحیفہ سابق میں ہم نے داخل اخبار کیا تھا - اب کچھ سوچ کر وہ بات انکے خیال میں آئی ہے - قبول کرنے میں رضا مندی دکھائی ہے مگر اس کو گلے میں پہننے سے ناراضی اظہار کرتے ہیں صاف انکار کرتے ہیں،،

اس پس منظر میں جو ان مندرجہ خبروں میں نظر آتا ہے غالب کا یہ شعر : 'بازیچۂ طفلان شدہ است'، جس میں 'تراشیدن اجزای اعضای بتان' کا ذکر ہے، انگریزی سیاست کی اور ملکہ وکٹوریا کے تصویری تمغے کی ہجو بن جاتا ہے اور اتفاق کی بات تمغے کے ہنگامے کے دنوں میں یہ واقعہ بھی پیش آیا تھا کہ ۱۳ جمادی الاولی ۱۲۷۸ھ (۱۶ نومبر ۱۸۶۱ء) کو، جیسا کہ تاریخ خورشید جاہی (ص ۶۲۲) اور تاریخ حیدر آباد دکن (ص ۳۴۲) میں ہے ''کسی لقے نے بازاروں میں سے،، (خورشید جاہی کے الفاظ میں) نواب مختار الملک اور امیر کبیر شمس الامرا کی کوٹھیوں کے دروازوں پر کاغذ چپکا دئے، جن پر ستارۂ ہند کی ہجو لکھی تھی - اس لئے یہ الفاظ ''کفر در راستہ بازیچۂ طفلان شدہ است،، تمغے کے ہنگامے کے دوران میں یا اس کے بعد غالب کے قلم سے ہرگز نہیں نکل سکتے تھے - یہ قصیدہ یقیناً اس ہنگامے سے پہلے کا ہے اور یہ خاص شعر کہتے وقت، جو افضل الدولہ کے دینی انہماک کی تعریف و توصیف کے ضمن میں آیا ہے، غالب محض شاعرانہ تخیل کی بات کر رہے تھے، جو اتفاق سے بعد میں واقعہ بن گئی، ورنہ یہ زمانہ وہ ہے جب انگریزی سرکار سے ان کی پنشن

اس سلسلے میں کشف الاخبار بمبئی (جلد ۷، نمبر ۳۳، مورخہ ۲۳ جمادی الثانی ۱۲۷۸ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۸۶۱ء) نے یہ خبر شائع کی تھی: ''حضور والا ناظم حیدر آباد نے استار [کذا] آف انڈیا کا خطاب لیا اور جو کہ اول آس کے لینے میں مذہبی سبب سے عذر کیا تھا اس کے واسطے ایک مولوی نے جو سرکار انگریز بہادر کا دوستدار ہے سرکار نظام کو سمجھایا تھا اس الجیھڑے کو بطریق احسن کے ساجھایا تھا کہ اس خطاب محترم کے قبول کرنے میں آپ کیوں عذر کرتے ہیں۔ دیکھئے کعبہ شریف کے جانے والے حاجیوں کے پاس اس طرح کے سکے اور ریال وغیرہ ہوتے ہیں کہ جس کے اوپر بھی حکومت فرنگ والوں کی تصویر ہوتی ہے، پس اس حالت میں جناب ملکہ معظمہ کی تصویر کا چاند پہننے میں تردد نہ کرنا چاہئے''

اسی اخبار کے ۱۰ اکتوبر ۱۸۶۱ء کے پرچے (جلد ۷ نمبر ۲۲، ص ۷) میں ہے: ''مہتمم اگلشن میں، کو حیدر آباد سے خبر آئی ہے 'آفتاب عالمتاب، نے اس کی نقل داخل اخبار فرمائی ہے کہ ناظم حیدر آباد نے بابت قبول کرنے عہدہ استار انڈیا [کذا] کے انکار کیا۔ کہتے ہیں کہ ان کا وزیر اور امیر کبیر شمس الامرا [کذا] واسطے رفع اس دقت کے بہت کوشش کر رہے ہیں، کیونکہ زمرۂ اہل اسلام کے باہم اس امر کا مباحثہ ہے کہ جس حالت میں تصویر کا بگاڑنا ناظم صاحب کو جایز اور درست ہے تو یہ تغمۂ شاہی [کذا] ملکۂ معظمہ کوئین وکٹوریا کو پہننا کس طرح سے جایز ہوگا . . . '' پھر اس اخبار کے ۱۷ اکتوبر ۱۸۶۱ء کے پرچے (جلد ۲ نمبر ۲۳، ص ۵) میں ہے: ''خبر حیدر

اتفاق سے خطاب 'ستارہ ھند' کے دئے جانے پر یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ خطاب کے تمغے کے ایک رخ پر ملکہ وکٹوریا کی جو تصویر تھی اس کی وجہ سے افضل الدولہ کو خطاب کے قبول کرنے میں، جب یکم ستمبر ۱۸۶۱ء کو ریزیڈنٹ نے اس تجویز کی انھیں اطلاع دی ھے، کچھ تامل ھوا تھا، چنانچہ تاریخ خورشیدجاھی میں ھے (ص ۵۱۶) کہ ریزیڈنٹ نے ''خریطہ بابت ارسال ستارۂ ھند و لقب نائٹ طرف سے ملکہ انگلینڈ کے گذرانا۔ چونکہ حضور کو نوعے تامل ھوا . . . فرمایا ھم ملکہ زمانیہ اور لارڈ صاحب [گورنر جنرل] کی خوشی چاھتے ھیں اور چاھتے ھیں کہ دوستی روز بروز زیادہ ھو لیکن کوئی نئی بات [بدعت] نہ ھو ۔ بڑے صاحب [ریزیڈنٹ] نے کہا آپ اگر اسے قبول نہیں کرتے ھم لکھیں گا فیمابین آپ کے اور لارڈ صاحب و ملکہ کے پھر دوستی نہ رھے گی ۔ حضور بولے نہیں صاحب مجھے تمھاری خوشی منظور ھے اور خریطہ ھاتھ سے لے لیا'' پھر 'ستارہ ھند' کا تمغا نہ لینے کے بعد کی بات ھے : ''رسیڈنٹ صاحب [کذا] نے صدر میں اطلاع دی تھی کہ حضور کچھ تغیر و تبدل ستارۂ ھند میں، نظر کرنے اپنے دین و آئین کے، چاھتے ھیں ۔ منگل کے روز انیسویں [ربیع الثانی ۱۲۷۸ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۸۶۱ء] کو رزیڈنسی سے جواب تار پر آیا کہ ستارۂ ھند نشان دوستی کا ھے اگر مع شرایط اس کے قبول کرتے ھیں تو بہتر ھے ورنہ ھمارا نشان پھیر دو ۔ ھم نے اوروں کو بھی دیا ھے، ۔ فقط آپ کے لئے اس میں تغیر و تبدل ھو نہیں سکتا . . . '' (نقل از تاریخ خورشید جاھی، ص ۵۲۱) ۔

مجھ میں قصیدے کے لکھنے کی قوت کہاں؟ اگر ارادہ کروں تو فرصت کہاں؟ قصیدہ لکھوں، آپ کے پاس بھیجوں، آپ دکن کو بھیجیں ۔ متوسط کب پیش کرنے کا موقع پائے؟ پیش کئے پر کیا پیش آئے؟ ،،

اس کے بعد والی دکن کے قصیدے کے بارے میں کوئی ذکر یا اشارہ غالب کے بعد کے خطوط میں کہیں نہیں ملتا ۔ ایسا کوئی خط یا ایسے چند خطوط ضرور ہونگے، لیکن تلف ہو گئے یا ابھی ان کا انکشاف نہیں ہوا ۔ حبیب اللہ خان ذکا کے مجموعہ نظم و نثر 'خاش و خماش، میں جو خطوط غالب کے نام ہیں ان میں بھی زیر نظر قصیدے کا یا افضل الدولہ کا کوئی ذکر نہیں ۔ انمیں غالب کے نام قدیم ترین خط جو مجموعے میں بھی پہلا ہے ہماری رائے میں ۱۸۶۲ء کا ہے اور یہ وہ ہے جس مین ذکا نے غالب سے ان کے کلیات نظم فارسی کا اور، اپنی غلط فہمی کی بنا پر، 'ماہ نیم ماہ، کا ایک ایک قلمی نسخہ منگوایا ہے اور بتایا ہے کہ دستنبو اور اور 'مہر نمروز، کئی مہینے کی تلاش کے بعد انہیں مل چکی ہیں ۔ دستنبو کا پہلا ایڈیشن ۱۸۶۲ء میں شائع ہوا تھا اس لئے یہ خط 'دستنبو، کی اس اشاعت کے بعد کا اور کلیات نظم فارسی کی اشاعت (۱۸۶۳ء) سے پہلے کا ہے ۔ (دیکھیں خاش و خماش، ص۵) ہمارے اس خیال کی تائید کہ یہ قصیدہ یکم ستمبر ۱۸۶۱ء سے پہلے کا ہے اس سے بھی ہوتی ہے کہ غالب نے افضل الدولہ کی دینداری اور دینی اصلاحات کا ذکر کرتے ہوئے یہ شعر بھی اس قصیدے میں کہا ہے :

میتراشند زاعضای بتان اجزا را
کفر در راستہ بازیچۂ طفلان شدہ است

آتا ہے کہ غالب اس کا ذکر کرتے بلکہ اس خطاب کے عطا ہونے پر مبارک باد دیتے۔ بکم ستمبر ۱۸۶۱ء کو خطاب کی پیشکش اور اس سال ۹۔ اکتوبر کو خطاب کا تمغا اور متعلقات افضل الدولہ کو پیش کردئے گئے اور یہ دونوں خبریں اخبارات میں شائع ہوئیں، اور مشہور، ہوئیں، لیکن 'ستارہ ہند، کا اس قصیدے میں اشارہ تک نہیں، حالانکہ خود خطاب کی اہمیت، پھر غالب شاعر دہلی اور افضل الدولہ والی دکن دونوں کی نمایاں انگریز دوستی اور مصلحت وقت کے علاوہ خطاب کا لفظ 'ستارہ، خود بھی خاصا شعر انگیز تھا۔

قصیدے کے اس زمانی تعین کی مزید تائید میں ایک ظرف غالب کا وہ خط (مورخہ ۱۸۶۰ء بنام چوہدری عبدالغفور سرور، خطوط، مہر، ص ۳۸۸، نیز حاشیہ ص ۳۹۰، اسکے علاوہ اردوئے معلی، ص ۱) ہے جس کا حوالہ اس سلسلے میں جناب مالک رام صاحب نے بھی دیا ہے (آج کل، دہلی، فروری ۱۹۵۹ء)

اس خط میں صاحب عالم کی اس تجویز کے جواب میں کہ والی دکن کی مدح میں قصیدہ کہکر بھیجا جائے غالب نے اپنی زندگی بھر کی ناکامیوں اور خاص طور پر مدح گوئی اور صلہ یابی کے سلسلے میں اپنی حادثہ انگیز محرومیوں کی مختصر کہانی سنا کر اپنی بددلی اور ناامیدی کا اظہار کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ''اگر قصیدے کا قصد کروں، قصد تو کرسکتا ہوں، تمام کون کرے گا؟ سوائے ایک ملکہ کے کہ وہ پچاس پچپن برس کی مشق کا نتیجہ ہے کوئی قوت باقی نہیں رہی . . . پایا ہے۔ دل و دماغ جواب دے چکے ہیں۔

---

(۱) مثلاً کشف الاخبار بمبئی

قصیدوں کے بعض بنیادی مضامین بھی متوازی ہیں - (تاج ریزہ کے قصیدے کے متن کے لئے دیکھیں : ڈاکٹر اقبال حسین کی کتاب Early Persian Poets Of India ، مطبوعہ پٹنہ، ۱۹۳۸، جس میں یہ قصیدہ تقی کاشی کی تألیف خلاصة الاشعار کے ایک مخطوطے سے درج کیا گیا ہے -)

(اضافات ج : قصیدہ : ۲، سبد چین غ : قصیدہ ۶، سبد چین م : قصیدہ : ۶، باغ دو در : ورق ۲۵ الف)

قصیدہ : ۷

یہ قصیدہ افضل الدولہ میر تہنیت علی خان بہادر نظام الملک آصف جاہ خامس والی دکن (متولد ۳۰ ربیع الاول ۱۲۴۳ھ ۲۱ اکتوبر ۱۸۲۷ء، مسندنشین ۲۴ ماہ رمضان مبارک ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸ مئی ۱۸۵۷ء متوفی ۱۸ ذیقعدہ ۱۲۸۵ مطابق ۲۹ فروری ۱۸۶۹ء) کی مدح میں ہے - اس قصیدے کا زمانہ تصنیف مارچ ۱۸۶۱ء اور ستمبر ۱۸۶۱ء کے درمیان محصور ہے، اس لئے کہ ایک طرف غالب کے کلیات نظم فارسی کے قلمی نسخے میں، جو مارچ ۱۸۶۱ء کے اواخر میں غالب نے نواب رامپور کو بھیجا تھا یہ قصیدہ موجود نہیں ہے - دوسری طرف یکم ستمبر ۱۸۶۱ء کو ملکہ وکٹوریا کی طرف سے افضل الدولہ کے لئے خطاب 'ستارہ ہند' کی جس پیشکش کا اعلان ہوا تھا، جسے انھوں نے کچھ تامل کے بعد اسی دن قبول کر لیا تھا (بنا بر روایت مؤلف تاریخ خورشید جاہی، ص ۲۱۵) اس کا کوئی اشارہ اس قصیدے میں نہیں ہے - اگر یہ قصیدہ ستمبر ۱۸۶۱ء میں یا اس کے بعد کہا گیا ہوتا تو ہر لحاظ سے لازم

۵ دسمبر کو کمشنر روھیلکھنڈ ڈویژن نے سرکار انگلشیہ کی طرف سے نواب صاحب کو خلعت پہنایا تھا ۔ غالب اس جشن میں شرکت کے لئے ۷ اکتوبر کو دھلی سے روانہ ھو کر ۱۲ اکتوبر کو رامپور پہنچ گئے تھے ۔ (دیباچہ مکاتیب غالب، ص ۱۱۵ و ص ۱۱۸) یہ انھیں وھیں جا کر معلوم ھوا ھوگا کہ ۵ دسمبر کو خلعت آئے گا ۔ قصیدے کی زمین انھوں نے خلعت لائے جانے ھی کی مناسبت سے اختیار کی ھے ۔ یہ انھی تاریخوں ۱۲ اکتوبر اور ۵ دسمبر کے درمیان کہا گیا ھوگا (جشن اور قصیدے کے بارے میں دیکھیں عرشی صاحب کا دیباچہ مکاتیب غالب ص ۱۲۲ تا ۱۲۴)

۹ : فصل خزاں : جشن تخت نشینی اور قصیدے کی پیشکش کا زمانہ جس کی تفصیل اوپر بیان ھوئی، موسم خزاں کا تھا ۔

۱۰ : یہ نکتہ قابل ذکر ھے کہ ۶۲۶ھ میں خلیفہ بغداد المستنصر باللہ کا سفیر التتمش کے لئے خلعت لیکر آیا تھا تو دربار دھلی کے شاعر تاج الدین ریزہ نے اسی زمین میں (صرف باختلاف حرف ردیف) قصیدہ کہکر پیش کیا تھا، جس کا مطلع ھے :

مژدہ عالم را ز عالم آفرین آوردہ اند
زانکہ شہ را از خلیفہ آفرین آوردہ اند

اس قصیدے کا ایک شعر یہ ھے :

شادی عامست در شہرایکہ بہر شہریار
خلعت خاص امیرالمومنین آوردہ اند

تاج ریزہ کا قصیدہ غالب کی نظر میں ضرور تھا ۔ مشترک زمین کے علاوہ، جس میں غالب نے حرف ردف بدل لیا ھے، دونوں

روزینہ خوار فقیر نے آپ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا ہے، مشتمل اس التزام پر کہ تشبیب کی ابیات اور مدح کے اشعار میں حمزہ و اولاد حمزہ و زمرد شاہ و غیرہ یا ان کے معاملات و حالات کا ذکر درمیان آئے۔ سو وہ قصیدہ آج اس خط کے ساتھ ارسال کرتا ہوں۔ امید ہے کہ حضرت اس کو پڑھ کر محظوظ ہوں۔ خدا آپ کو قیامت تک سلامت رکھے؛ مگر جب تک امیر حمزہ کا قصہ مشہور رہے گا؛ یہ قصیدہ بھی شہرت پذیر رہے گا . . . ،، (نیز دیکھیں عرشی صاحب کے متعلقہ حواشی، مکاتیب غالب، ص ۱۴۶، ۱۴۷)

۳۶ : طاقت اظہاری : غلط لفظ ہے۔

۳۹ : علی محمد خان : بانی ریاست روہیلکھنڈ، ممدوح کے جد چہارم (دیکھیں مکاتیب غالب، متن ص ۱)

اس قصیدے کی تلمیحات کے بارے میں جو داستان امیر حمزہ سے ماخوذ ہیں ضروری توضیحات کے لئے ایک طویل بیان چاہئے، اس لئے ہم اس بحث کو یہاں مسکوت رکھتے ہیں۔

(اضافات ج : قصیدہ ۳، سبد چین غ : ۵، سبد چین م : قصیدہ۵، باغ دو در : ورق ۲۳ الف)

قصیدہ : ۶

یہ قصیدہ غالب نے نواب کلب علی خان خلدآشیاں کے جشن تخت نشینی کے موقع پر، جو دسمبر ۱۸۶۵ء کے پہلے ہفتے میں منایا گیا تھا، خود پیش کیا تھا۔ یہ جشن رامپور سے دو کوس کے فاصلے پر آغا پور بستی میں یکم دسمبر کو شروع ہوا تھا، جہاں

۱۱ : مزدور : اردو میں مفتوح الاول ہے، لیکن فارسی میں مضموم الاول پڑھنا چاہئے۔

۱۲ : بارجای : سامنے کا لفظ 'بارگہ' تھا، جسے غالب نے بجا طور پر 'درسگاہ' کے مقابل 'گاہ' کی تکرار کی بنا پر ترک کیا ہے۔ لیکن 'بار جا' بھی جو خراسانی اسلوب میں زیادہ سجتا ہے اس عراقی ہندی اسلوب میں جو اس قصیدے کا ہے کھپتا نہیں۔

۲۳ : بعد آن مغفور : یہ الفاظ کچھ مزاحیہ سا اثر پیدا کرتے ہیں اور اس قصیدے کی متانت کلام کا ساتھ نہیں دیتے۔

۲۴ : قرون و دھور : غالب یہ الفاظ یہاں ظرف زمان اور متعلق فعل کے طور پر لائے ہیں۔ یہ استعمال فارسی زبان کی نحوی ترکیب کے خلاف ہے۔ 'عمرہا' یا 'سالہا' ہوتا تو ٹھیک تھا۔ لیکن 'قرون و دھور' یہاں بحذف حرف جار غلط ہے۔

(اضافات نخ : قصیدہ ۱، سبد چین غ ۳، سبد چین م : قصیدہ ۴، باغ دو در : ورق ۲۰ ب)

قصیدہ : ۵

یہ قصیدہ غالب نے نواب کلب علی خان خلدآشیان کو (دیکھیں قطعہ ۲۳ کی تعلیقی یادداشت صفحہ ۱۳۹ پر) جو اس قصیدے کے ممدوح ہیں، ۲۱ اگست ۱۸۶۵ء کو بھیجا تھا اور اس کے ساتھ اپنے خط (مکتوب ۵۴، مکاتیب غالب، ص ۱۴) میں لکھا تھا : "داستان حمزہ قصۂ موضوعی ہے۔ شاہ عباس ثانی کے عہد میں ایران کے صاحب طبعوں نے اس کو تالیف کیا ہے۔ ہندوستان میں امیر حمزہ کی داستان اس کو کہتے ہیں، اور ایران میں رموز حمزہ اس کا نام ہے۔ دو سو کئی برس اس کی تالیف کو ہوئے۔ اب تک مشہور ہے اور ہمیشہ مشہور رہے گا۔ آپ کے اس تکیہ دار

۷ : ماهتاب : سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ غالب نے 'ماهتاب، یہاں 'چاند، کے معنی میں استعمال کیا ہے ۔ فارسی میں یہ استعمال عام محاورے کے لحاظ سے غلط ہے اور شاعرانہ زبان کی سطح پر بھی شاذ کا حکم رکھتا ہے، البتہ عام محاورے سے ہٹ کر علاقائی استعمال میں اس کی مثال ضرور ملتی ہے، چنانچہ کرمان میں 'ماهتاب، بمعنی 'چاند، آج بھی سننے میں آتا ہے اور شاعرانہ زبان کی سطح پر متقدمین میں سے خاقانی کے قصائد میں ایک جگہ اس معنی میں ملتا ہے :

از همنفسان نیست مرا روزی ازیراک
در روزن من هم نرود صورت مهتاب (دیوان، ص ۵۱)

اس کے باوجود عام فارسی محاورے میں 'ماه، 'چاند، کے معنی میں اور 'ماهتاب، 'چاندنی کے معنی میں ہے۔ خود خاقانی نے اپنے کلام میں چاند کے لئے ۹۵ مقامات پر ماه، اور ۹۴ مقامات پر مه (ماه) استعمال کیا ہے ۔ (ایضاً، فہرست کواکب) اردو مین عام طور پر 'ماهتاب، 'چاند، کے معنی میں اتا ہے اور 'چادر ماهتاب، جیسی ترکیبوں میں 'چاندنی، دیتا ہے ۔

۹ : فنجان : یہ لفظ زبان و بیان کے اس اسلوب میں جو غالب نے اس قصیدے میں اختیار کیا ہے مبتذل محسوس ہوتا ہے ۔ اس کے علاوہ 'شراب، کے ساتھ 'فنجان، کا تلازمہ بھی ضعیف ہے ۔ یہاں غالب 'ابریق، لاسکتے تھے یا فنجان کے بجائے 'پیمانہ‌اش، کہہ سکتے یا پھر 'سغراق، باندھتے، جس میں غرابت سہی مگر ابتذال تو نہ ہوتا ۔

قصیدہ : ۴

غالب نے یہ قصیدہ نواب کلب علی خاں والی رامپور کی
مسند نشینی (جمعہ ۲۳ ذیقعدہ ۱۲۸۱ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۸۶۵ء)
کی تہنیت میں لکھ کر بھیجا تھا۔ اس قصیدے کی تصنیف کا سنہ
۱۲۸۱ھ (۱۸۶۵ء) اور مہینہ ذی الحجہ (اواخر اپریل و ماہ مئی)
ہے اور تاریخیں ۱۰ ذی الحجہ (۶ مئی اور ۲۸ ذی الحجہ
(۲۴ مئی) کے درمیان ہو سکتی ہیں۔ یکم ذی الحجہ (۲۷ اپریل)
کو غالب نے نواب صاحب کو نواب فردوس مکاں کی تعزیت اور
ان کی مسند نشینی کی تہنیت کا خط بھیجا تھا (مکاتیب غالب،
حواشی، ص ۱۳۲، متعلقہ ص ۴۳، حاشیہ ۱)۔ پھر ۱۰ ذی الحجہ
(۶ مئی) کو ایک خط لکھا تھا جس کے ساتھ ایک دعائیہ مئی
رباعی بھیجی تھی (ایضاً متن، ص ۳۶)۔ مسند نشینی کی تہنیت
میں قصیدہ اب تک بھی نہیں بھیج سکے تھے، بلکہ اس میں اتنی
تاخیر ہوئی کہ محرم بالکل قریب آ گیا اور یہ قصیدہ ذی الحجہ
کی بالکل آخری تاریخوں میں بھیجا گیا۔ اسی لئے یکم محرم (۱۲۸۲ھ
مطابق ۲۷ مئی ۱۸۶۵ء) کو انھوں نے نواب صاحب کو خط
لکھا اور اس میں احتیاطاً یہ الفاظ لکھے ''تہنیت نامہ [مورخہ یکم
ذی الحجہ مطابق ۲۷ اپریل] ارسال کر چکا ہوں۔ جواب [مورخہ
۵ ذی الحجہ ۱۲۸۲ھ مطابق یکم مئی ۱۸۶۵ء] پا چکا ہوں۔
قصیدے کا لفافہ ارسال کیا ہے۔ یقین ہے کہ پہنچ گیا ہو گا
[یعنی محرم سے پہلے پہلے]۔'' اس کے معنی یہ ہیں کہ قصیدہ
انھوں نے تین چار دن پہلے ہی بھیجا تھا۔

قصیدہ : ۳

غالباً یہ پورا قصیدہ، اور یقینی طور پر اس کے سات شعر :
۳ تا ۶، ۱۱، ۳۵، غالب نے ۲۶ نومبر ۱۸۶۴ء کا دن گذر کر
چار گھڑی رات گئے نواب یوسف علی خاں والی رامپور کا خط ملنے
پر، جس میں اُن کے غسل صحت کی اطلاع تھی' رات کو بیٹھ کر
کہے تھے اور ۲۷ نومبر کو اپنے خط (شمارہ ۹۳، مکاتیب غالب،
ص ۲۹) کے ساتھ نواب صاحب کو بھیجے تھے - تفصیل کے لئے
دیکھیں عرشی صاحب کے متعلقہ حواشی(ایضاً، ص ۱۳۹) - عرشی
صاحب نے خیال ظاہر کیا ہے کہ غالب نے یہ سات شعر پورے
قصیدے سے منتخب کر کے بھیجے ہونگے -

۱، ۲ : عید سے عید غدیر مراد ہے جس کا دن ۱۸ ذی الحجہ
ہے- (تفصیل کے لئے دیکھیں 'الغدیر، تالیف عبدالحسین احمد النجفی،
نجف اشرف ۱۹۴۵ء) مطلع میں اور بعد کے چند اشعار میں لفظ 'غدیر،
کو جس کے لفظی معنی آبگیر کے ہیں مراعاۃ النظیر کی بنیاد بنایا
ہے - 'برهمه امیر، کا اشارہ ''من کنت مولاہ فهذا علی مولاہ،،
کی طرف ہے (ایضاً)

۱۰ : لفظ 'هجیر، کی بحث قطعہ ۴۰ کے تعلیقی اشارات میں
صفحہ ۱۸۲ پر آچکی ہے -

۱۳ : ناظم : نواب یوسف علی خاں فردوس مکان کا تخلص -

۱۴ : دوسرے مصرعے میں نواب صاحب کے نام کی طرف لطیف
اشارہ ہے -

(اضافات ج : قصیدہ ۲، سبد چین غ : قصیدہ ۴، سبد چین م :
قصیدہ ۴، باغ دو در : ورق ۲۲ الف)

اسی موقع پر کہا گیا ہو گا ۔

مثنوی ابر گہر بار مطبوعہ اکمل المطابع دہلی، ۱۲۸۰ھ کے آخر میں غالب کے جو دو قصیدے درج ہیں، ان میں یہ پہلا قصیدہ ہے ۔ پھر یہ سبد چین میں بھی شامل کیا گیا ۔

(اضافات ج : قصیدہ ۱؛ سبد چین غ : قصیدہ ۱؛ سبد چین م : قصیدہ ۱؛ باغ دو در : ورق ۱۸-الف)

قصیدہ : ۲

یہ قصیدہ بھی، جو لارڈ جان لارنس، گورنر جنرل (۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۸ء) کی مدح میں ہے، پہلے قصیدے کی طرح مثنوی ابر گہربار کی جداگانہ اشاعت میں شامل تھا اور اس کے بعد سبد چین میں درج کیا گیا ۔

(اضافات ج : قصیدہ ۲؛ سبد چین غ و سبد چین م : قصیدہ ۲؛ باغ دو در : ورق ۱۹-الف)

یادداشت : بیت ۴۰ میں کونسل، جو بفتح سین باندھا گیا ہے، تصرف شاعرانہ نہیں ہے، البتہ اردو کے تلفظ کے مطابق ہے، جسے غالب نے فارسی میں بھی استعمال کیا ہے ۔ غالب کے زمانے میں اردو میں اس لفظ کا عام تلفظ یہی تھا، بلکہ یہ تلفظ بیسویں صدی تک بھی پہنچا اور بعض حلقوں میں رہا، لیکن انگریزی تعلیم عام ہو جانے کے بعد کونسل یا کؤنسل (بکسر سین) کو عام رواج حاصل ہو گیا ۔

تفصیل کے لئے دیکھیں حواشی مکاتیب غالب ص ۱۲۵ نیز آثار مالوہ ۔

(اضافات ج : مثنوی ۱، سبد چین غ : مثنوی ۱، سبد چین م : مثنوی ۱، باغ دو در : ورق ۱۶ ب)

مثنوی : ۲

۱ : وفا جوہر جواہر سنگھ جوہر کو کہا ہے ۔

۱۳ : پدر یعنی رائے چھجمل کھتری

۱۸ : بمادر بمعنی پیش مادر یا پہلوی مادر، لیکن اس معنی میں ب کا استعمال بجائے یا یہاں غلط ہے۔ اس لئے کہ نشستن کے فعل کے ساتھ ب اس معنی میں نہیں آسکتا ۔

۲۵ : نیر یعنی نواب ضیاء الدین احمد نیر رخشاں، عارف اور یعنی نواب زین العابدین عارف ۔

یہ مثنوی جناب قاضی عبدالودود صاحب نے مآثر غالب (ص ۱۱) میں درج کی ہے ۔ نیز دیکھیں متعلقہ حاشیہ، مآثر، ص ۵۱۔

(اضافات ج : مثنوی ۲، باغ دو در : ورق ۱۷۔الف)

قصیدہ : ۱

یہ قصیدہ لارڈ الگن (Lord Elgin) کی مدح میں ہے، جن کا نام دسویں شعر میں مذکور ہے، لارڈ الگن (ارل آف الگن ۔ Earl Of Elgin) ۱۸۶۲ء میں گورنر جنرل رہے تھے ۔ ۱۸۶۳ء میں میرٹھ میں ان کا دربار ہوا تھا ۔ (اخبار عالم نمبر ۱۳ جلد ۵) ۔ یہ قصیدہ

ترجیع بند

یہ ترجیع بند جو تیسرے بند کے دوسرے شعر کی تصریح کے مطابق ۱۸۶۶ء میں کہا گیا گورنر جنرل ' سرجان لارنس (Sir John Lawrence) کی مدح میں ہے، جو بعد میں لارڈ لارنس ہوئے - انکی عہدہ داری کا زمانہ ۱۸۶۴ء سے شروع ہو کر ۱۸۶۹ء میں ارل آف میو (Earl of Mayo) کے عہدہ دار ہونے تک ہے - ۱۸۶۶ء میں آنکی کلکتے سے آمد پر اہل دھلی کے لئے دربار انبالے میں ہوا تھا - غالب کو بلایا گیا تھا ، لیکن وہ جا نہیں سکے تھے - غالب کے خط ۹۶ (خطوط ، مہر، ص ۱۹۲؛ اردوئے معلی، خط ص ۱۰) میں اسکا ذکر ہے - اس خط میں غالب نے تاریخ چہار شنبہ ۱۳ رمضان درج کی ہے ، جو ۱۲۸۲ھ میں واقع ہوئی ہے اور ۳۱ جنوری ۱۸۶۶ء سے مطابقت رکھتی ہے مزید تصدیق کے لئے دیکھیں اخبار عالم، میرٹھ ، شمارہ ۰ جنوری ۱۸۶۵ء -

(انتخاب ج ، سبد چین غ ' سبد چیں م ؛ ترجیع بند بہ ایں دودر : ورق ۵۱ب)

مثنوی : ۱

۱، ۲ : اس مثنوی نما قطعے کے ممدوح نواب بہیرالدولہ وزیر الملک محمد علی خان بہادر صولت جنگ والی ٹونک ہیں

۷ : نواب صاحب جنوری ۱۸۶۵ء کو مسندنشین ہوئے تھے -

۹ : مادۂ تاریخ "اختر نیک" سے ۱۲۸۱ سال ھجری حاصل ہوتا ہے ، جس کی مطابقت یہاں مذکورہ بالا سال سے مقصود ہے -

اس ''اسیرے'' کو ''فارسی نظم کے سرمائے میں بیش بہا اضافہ'' قرار دیا ہے (ذکر غالب، ص ۶۳) غالب کی شخصیت اور فکر و فن کے مطالعے کے لئے آنکی اس شعری تخلیق کا مبسوط تنقیدی جائزہ بہت مفید ثابت ہوسکتا ہے، اور غالب کی شاعری میں ایک نئے موڑ کا سراغ لگانے میں مدد دے سکتا ہے، کہ کس طرح یہ حادثہ ''غازۂ روی ہنر'' ثابت ہوا ۔

بند : ۱ بیت، : ۱۰ : ''بشما ہمدم و ہمراز کنم''۔اس نحوی سیاق میں ''بہ'' کے بجائے ''با'' چاہئے تھا، جیسا کہ وفائی کے اس شعر میں ہے:۔

کسی کو با بت شیرین زبان ہمراز و ہمدم شد
بغیر حرف او از ہر چہ لب بربست ابکم شد

بند : ۴، آخری بیت : مصطفیٰ خان یعنی نواب مصطفی خان شیفتہ ، جنھوں نے غالب کی اس مصیبت میں دوستی کا حق ادا کیا تھا ۔

بند : ۵، بیت : ۱۰ : اس سال یعنی ۱۸۴۷ء میں عیدالضحی ۱۹ نومبر کو اور عید رمضان (عیدالفطر) ۲۲ ستمبر کو تھی۔

بند : ۶ : بیت : ۵ : ''پیوند بہم'' ۔ یہاں 'بہم' کے بجائے 'باہم' چاہئے تھا ۔

یادداشت: یادگارغالب میں غالب کے حادثہ اسیری کا سال ۱۲۶۳ھ غلط درج ہے۔ صحیح ۱۲۳۶ھ ہے (اضافات ج : ترکیب بند : سبد چین غ ؛ ترکیب بند ؛ سبد چین م : ترکیب بند ؛ باغ دودر: ورق ۱۲ الف)

ترکیب بند

یہ شاہکار نظم جو غالب کی ''قید فرنگ،، کے فنی حاصلات میں سے ہے، انکے ایام اسیری (۱) میں (یعنی اواخر ماہ مئی اور اواخر ماہ ستمبر ۱۸۴۷ء کے درمیان (۲)) وجود پذیر ہوئی، جیسا کہ خارجی اور داخلی شواہد سے ثابت ہے ۔ اس نظم کا تعارف سب سے پہلے خواجہ حالی نے کرایا اور اسکو اپنے تبصرے اور انتخاب میں نمایاں حیثیت دی ۔ (یادگار غالب، ص ۲۳) ۔ حالی نے اس ترکیب بند کو غالب کی ''عمدہ ترین،، نظموں میں شمار کیا ہے ۔ جناب غلام رسول مہر کی رائے میں یہ غالب کی ''ایک بہترین نظم،، ہے ۔ ظ انصاری نے کہا ہے ''جیل سے جو ۸۴ شعر کا ترکیب بند،، انھوں نے لکھا وہ جان و تن کی آزادی طلب کرنے والے شاعر کا ایسا کارنامہ ہے جس کی مثال دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں مشکل سے ملے گی شیخ [illegible] کا اندازہ ہے کہ پچھتر برس بعد اقبال نے مولانا محمد علی کی ''اسیری پر جو نظم لکھی اس پر غالب کے اسی زندان نامے کی کیفیت طاری ہے ۔،، (غالب شناسی، ص ۲۷) ۔ مانک رام صاحب نے غالب [illegible]

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھیں : یادگار غالب ص ۲۲؛ غالب ، مہر ، آٹھواں باب؛ مکاتیب غالب، دیباچہ (ص ۱۷ حواشی) ، ذکر غالب، ص ۲۶ ؛ آثار غالب ڈاکٹر شیخ محمد اکرام ص ۵۸ ؛ ہندوستانی اخبار نویسی ، ص ۲۵۶ ؛ نیز جناب مرتضیٰ حسین کا مقالہ : غالب اور قید ، آج کل، دھلی ، اپریل ۱۹۵۰ء ؛ گوپی چند صاحب نارنگ کا مقالہ: غالب اور حادثۂ اسیری، نقوش، لاھور، اگست ۱۹۶۰ء

(۲) غالب، مہر، ص ۱۸۷، حاشیہ ۔

زندگی کے ایک انقلابی نقطے کا پتہ دیتا ہے، بلکہ اس لئے بھی اہم ہے
کہ نظم میں اس عظیم شاعر کی یہ آخری نگارش ہے ۔ اس کے بعد
کی کوئی نگارش ہمارے علم میں نہیں ۔ اس قطعے کا ماخذ 'سبد
باغ دو در' ہے جو غالب کی فارسی نظم و نثر کے نایاب ذخیرے
پر مشتمل ہے ۔ میرے پاس اس مجموعے کا اصل نسخہ ہے جس کی
کتابت طباعت کی غرض سے مصنف کی زندگی میں ۱۲۸۳ھ (مطابق
۶۷ - ۱۸۶۶ء) میں شروع ہوئی تھی اور مصنف کی وفات کے ایک
سال چار مہینے بائیس دن بعد ۷ ربیع الآخر ۱۲۸۷ھ
(مطابق ۷ جولائی ۱۸۷۰ء) کو ختم ہوئی ۔ مگر اس مجموعے کے
طبع ہونے کی نوبت نہیں آئی ۔ 'سبد باغ دو در' غالب کا رکھا
ہوا تاریخی نام ہے جس سے آغاز کتابت کا سال ۱۲۷۳ھ حاصل
ہوتا ہے۔ جیسا کہ خاتمے کی عبارت میں درج ہے، کاتب نے یہ
نسخہ غالب کے شاگرد منشی ہیرا سنگھ کھتری کی فرمائش پر
لکھا تھا ۔ یہ منشی ہیرا سنگھ حوض قاضی کے قریب گندھی گلی
میں رہتے تھے۔ نسخے میں بعض اشارات سے قیاس ہوتا ہے کہ اسکا
بیشتر حصہ غالب کی نظر سے گزرا تھا ۔

یادداشت : سبد چین (مرتبہ مالک رام صاحب) میں سولہ
قطعات، از قطعہ ۳۵ تا قطعہ ۵۰ زائد ہیں، جو نہ غالب کی مرتبہ
سبد چین میں ہیں نہ باغ دودر میں ہیں ۔ یہ قطعات اردوئے معلی
اور دوسرے مطبوعہ ماخذوں سے لئے گئے ہیں۔

دم واپسیں برسر راہ ہے
عزیزو اب اللہ ہی اللہ ہے

حکیم محمود خاں مرحوم اور حکیم احسن اللہ خاں مرحوم ، یہ دونوں بزرگ جن کی شخصیتیں طبابت اور ثقاہت کے کمالات کی جامع تھیں اس توبہ کے محرک تھے اور اعزا کی سخت نگرانی جس کی طرف قطعۂ تاریخ میں اشارہ ہے اس توبہ کی محافظ تھی ۔ غالب کی رندانہ شوخی اس 'انابت نامے' میں بھی قائم ہے جس نے پرھیز کو بے بسی اور بے زری کا عطیہ ظاہر کیا ہے اور توبہ کو امتناع کا رنگ دیا ہے ۔ بہرحال اس توبہ یا امتناع کے امتحانی دور کو ابھی کچھ کم تین مہینے گذرے تھے کہ غم گیتی جاں گسل ثابت ہوا ۔ ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء کو یہ آزاد مرد' قید حیات و بند غم سے رہا ہوگیا ۔ خواجہ حالی کا بیان ہے ''مرنے سے چند روز پہلے بیہوشی طاری تھی ۔ پہر پہر دو دو پہر کے بعد چند منٹ کے لئے افاقہ ہو جاتا تھا، پھر بیہوش ہو جاتے تھے''۔ ظاہر ہے کہ یہ حالت مسلسل ہونے تین مہینے کے ترک شراب سے ہوگئی ہوگی ۔ اب غالب کے سوانح نگار کا یہ مسئلہ شاید حل ہوسکے کہ ''غالب اگرچہ ہمہ تن مجموعۂ امراض بن چکے تھے لیکن یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ موت کا فوری سبب کونسا مرض بنا''۔

یہ قطعۂ تاریخ غالب نے سہ شنبہ یکم شعبان ۱۲۸۵ھ (مطابق ۱۷ نومبر ۱۸۶۸ء) سے ترک شراب کی تقریب میں شب ہفتم شعبان ۱۲۸۵ھ (مطابق شب بست و سوم نومبر ۱۸۶۸ء) کو نظم کیا تھا۔ یہ منظومہ نہ صرف اس ہم لئے اہم ہے کہ غالب کی

ٹوٹتی رهی، کبھی 'روز ابر' میں کبھی 'شب ماهتاب' میں، کبھی 'هوس طبیعی' کے هاتھوں، کبھی 'هیجان قوت غضبی' کی 'تسکین' کی خاطر، کبھی 'اک گونه بیخودی' کی غرض سے، کبھی 'دوری احباب' کا غم غلط کرنے کے لئے، کبھی 'غم گیتی' کو گوارا بنانے کیلئے ۔ چنانچه اس فسخ عزائم' کو اسکے حساس ضمیر نے خود بیان کیا هے:

یک روز به ترک باده گویی غالب
رخ روز دگر به باده شویی غالب

زین توبهٔ بے بقا چه جویی غالب
توبه ذب توبه است گویی غالب (۱)

مگر سه شنبه ۱۷ نومبر ۱۸۶۸ء کی توبه جسکو اس نے خود اتنی اهمیت دی که ایک هفتے کے کامیاب پرهیز پر اس توبه کی تاریخ کہی یقیناً تا دم مرگ قائم رهی هوگی ۔ به اس کی آخری علالت کا زمانه تھا اور اکثر یه شعر ورد زبان رهتا تھا ع :

---

۱ ۔ به غیر مطبوعه رباعی میں نے غالب کے کلیات فارسی قلمی ۱۸۶۱ء سے نقل کی هے جو کتابخانه ریاست عالیه رامپور میں محفوظ هے ۔ اسکے لئے میں ناظم کتابخانه مولانا عرشی صاحب کا ممنون هوں ۔ موصوف نے یه بھی بتایا که یه رباعی غالب کے اپنے قلم کی لکھی هوئی هے ۔

(۲) ۔ قطعه تاریخ میں دو تین سے مراد شاید یهی دو بزرگ هیں۔ نواب زین العابدین عارف مرحوم کی نواسی محترمه حمیده سلطانه صاحبه کے بیان سے اس خیال کی تائید هوتی هے ۔

کہ ۱۲۸۵ء ہے - جب ''خجستہ فرزند،، کے اعداد میں سے ۱۲۸۵
لے لئے جائیں تو ایک سو چوبیس بچتے ہیں - ان کو میں نے
دعائے عمر مولود قرار دیا - حق تعالیٰ اس مولود کو تمہارے
سامنے عمر طبیعی کو پہنچائے-،،

اس خط کے حاشیے میں جناب مہر صاحب نے اشارہ کیا ہے
کہ یہ خط اگست ۱۸۶۸ء کے بعد کا ہونا چاہئے -

(اردوئے معلی، حصہ اول، ص ۱۸۰، خطوط مہر، ص ۳۲۰،
باغ دودر: ورق ۱۲ - الف)

۴۴

یہ بھی سابقہ قطعے (۴۳) کی طرح سورت کے رئیس سید امداد
علی خاں بہادر وفا کے فرزند ارشاد حسین خاں کی ولادت کا قطعہ
تاریخ ہے - ارشاد حسین خان سے سال ہجری ۱۲۸۵ اور 'خجستہ رح'
سے عیسوی سال ۱۸۶۸ء حاصل ہوتا ہے -

(باغ دودر: ورق ۱۲ - الف)

۴۵

یہ قطعہ راقم الحروف نے رسالہ ' آجکل، (نشریہ دھلی، شمارہ
۱۵ - مئی ۱۹۴۷ء) میں ایک تعارفی یادداشت کے ساتھ شائع کیا تھا،
جسکی باز نوشت ذیل میں درج کی جاتی ہے - اس تحریر کے متن
یا حواشی میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی ہے -

غالب نے ترک شراب کی کئی دفعہ کوشش کی، مگر یہ توبہ

یوسف کی صاحبزادی عزیزالنسأ زوجہ غلام فخر الدین چار بچوں کی ماں تھیں ۔ یہ بات اس، کے ساتھ کامل توافق رکھتی ہے کہ اس وقت میرزا یوسف کی شادی کو تقریباً اکتالیس برس گذر چکے تھے اور انھیں دیوانہ ہوئے تیس برس ہوئے تھے ۔

یہ شادی بھی غالب کی شادی کی طرح دھلی میں ہوئی تھی ۔ فاضل گرامی مالک رام صاحب نے سرکاری دستاویزوں سے تحقیق کرکے معلوم کیا ہے کہ میرزا یوسف کی شادی لاڈو بیگم سے ہوئی تھی، جو سیدانی تھیں اور ان کا خاندان فراشخانے (شہر دھلی) میں آباد تھا ۔ (نوائے ادب، بمبئی شمارہ اپریل ۱۹۵۹، مقالہ بعنوان میرزا یوسف)

۵ : شمول : یہاں اس لفظ کا استعمال فارسی محاورے کے لحاظ سے غلط ہے ۔ اس کے بجائے غالب 'وجود، یا 'نفوذ، کہہ سکتے تھے ۔

(باغ دودر : ورق ۱۲ ۔ الف)

۴۳

یہ سورت کے نواب سید ابراھیم علی خاں وفا کے فرزند ... حسن خاں کی ولادت کا قطعہ تاریخ ہے ۔ یہ قطعہ اور ...کے ساتھ ایک رباعی جو باغ دودر کی رباعیات میں بشمارہ ۲۰ شامل ہے ... کو اپنے ایک اردو خط میں درج کرکے ... خط ۵) غالب نے اپنے خط میں ... کی ہے: ''یہ تو ظاھر ہے

(مطابق یکم ستمبر ۱۸۱۲ء) دوسری سه شنبه ۲۳ شعبان ۱۲۳۲ (مطابق ۸ جولائی ۱۸۱۷ء)۔ ہماری نظر میں شادی کی تاریخ ان میں سے پہلی تاریخ ہے، اس لئے کہ یہ تاریخ غالب کی شادی سے زیادہ دور نہیں، بلکہ ان دونوں شادیوں میں اتنا ہی فصل رہ جاتا ہے جتنا دونوں بھائیوں کی عمروں میں تھا۔ غالب کی شادی اکبر آباد سے دہلی آنے پر ۱۲۲۵ھ (مطابق ۱۸۱۰ء) میں مانی گئی ہے۔ غالب اور مرزا یوسف کے حالات اور مشرقی رسوم روایات کا تقاضا بھی یہی تھا کہ چھوٹے بھائی کی شادی غالب کی شادی کے بعد جلد از جلد انجام پائے۔ اس بنا پر تیسری امکانی تاریخ سه شنبه ۲۲ مارچ ۱۲۳۰ھ خارج از بحث ہو جاتی ہے اور دوسری مذکورہ تاریخ کا بھی امکان نہیں رہتا، خصوصاً اس بنا پر کہ یہ دوسری تاریخ جولائی میں پڑتی ہے، جو دہلی میں شدید گرمی اور حبس کا زمانہ ہے۔ برخلاف اسکے پہلی مذکورہ تاریخ ستمبر کی ہے، جس میں اعتدال خریفی واقع ہوتا ہے اور وہ موسم ہوتا ہے کہ دم باد سحر، 'فیض شمول نکہت گل' سے 'مشکبار' ہوسکتا ہے، یعنی [illegible] کیفیت ہوسکتی ہے جو اس قطعے کے پانچویں شعر میں بیان ہوئی ہے۔ جولائی کے مہینے میں دلی کی گلیاں پھولوں کی [illegible] سے مہکیں، یہ قابل تصور نہیں۔ اسکے علاوہ [illegible]

۲ - ۱۲۱۴ھ اور ۱۲۴۴ھ کی درمیانی مدت میں تاریخیں اور ہیں جن میں ۲۲ شعبان دو شنبے کے دن [illegible] ۷ ستمبر ۱۲۱۶ھ، ۵ نومبر ۱۲۱۹ھ، ۲۱ مارچ ۱۲۴۰ [illegible] تاریخیں غالب کی شادی سے پہلے ہیں اور ویسے بھی [illegible] شادی ان تاریخوں میں قابل تصور نہیں۔ تیسری تاریخ [illegible] کی شادی سے بہت زیادہ دور ہے۔ اس لئے یہ [illegible] خارج از بحث ہیں۔

۴۲

یہ قطعہ غالب کے چھوٹے بھائی میرزا یوسف کی شادی کا منظوم رقعہ یعنی دعوت نامہ ہے۔ میرزا یوسف غالب سے دو سال چھوٹے تھے (دستنبو ص ۱۹۷)۔ اس طرح ان کا سال ولادت ۱۲۱۴ھ قرار پاتا ہے۔ تیس سال کی عمر تک وہ اچھے رہے اور اس کے بعد سے ان کی عمر کے تیس سال دیوانگی کی حالت میں گذرے (ایضاً) اور ان کی موت[1] ساٹھ سال کی عمر میں ۱۷ اکتوبر ۱۸۵۷ء (شب بیست ونہم ماہ صفر ۱۲۷۴ھ) کو واقع ہوئی۔ (دستنبو ص ۲۰۰) اس حساب سے میرزا یوسف کی شادی ۲۹ صفر ۱۲۴۴ھ سے پہلے کی مدت میں ہوئی ہوگی۔ اس قطعے میں کہا گیا ہے کہ اس تقریب کی بزم نشاط دو شنبہ ۲۲ ماہ شعبان کا دن گذر کر (سہ شنبہ ۲۳ ماہ شعبان کی) شب میں منعقد ہوگی اور دوسرے دن صبح کو برات دولہن کے گھر روانہ ہوگی اور اسی دن دولہا کے گھر واپس آئے گی، جہاں مہمانوں کی پذیرائی کی جائے گی۔

اس بات کو نظر میں رکھتے ہوئے کہ میرزا یوسف کی شادی قاعدۃً غالب کی شادی کی طرح تیرہ سال کی عمر میں یا اسکے کچھ بعد ہوئی ہوگی، اس تقریب کی امکانی تاریخیں از روئے تقویم صرف دو (۲) قرار دینی ہونگی، ایک سہ شنبہ ۲۳ شعبان ۱۲۲۷ھ

۱۔ تفصیل کیلئے دیکھیں ذکر غالب، ص ۳۷، مالک رام صاحب کا مقالہ: میراز یوسف، نوائے ادب، بمبئی، شمارہ اپریل ۱۹۵۹ء۔

ص ٦٦، به ترتیب)

انتقال کردن، بمعنی وفات یافتن یا رحلت کردن فارسی محاور
نہیں ۔ یہ اردو کے محاورے، انتقال کرنا، کا تقلیدی ترجمہ ہے
خود اردو میں 'انتقال، ہندی کے انت کال ('انت، بمعنی آخرو خاتمہ
'کال، بمعنی وقت ومدت) کی تشابہی تعریب ہے، جیسے اس عالم سے
دوسرے عالم میں منتقل ہونے کے تصور سے وجہ جواز ملگئی
فارسی میں 'انتقال، نہیں 'ارتحال، ہے اور 'رحلت، اور دوسرے
متعدد مترادفات ۔ خود عربی زبان میں بھی 'انتقال، وفات کے لئے
استعمال نہیں ہوتا ۔ غالب یہ مصرعہ یوں کہہ سکتے تھے :

''رفت چون ناظر وحید الدین ز دنیا سوی خلد،،

غالب کے مصرعے میں 'کرد چون، بھی بد آہنگ تعقید ہے
ورنہ یوں بھی ٹھیک ہوتا : ''کرد چون ناظر وحید الدین
دنیا ارتحال،، اس کے علاوہ اور بھی متعدد صورتیں ممکن تھیں مثلا
''بست چون ناظر وحید الدین ز دنیا رخت خویش،، وغیرہ وغیرہ

وحید الدین احمد فتح دھلی کے بعد ایک موقع پر مسجد میں
نماز پڑھتے ہوئے کسی سپاھی کی گولی سے مارے گئے تھے (حیات
جاوید، ص ۸۸)

مادۂ تاریخ میں 'ناظر وحید الدین، کے اعداد ۱۲۷۵ھ
'سرزاری، یعنی 'ز، کے ۷ عدد کا تخرجہ ہے جس کا قرینہ
'پرند، ۔ اس طرح سال وفات ۱۲۶۸ھ حاصل ہوتا ہے جس
مطابقت ۱۸۵۷ سے ہے ۔

(اضافات ج : حاشیہ ص ۳۴، ق۱، باغ دو در : ورق ۱۱۴

پس منظر میں اس لفظ کے فراموش شدہ معنی بھی جھلک دکھاتے نظر آتے ہیں جیسا کہ اس شعر میں ہے:

سیرت به برج لهو و طرب باد سال و ماه
با طلعت چومهر هجیر اندر آسمان

ھدایت نے یہ شعر سوزنی سمرقندی کے نام سے درج کر کے لکھا ہے ''ولی درین شاهد تامل است،، یہ شاید اس وجہ سے کہ یہ شعر سوزنی کے دیوان میں نہیں ہے ۔ ویسے اسی زمین (نیر و ھجیر قافیہ اور 'اندر آسمان، ردیف) میں ایک قصیدہ دیوان سوزنی میں ہے: ای از کمال قدر تو نیر اندر آسمان (در مدح علیؒ بن احمد) (اضافات ج : حاشیہ ص ۲۹، باغ دو در: ورق ۱۱ب ۔)

ن د

۴۱

۱ : ناظر وحید الدین سے مراد ھیں سرسید کے بڑے ماموں، نواب مختارالدولہ وحید الدین احمد خان بہادر، جو نواب دبیرالدولہ امین الملک خواجہ فرید الدین احمد خان بہادر مصلح جنگ وزیر اکبر شاہ ثانی کے خلف اکبر تھے، اور مرزا جہانگیر کے بیٹے تیمور شاہ کی سرکار میں مختار تھے ۔ (حیات جاوید ص ۸۸) ۔ ناظر کہلاتے تھے ۔

وحید الدین احمد، کے بجائے صرف 'وحید الدین، بھی کہہ سکتے ھیں، چنانچہ غالب نے علاءالدین احمد، شہاب الدین احمد، امین الدین احمد اور ضیاء الدین احمد نام جزو آخر کے بغیر استعمال کئے ھیں (دیکھیں خطوط، مہر، ص ۴۸، ص ۵۳، ص ۵۷،

'جہر' اوستائی زبان میں ہے چثرہ ۳ (بکسرہ جیم فارسی و سکون ثائے مثلثہ و ہای مختفی بطور علامت فتحہ ماقبل - فارسی خط میں) بمعنی چہرہ، بلکہ 'چہرہ' اسی قدیم 'چثرہ' کی جدید صورت ہے، جو فارسی دری میں رائج ہوئی - بعض زبانشناسوں نے اس لفظ میں 'ث' کے بجائے 'تھ' (بتائے مخلوط الہا) بھی پڑھا ہے - غرض 'ہجیر' دراصل بضمہ اول ہے اور اسکے لفظی معنی یا اصلی معنی ہیں 'خوب جہر' - پہلوی زبان میں یہی لفظ 'ہوچہر' کی صورت میں ملتا ہے، چنانچہ دینکرت میں یوسٹی نے اسکی نشاندھی کی ہے (دینکرت جلد ۲، ص ۱۵ و ص ۸۸) - فارسی دری میں 'ہجیر' کے مفہوم کا دوسرا جزو یعنی 'جیر' بمعنی 'چہرہ' معنوی لحاظ سے روپوش ہوگیا اور اس لفظ میں صرف خوب و زیبا و پسندیدہ و زبدہ و خلاصہ کے معنی نمایاں رہے، جو فرہنگوں میں درج ہیں، مثلاً برہان قاطع، فرہنگ انجمن آرای ناصری اور فرہنگ آنند راج میں۔ غالب نے یہ لفظ اسی مستحدث معنی میں استعمال کیا ہے - متقدمین کے ہاں بھی اسی معنی میں (۵) آیا ہے، لیکن قدماء کے اشعار میں کہیں کہیں لفظی رعایتوں کے

۳ - اوستا میں یشت ۱۳ کے فرگرد ۱۴ میں 'ہچثرہ' لفظ آیا ہے (Wolffe مترجمہ Avesta)

۵ - فارسی میں 'ہجیر' کے ایک اور معنی بھی ہمیں ملتے ہیں: دوپہر یا دن چڑھے، جو لفظ کے ابتدائی معنی سے مشتق ہیں یعنی ایسا وقت جب 'چہرۂ آفتاب' پورے طور پر ضوفشاں ہو - عبدالواسع جبلی کے اس شعر سے یہی معنی مستنبط ہوتے ہیں:

خلق او گہ لطافت چون نسیم اندر صباح
خشم او گاہ عداوت چون سموم اندر ہجیر

(دیوان عبدالواسع جبلی ص ۱۶۸)

بمشکل چند مثالیں ملتی ہیں جہاں یہ استعمال ہوا ہے ۔ البتہ اسم خاص کے طور پر ایران میں اب بھی ملتا ہے۔ شاہنامے میں بھی صرف اسم خاص کے طور پر آیا ہے ۔ گودرز کے بیٹے کا نام ہے جسے سہراب نے سفید دژ کی فصیل کے نیچے زندہ گرفتار کیا تھا :

هجیر دلاور میان را ببست برآن بارهٔ تیزتگ بر نشست

اس اسم خاص کو بعض فرہنگوں میں مفتوح الاول بتایا گیاہے، لیکن یہ بھی بضمہ اول ہے جیسا، کہ ہدایت۱ اور یوسٹی۲ (Justi) نے وضاحت کی ہے ۔

'هجیر' مرکب ہے 'ہ' (مضموم) اور جیر سے ۔ 'ہ' 'ہو' کا مخفف ہے ۔ ہخامنشی کتبوں کی قدیم فارسی میں اور اوستائی زبان میں بھی 'ہو' تھا جو فارسی دری کا 'خوب' ہے۔ 'ہ' سابقے کے طور پر بعض فارسی الفاظ میں محفوظ رہا، جیسے یہی 'هجیر' اور اس کے علاوہ 'ہویدا'، یعنی 'خوب پیدا'، مترادف آشکارا ۔ بعض دوسرے لفظوں میں اس 'ہ' کا ابدال 'خ' سے ہوگیا، جیسے خجستہ یعنی 'خوب جستہ'، مترادف مبارک ۔ 'هجیر' کی بھی دوسری صورت 'خجیر' فارسی میں ہے ۔ 'هجیر'، 'خجیر'، اور اسی کی ایک اور صورت ہے 'ہژیر'۳ ۔ یہ تینوں 'برہان قاطع' میں مذکور ہیں، اور حرف اول کی حرکت کے اختلافات بھی ظاہر کئے گئے ہیں ۔

---

۱ ۔ فرہنگ انجمن آرای ناصری ۔

۲ ۔ Iranisches Namenbuch

۳ ۔ یہ لفظ ناصر خسرو کے ہاں استعمال ہوا ہے ۔ دیکھیں تحلیل اشعار ناصر خسرو ص ۲۷۸

۳۹

۲ : براق : برق سے مشتق ہے ۔ صحاح جوہری میں ہے
"براق اس حیوان چہارپا کا نام ہے جو شب معراج
سیدنا رسول اللہ صلعم کا مرکب تھا ۔ حدیث معراج میں اسکا
آیا ہے ۔ براق کی وجہ تسمیہ شوخی رنگ اور کمال آب و
ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سرعت حرکت میں برق کی مانن
ہے، اس لئے براق کہلایا ۔،، لسان العرب میں اسکے علاوہ برا
کو مرکب انبیاً بھی بتایا گیا ہے اور یہ قول بھی نقل کیا گیا
کہ براق فرس جبریل کا نام ہے ۔

رفرف : لسان العرب میں ہے کہ رفرف حدیث معراج
'بساط' کے معنی میں ہے، اور یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے
رفرف کے اصل معنی ریشم وغیرہ کے باریک کپڑے کے تھے
بہت عمدہ بنا ہوا ہو ۔ پھر یہ لفظ اتساع کے طور پر بساط
معنی میں استعمال ہونے لگا ۔ نہایہ ابن اثیر میں ہے کہ یہ
چادر کے معنی میں حدیث وفات رسول اللہ صلعم میں بھی آیا ہے
مجمع بحارالانوار میں یہ بھی ہے کہ اس سے مراد شہپر جبریل
بھی ہوسکتے ہیں ۔

(اضافات ج : حاشیہ ص ۲۹ ق ۱، باغ دو در : ورق

۴۰

۱ : ہجیر : بضمہ اول اور بیای معروف ۔ یہ لفظ یہاں نامانو
سا ہے۔ قصیدے کی زبان میں اس کے استعمال کی گنجائش ہو سکتی ہے
لیکن اس صنف سخن میں بھی یہ قلیل الاستعمال ہے ۔ قدماء کے ہا

۳۸

یہ قطعہ غالب نے نواب میر غلام باباخان بہادر سورتی کی ایک مقدمے میں کامیابی کا حال بمبئی کے ایک اخبار میں پڑھکر نظم کیا تھا اور ایک خط میں درج کرکے انہیں بھیجا تھا (اردوے معلّی، حصہ اول، ص۸، خط۷، خطوط، مہر،ص۶۱۴ و ص۷۱۴،خط۸)''ظفر نامہ ابد،، مادۂ تاریخ ہے جس سے سال ہجری ۱۲۸۳ حاصل ہوتا ہے جو ۱۸۶۶ء اور ۱۸۶۷ء سے مطابقت رکھتا ہے۔ مذکورہ خط میں تاریخ درج نہیں ہے، البتہ مہر صاحب نے تاریخ مارچ ۱۸۶۷ء قرار دی ہے ۔ یقیناً یہ خط ۱۳ اپریل (۱۸۶۷ء) سے کچھ دن پہلے کا ہے، اس لئے کہ اس تاریخ کے ایک خط میں غالب نے میر موصوف کو لکھا ہے: ''میں بسبب فرط محبت اخبار میں تمھاری افزائش عزو جاہ دیکھکر خوش ہوا اور تم کو تہنیت دی ۔ ''ظفر نامہ ابد،، بہت مبارک لفظ ہے۔ انشاألله العظیم ہمیشہ مظفرومنصور رہو گے۔،، (اردوے معلی، حصہ اول ص۶ خط ۳؛ خطوط، مہر، ص ۷۱۴، خط ۹) مہر صاحب نے اپنے حاشیے میں بتایا ہے کہ یہ کامیابی ایک خاندانی مقدمے کی تھی ۔ (خطوط، ص ۷۱۴)۔

میر غلام بابا خان کے بارے میں دیکھیں مہر صاحب کے درج کردہ حالات (خطوط ص۱۱۴ و ص۱۲۴) اور مالک رام صاحب کا حاشیہ (تلامذۂ غالب ص ۱۵۶)۔

(اضافات ج : ق ۱۴؛ باغ دودر : ورق ۱۱ ب)

شاید اسی توارد کی وجہ سے اپنا یہ فارسی قطعہ غالب نے مثنوی ابر گہر بار کے ضمیمے، سبد چین اور دیوان فارسی میں شامل نہیں کیا، البتہ ایک اور فارسی قطعہ جو باغ دو در میں پندرھواں قطعہ ہے (ص ۱۲) اول الذکر دو مجموعوں میں درج ہے ۔ قیاس کہتا ہے کہ یہ مادہ تاریخ پہلے غالب نے نظم کیا ہوگا، جو بہادر شاہ کو پسند آیا اور انہوں نے غالب سے لے لیا اور اسے ایک مختلف انداز کے تعمیۂ ب کے ساتھ اردو میں باندھا، چنانچہ غالب نے اپنا یہ قطعہ عام نہیں کیا، لیکن بہادر شاہ کی وفات (۷ نومبر ۱۸۶۲ء) کے بہت بعد اپنے اس آخری مجموعے 'باغ دودر' میں محفوظ کردیا ۔ بہادر شاہ کے اس قطعے کا مادہ تاریخ اتنا اچھا نہ تھا جو انہوں نے فارسی میں کہا تھا ۔ خاص طور سے لوح قبر کے لئے 'ذوق جنتی' ہی نہایت مناسب تھا ۔ اسی لئے لوح پر مذکورہ اردو قطعہ کندہ کرایا گیا ۔

"ذوق جنتی" کے اعداد ۱۲۶۹ ہیں "ب" کے دو عدد بڑھا کر سال ۱۲۷۱ حاصل ہوتا ہے، جو ذوق کی وفات کا سال ہجری ہے ۔ بہادر شاہ کے فارسی قطعے کی مدد سے جس میں مہینے یعنی ماہ صفر کی تصریح ہے اس سال ہجری کی تطبیق ۱۸۵۴ء سے ہوتی ہے ۔ واقعات دارالحکومت دہلی (حصہ دوم ص ۵۴۷) میں ہے کہ پنجشنبہ ۲۴ ماہ صفر کو صبح ہوتے انتقال ہوا ۔ یہ تاریخ از روئے تقویم ۱۶ نومبر سے مطابقت رکھتی ہے اور اس طرح بہادر شاہ کے فارسی قطعے میں "شب چار شنبہ" عربی کے بجائے دیسی حساب کے مطابق ہے ۔

(اضافات ج : ق ۱۷، باغ دو در : ورق ۱۱ ب)

بانکی پور) جس کی کتابت ۱۲۵۴ھ (۱۸۳۸ء) میں ہوئی ہے انہی رائے چھجمل کا لکھا ہوا ہے ۔

(اضافات ج : ق ۱۶، باغ دو در : ورق ۱۱ـ الف)

۳۷

غالب کے اس قطعے میں مادہ تاریخ ''ذوق جنتی'' ہے، جس میں ''دل احباب'' یعنی ''ب'' کا تعمیہ ہے ۔ بہادر شاہ ظفر کے کہے ہوئے قطعے میں بھی جو اردو* میں ہے اور ذوق کی لوح قبر پر کندہ ہے مادہ تاریخ یہی ہے، جس میں ''بخشش اله'' کی ''ب'' کا تعمیہ ہے ۔ قطعہ یہ ہے :

طوطی ہند حضرت استاد ذوق نے
لی گلشن جہاں سے جو باغ جناں کی راہ

سال وفات جو کوئی پوچھے تو اے ظفر
کہہ ذوق جنتی ز سر بخشش اله

(دیکھیں واقعات دارالحکومت دھلی حصہ دوم (ص ۵۴۲ و ص ۵۴۳)

(*) ذوق کی تاریخ وفات کا ایک قطعہ بہادر شاہ نے فارسی میں بھی کہا تھا جو گلستان سخن (ص ۲۲۵) میں درج ہے :

شب چار شنبہ بماہ صفر
بحکم خداوند جان داد ذوق

ظفر روی اردو بناخن ز غم
خراشید و فرمود استاد ذوق

'موہن، اور 'من موہن، کار فرما ہیں، اور اسی طرف یہ لطیف اشارہ ہے - اس طرح اس قطعے کی تاریخ ۱۱ اگست ۱۸۶۵ء قرار پاتی ہے -

(اضافات ج : ق ۱۵، باغ دو در : ورق ۱۱-الف)

۳۶

رائے چھجمل کھتری، جواہر سنگھ جوہر اور ہیرا سنگھ درد کے باپ، غالب کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ جوہر کے نام باغ دو در کے ایک فارسی خط میں غالب نے کہا ہے ''چھجمل میرے دیرینہ دوست ہیں - ہر ہفتے دو تین دفعہ میرے پاس آتے ہیں اور بہت بیٹھتے ہیں۔ میرے انکے درمیان اگر کوئی جھگڑا تھا تو قمار بازی میں تھا اور اب وہ بساط اٹھ گئی ہے تو محبت ہی محبت ہے، کوئی نزاع نہیں،، (تحقیق نامہ، ص ۱۶- اس کے علاوہ دیکھو اشاریہ باغ دو در)

غالب نے جواہر سنگھ کے نام ۹ اپریل ۱۸۵۳ء کے ایک اردو خط میں لکھا ہے ''ہاں لالہ چھجمل اکثر بیمار رہتے ہیں - ان دنوں میں خصوصاً اس شدت سے نزلہ چھاتی پر گرا کہ وہ گبھرا گئے اور زلیست کی توقع جاتی رہی - بارے کچھ صحت ہو گئی ہے بھائی یہ آفتاب سر کوہ ہیں . . . . . ،،

(خطوط 'مہر، ص ۵٦۹ خط ۲)

رائے چھجمل کا انتقال ۱۲۷۷ھ (۱۸٦۰-٦۱ء) میں ہوا - سادہ تاریخ 'بسا دریغ، ہے -

غالب کے دیوان فارسی کا نسخہ (محفوظہ کتب خانۂ خدابخش،

یہ خیال ہوتا ہے کہ اس شعر کے پس منظر میں ضرور یہی دو جلسے ہیں، ایک صبح کا اور ایک شام کا جو ہملٹن کی کوٹھی پر ہوئے اور جن سے ایسی اہم سوسائٹی کے قیام اور کام کا آغاز ہوا ۔

اس قطعے میں جارج بحرکت حرف را استعمال ہوا ہے، یعنی بہ ای مفتوح، جو عام اردو تلفظ کے مطابق ہے ۔

(اضافات ج : ق : ۳۱، باغ دو در : ورق ۱۱ - الف)

۳۵

اگرچہ اس قطعے میں کوئی صراحت نہیں ہے کہ یہ ڈپٹی کمشنر کون تھے جن کے لئے یہ قطعہ کہا گیا، لیکن اس قرینے سے کہ یہ اس قطعے کے بعد درج ہے جو کرنل جارج ہملٹن، کمشنر دہلی کی مدح میں ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر ڈپٹی کمشنر سے مراد کیپٹن مکموہن (Captain Macmahon)، ڈپٹی کمشنر دہلی ہیں ۔ ہملٹن دہلی سوسائٹی کے سرپرست تھے اور مکموہن سکریٹری ۔ یہ قطعہ بھی غالب نے سوسائٹی کے دوسرے جلسہ میں پہلے قطعے کے بعد پڑھا ہوگا ۔ Macmahon کو سوسائٹی کی روداددوں میں 'مکموہن' لکھا ہے ۔ ان کے نام کا تلفظ اہل دہلی دیسی لفظ 'موہن' کے زیر اثر یونہی کرتے ہونگے ۔ قطعے کے دوسرے مصرعے میں ایک لطیف ایمائیت ہے جس سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ یہاں 'ڈپٹی کمشنر' سے مراد مکموہن ہیں، یعنی مصرعے کے یہ الفاظ "نقش نگین دل ماست نامش" بتارہے ہیں کہ 'مکموہن' کی رعایت سے غالب کے تخیل میں دیسی الفاظ

غالب نے اس طرح کی بات اپنی ایک اردو غزل کے اس شعر میں بھی کہی ہے:

نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یوں بے خبر سوتا
رہا کھٹکا نہ چوری کا، دعا دیتا ہوں رہزن کو

(اضافات ج ق ۱۳، سبد چین غ : ص ۳۹ م : ق ۳۳، ب غ ۵۰ د، ورق ۱۰ الف)

۳۴

کرنیل جارج ولیم ہملٹن (Col. George William Hamilton) جو اس قطعے کے ممدوح ہیں دھلی کے کمشنر تھے اور دھلی سوسائٹی کے بانی اور سرپرست۔ سوسائٹی کا پہلا جلسہ ان کی کوٹھی پر ۲۸ جولائی ۱۸۶۵ء کو صبح کے وقت ہوا تھا اور دوسرا جلسہ پھر انہی کی کوٹھی پر ۱۱ اگست ۱۸۶۵ء کو سہ پہر کو شروع ہو کر شام کے وقت ختم ہوا تھا، اور جیسا کہ ہم قطعہ (۳۲) کی بحث کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں اس دوسرے جلسے میں غالب بھی سوسائٹی کے رکن کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے (رسالہ دھلی سوسائٹی، نمبر ۱، ص ۱ و ص ۴ و ۵) غالب نے یہ قطعہ اس موقع پر پڑھا ہو گا، اور ممکن ہے فی البدیہہ کہا ہو(۱) قطعے کے دوسرے شعر میں انہوں نے ہملٹن کو 'صبح طرب' (مہر در خشاں) اور 'شام شرف' کا 'ماہ منور' کہا ہے۔ جس کی

---

(۱) سوسائٹی کے دوسرے جلسے کی روداد میں اس قطعے کا ذکر نہیں ہے۔ جلسہ ختم ہونے پر صرف ذاتی حرف و حکایت کے ضمن میں پڑھا ہو گا۔

مشابہ بہ فتحہ یا کسرہ کے ساتھ ادا کرینگے ۔ حرکت مختلسہ کا ذکر دانشگاہ تہران کے استاد دکتر پرویز ناتل خانلری نے اپنی کتاب ''تحقیق انتقادی در عروض فارسی،، (*) میں معیار الاشعار کے حوالے سے کیا ہے (ص ٦٢) ۔

حرکت مختلسہ وہی چیز ہے جسے جدید لسانیات میں 'neutral vowel' اور 'abnormal vowel' کہتے ہیں ۔

تتمہ : اس قطعے میں ''شناسندۂ ہندسہ،، سے مراد سرسید کے چھوٹے ماموں دبیرالدولہ نواب زین العابدین خاں بھی ہوسکتے ہیں جو اپنے والد خواجہ سید فرید الدین احمد کے بعد دہلی کے دوسرے مشہور ریاضی دان تھے - ۱۸۶۲ء میں مولانا حالی نے انھیں دہلی میں دیکھا ہے (حیات جاوید ص ۸۳) ۔

(اضافات ج : ق ۱۲، سبد چین غ : ص ۳۹، سبد چین م: ق ۳۲، باغ دودر : ورق ۱۰ ب)

۳۳

اس قطعے کا بنیادی مضمون وہی ہے، جو کسی کے اس فارسی شعر کا ہے، جو ضرب المثل ہے:

لنگکے زیرو لنگکے بالا نےغم دزد نے غم کالا

(*) اس کتاب کی دوسری اشاعت ''وزن در شعر فارسی،، کے نام سے ہوئی ہے ۔

تصور کردن وغیرہ سے فعل لا سکتے ہیں، لیکن فہمیدن سے نہیں۔ 'موجود فہمیدن، اردو کے 'موجود سمجھنا، کا لفظی ترجمہ اور فارسی میں خلاف محاورہ ہے۔

۲ : تنجیمی اصطلاحات کے لحاظ سے غالب نے اس مصرعے میں 'یا، غلط استعمال کیا ہے۔ برج حوت کی ابجدی علامت اہل تنجیم کے ہاں 'یا، ہے، جیسے 'یا، نہیں 'یا الف، کہتے اور پڑھتے ہیں اور غیر منقوط لکھتے ہیں۔ غیر منقوط اس لئے کہ اسے حرف 'ی، نہ سمجھ لیا جائے جس کا نام 'یا، ہے اور حساب جمل میں اس کے عدد دس ہیں، جبکہ 'یا، یعنی 'یا الف، کے عدد گیارہ ہیں۔ تنجیمی ارقام میں حرف 'یا، برج دلو کی ابجدی علامت ہے نہ کہ برج حوت کی اور یہ علامت یائے معکوس کی صورت میں یعنی بشکل 'ے، لکھی جاتی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیں شرح بیست باب تألیف ملا مظفر اور اس کے حاشیے میں مدخل تألیف خواجہ نصیرالدین محقق طوسی کا منظومہ (طبع تہران، ۱۲۷۶ھ)، جس کی متعلقہ بیت یہ ہے :

قوس 'ىر، 'ط، نشان جدی نہاد
دلو 'ے، 'یا الف، بہ ماہی داد

'جدی، کا تلفظ اردو میں عام طور پر جیم مفتوح دال مسکور اوریائے معروف سے کیا جاتا ہے۔ یہ اردو کا تصرف ہے کہ دال ساکن کو متحرک کر لیا اور یای صحیح کو یای علت معروف بنالیا ۔فارسی میں اس تصرف کا وجود نہیں۔ فارسی تلفظ میں دال اور یا دونوں ساکن ہیں ۔ 'یا، یائے صحیح ہے، حرب علت نہیں اور اس اجتماع ساکنین کی صورت میں یای صحیح کو حرکت مختلس

کی مدح میں ہے، جو سوسائٹی کے سرپرست تھے اور پینتسواں قطعہ کیپٹن مکموھن (Captain Macmahon) کے لئے کہا گیا ہے جو دھلی کے ڈپٹی کمشنر اور سوسائٹی کے دو صدر صاحبان میں سے ایک تھے (ایضاً، ص۲) ۔ اور اسی طرح باغ دو در کی رباعی (۱۰) رائے مہیش داس کے لئے اور رباعی (۱۸) لاله نرایتداس کے لئے اسی زمانے کی نظم کردہ معلوم ہوتی ہیں ۔ یہ دونوں صاحبان سوسائٹی کے رکن تھے ۔ (ایضاً، ص۱ و ص۸)۔

قوی احتمال ہے کہ یہ قطعہ سوسائٹی کے دوسرے اجلاس کے موقع پر کہا گیا ہو اور اس کے مخاطب مولوی ضیأ الدین احمد خاں ہی ہوں۔ یہ جلسہ ۱۱ ماہ اگست ۱۸۶۵ءکو ہوا تھا اور اس موقع پر غالب سوسائٹی کے ارکان میں شامل اور جلسے میں ''موجود،، تھے، اور مولوی ضیأالدین سوسائٹی کے پہلے ہی سے ممبر بن چکے تھے (ایضاً ص ۲) ماسٹر رامچندر اور منشی ذکاءاللہ کے نام دوسرے جلسے کی روداد میں نہیں، بلکہ اس سال ۲۱ نومبر کے جلسے کی روداد میں ملتے ہیں جو سوسائٹی کا آٹھواں جلسہ تھا (ایضاً، ص ۱۸) ۔ سوسائٹی کے دوسرے اجلاس میں جس کا ہم نے ذکر کیا ہے غالب نے اپنا ایک مضمون ضعف و نقاھت کی وجہ سے بیٹھے بیٹھے پڑھا تھا ۔ روداد میں ہے: ''صاحب کمشنر بہادر نے نواب اسد اللہ خاں سے فرمایا کہ میرزا صاحب آپ نے بھی کوئی مضمون ہماری سوسائٹی کے لئے لکھا ہے۔ میرزا صاحب نے بیان کیا کہ میں نے کچھ لکھا ہے مگر مجھ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ کھڑا رہکر سناؤں ۔ اگر اجازت ہو تو بیٹھے بیٹھے پڑھوں ۔ صاحب موصوف نے فرمایا بہت اچھا ۔ نواب صاحب نے اوسی وقت اپنی جیب میں سے ایک کاغذ نکال کر پڑھنا شروع کیا ۔ اوس میں کچھ حال تباھی شہر دھلی اور کمی بارش کا تھا۔ سب حاضرین

۳۴

یہ قطعہ اس زمانے کا معلوم ہوتا ہے جب غالب دہلی سوسائٹی (قائم شدہ ۲۸ جولائی ۱۸۶۵ء) کے رکن تھے۔ (رسالہ دہلی سوسائٹی شمارہ : ۱ ، ص ۱) - غالب ۱۱ ماہ اگست ۱۸۶۵ء سے آخر عمر تک سوسائٹی کے رکن رہے - انکے بعد انکی جگہ میرزا حسین علی خاں شاداں ممبر بنائے گئے، جنکا نام سوسائٹی کی رو داد بابت جلسہ منعقدہ ۱۲ مارچ ۱۹۶۹ء میں ان الفاظ کے ساتھ درج ہے: ''فرزند متبنی میرزا اسد اللہ خاں صاحب غالب مرحوم'' (ایضاً ، شمارہ : ۴ ، ص ۳۴) -

زیرنظر قطعے میں 'شناسدۂ ہندسہ' سے مولوی ضیاالدین دہلوی اسسٹنٹ پروفیسر دہلی کالج، مراد ہوسکتے ہیں (جو بعد میں ڈاکٹر ——— ایل - ڈی - کے نام سے مشہور ہوئے*)، یا ماسٹر رامچندر، پروفیسر دہلی کالج، یا منشی ذکا اللہ دہلوی، (جو بعد میں ڈاکٹر، شمس العلمأ اور خان بہادر ہوئے) مراد ہیں اس زمانے میں دہلی کے مشہور ہندسہ‌داں یہی تین صاحبان تھے اور یہ تینوں سوسائٹی کے ارکان میں شامل تھے - ایضاً شمارہ : ۱ ص ۳ و ص۱۸) یہاں سید کے نانا خواجہ فریدالدین احمد (متوفی ۱۸۲۸ء) دہلی کے مشہور ہئیت داں مراد نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ ان کا زمانہ بہت پہلے کا ہے، اور اس قطعے میں غالب کا بڑھاپا جھلک رہا ہے -

اس قطعے کے ساتھ قطعہ (۳۴) اور قطعہ (۳۵) بھی ان ہی دنوں میں کہے گئے ہونگے، اس لئے کہ چونتیسواں قطعہ کرنل ولیم ہملٹن (Col. George William Hamilton)، کمشنر دہلی

---

* شمس‌العلمأ اور خان بہادر بھی تھے -

۳۱

۱ : ''نواب''؛ ۱۵ : ''دارای دهلی و پنجاب''؛ سر رابرٹ منٹگمری (Sir Robert Montgomery) لفٹنٹ گورنر پنجاب مراد ہیں، جنھوں نے اپنے قیام دہلی کے موقع پر سہ شنبہ، ۳ مارچ ۱۸٦۳ء کو غالب کو بلا کر خلعت ہفت پارچہ دیا ۔ اس سے تقریباً دو ہفتے پہلے لفٹنٹ گورنر نے خلعت اور دربار کی بحالی کا حکم صادر کیا تھا ۔ غدر کے بعد سے غالب کے لئے یہ دونوں اعزاز موقوف تھے ۔

سر رابرٹ نے غالب کو خلعت دیتے ہوئے یہ خوشخبری بھی دی کہ گورنر جنرل کی طرف سے بھی ان کے لئے خلعت اور دربار کھل گیا ہے ۔ (اس مضمون کے لئے دیکھیں : خطوط مہر، ص ۳۱۳، خط ۲، ص ۳۲۹، خط ۸، اردوئے معلی، حصہ اول، ص ۱۱۲ و ص ۲۱۳، غالب، مہر، ص ۳۲۳ -

ذکر غالب، ص ۹۵، نیز متن باغ دو در ص ۱۳۲، یہ تحقیق نامہ ص ۳٦ و ص ۳۷ اور متعلقہ تعلیقات) ۔

یہ قطعہ ماہ مارچ ۱۸٦۳ء میں تیسری تاریخ کو یا اس کے کچھ بعد کہا گیا ہوگا ۔ اس قطعے کا شعر (۳) غالب کے اس جملے سے ہم آہنگ ہے ''حضرت یہ امر کس اصل پر متفرع ہوا؟'' (خطوط، مہر، ص ۳۲۹، خط ۸) ۔

(اضافات ج: ق ۱۱، سبد چین غ : ص ۳۹، سبد چین م : ۱۳، باغ دو در : ورق ۱۰ ـ الف) ۔

بشیرالدین احمد دہلوی نے لکھا ہے ''ان کی مستورات میں بیشتر اکثر پیرو اسلام اور پابند صوم و صلواۃ تھیں اور بعض تیتر بٹیر کچھ ادھر کچھ اُدھر ۔ غرض یہ خاندان عیسائیت اور اسلام کی ایک عمدہ معجون مرکب تھی، جن سے بہت سے کار خیر ہوئے ۔ اب بھی اس خاندان کے چند ممبر ہیں جو پیرو اسلام ہیں'' ۔ (اس یادداشت کا بنیادی مأخذ ہے : 'واقعات دارالحکومت دہلی'، جلد اول، ص ۲۷٦ تا ص ۲۸۴) ۔ اسکنر ۲۲ مئی ٦٦ء سے دہلی سوسائٹی کے رکن تھے ۔ (رسالہ سوسائٹی ، نمبر۲)

۱۳ : 'کاس ٹیان'، 'اولڈ ٹام' : دو قسم کی انگریزی شراب، Castilean اور Old Tom, جو غالب بقول خود ہمیشہ پیا کرتے تھے ۔ یہ دونوں بیس روپے درجن یا چوبیس روپے درجن آتی تھیں ۔ غالب نے ۲۹ دسمبر ۱۸۵۹ء کے خط میں بتایا ہے کہ یہ دونوں قسمیں پہلے نایاب ہوگئی تھیں اور اب پچاس روپے ساٹھ روپے درجن آتی ہیں ۔ پھر جنوری ۱۸٦۵ء کے خط میں اسی دو قسم کی شراب کے بارے میں لکھا ہے ''اب یہاں مہنگی ملتی ہے ۔ میں نے تم سے پوچھا ۔ جب وہاں بھی اس قیمت کو ملتی ہے تو میرا مقدور نہیں ۔ میں سمجھتا تھا کہ شاید وہاں ارزاں ہو ۔ خیر اس کو جانے دو ۔ روٹی ہی مل جائے تو غنیمت ہے ۔ مہینے بھر کی روٹی کا مول ایک درجن کی قیمت ہے''۔ یہ دونوں خط بابو گوبند سہائے کے نام ہیں ۔ (دیکھیں خطوط، مہر، ص ۲۹۵ و ص ۲۹٦ نیز مہر صاحب کے متعلقہ حاشیے ؛ اردوئے معلیٰ، حصہ اول، ص ۲۹۰) ۔ پوٹ وین : Port Wine, ایک قسم کی بہت ہلکی شراب ۔ نیز دیکھیں سبدچین م حاشیہ ص ۵۳

(اضافات ج: ق ۳۷، سبد چین غ : ص، سبد چین م : ق ۳۰، باغ دو در : ورق ۹ ب)

واقع ہے جس کے احاطے میں ان کا خاندانی St. James' Church
قبرستان ہے جو 'خاندان اسکنر کی هڑواڑ، کہلاتا ہے ۔

جمیس اسکنر کی سوانح کا خاکہ یہ ہے: سال پیدائش ۱۷۷۸ء
ہے ۔ گوالیار کے مہاراجہ سندھیا کی فوجی ملازمت میں ۱۷۹۸ء سے
تھے۔ ۱۸۰۳ء میں جب سندھیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان
جنگ چھڑی تو انھوں نے سندھیا کی ملازمت چھوڑ دی اور لارڈ
لیک کے تحت ملازمت اختیار کر لی، لیکن اس شرط پر کہ اپنے
قدیم آقا مہاراجہ سندھیا سے لڑنے نہیں جائیں گے ۔ کمپنی کی
حکومت کے زمانے میں نمایاں فوجی خدمات انجام دیں ۔ ان کا
رسالہ کمپنی کی فوجی تاریخ میں اور ناموں کے علاوہ 'اسکنرز
هارس، کے نام سے بھی مشہور ہے ۔ ۱۸۲٦ء میں راجہ بھرت پور کے
ساتھ معرکے میں اسکنر صاحب نے بڑی شہرت حاصل کی ۔ یہ وهی
معرکہ ہے جس میں نواب احمد بخش خاں کے دستے کے ساتھ جو
انگریزوں کی طرف سے لڑ رہا تھا غالب اور علی بخش خاں رنجور
بھی تھے ۔ جیمس اسکنر صاحب کا قیام زیادہ تر هانسی میں رهتا
تھا جہاں ۱۸٤۱ء میں ان کا انتقال ہوا، لیکن اپنی کوٹھی
انھوں نے دهلی میں بنوائی تھی ۔ الکزینڈر اسی میں رهتے
تھے ۔ انھیں فارسی اور اردو سے خاصا شغف اور شعر و سخن
سے دلچسپی تھی ۔ ان کی زوجہ ایلس اپنی عرف سردار بھو کی قبر
ہر جن کا انتقال ۳۲ برس کی عمر میں ۱۸۸۱ء میں هوا اور خاندان
اسکنر کی هڑواڑ میں دفن هیں انگریزی کے علاوہ فارسی اور اردو
میں بھی کتبے هیں ۔ کتبوں میں تین شعر فارسی میں هیں اور
چار اردو میں ۔ اردو کے اشعار میں الکزینڈر اسکنر کا تخلص سکندر
مذکور ہے،لیکن فارسی اشعار میں کوئی تخلص نہیں، مگر یہ نیر رخشاں
کے کہے ہوئے هیں (صحیفہ ص ۱٦۵) ۔ اس خاندان کے بارے میں

سنگی بیگم نام ایک خاتون سے شادی کر لی تھی ۔ میرزا کہتے
ہیں کہ امین الدین احمد خاں بھی مسرور کے متبع ہوگئے او
اپنے بچوں کو چھوڑ دیا،، ۔

یہ قطعہ 'سبد چین' کی پہلی اشاعت میں درج ہے جو اسی سال
یعنی ۱۸۶۷ء میں ہوئی ۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس خ
کے بعد علائی کی خفگی دور ہو گئی تھی، جس کے شکریے میں
غالب نے یہ قطعہ اسی سال کہا اور اسی سال 'سبد چین' میں
درج ہوا ۔

زیر نظر خط کے شروع میں ہے '' استاد میر جان آئے او
آن کی زبانی تمھاری خیر و عافیت معلوم ہوئی،، ۔ ممکن ہے غالب
کا قطعہ یہی میر جان بعد میں نواب صاحب کی خدمت میں لے
گئے ہوں اور اس واقعاتی قطعے کے الفاظ ''جان نذر کنم،، میں او
قرینے سے ایہام مقصود ہو ۔ علائی کے نام کے خطوں میں غالب
میر جان کا ذکر کئی جگہ کیا ہے ۔

(اضافات ج : ق ۳۸، سبد چین ع ص ۴۷، سبد چین م: ق ۲۹؛
باغ دو در : ورق ۹ ب) ۔

۳۰

۷ : الکزینڈر اسکنر : Alexander Skinner، عوام میں سکندر
صاحب کہلاتے تھے اور دلی میں ان کا خاندان 'اسکنر صاحب والوں'
کے نام سے مشہور تھا ۔ ان کی کوٹھی جو ان کے والد کرنل
جیمس اسکنر (Col. James Skinner C.B.) نے بنوائی تھی گندے نالے
کے محلے میں اندرون کشمیری دروازہ دہلی واقع تھی ۔ اسی کشمیری
دروازے کے مقابل اور متصل جیمس اسکنر کا بنوایا ہوا گرجا

مرحوم کے متبع ہو کہ زین العابدین و حیدر حسن اور ان کی اولاد کو کبھی منہ نہ لگایا ۔ علاؤالدین خاں جیسا ہوشمند و ہمہ داں بیٹا، فرخ میر جیسا دانشور، بذلہ سنج اور شیرین سخن پوتا ۔ یہ دو عطیہ عظمیٰ و موہبت کبریٰ ہیں تمھارے واسطے من جانب اللہ۔

اگر دریافتی بر دانشت بوس
وگر غافل شدی افسوس افسوس

آج ۲۲، جون کی ہے ۔ آفتاب سرطان میں آگیا ۔ نقطہ انقلاب صیفی میں دن گھٹنے لگا ۔ چاہیے کہ تمھارا غیظ و غضب ہر روز کم ہو جائے ۔ (خطوط، مہر، ص ۵۲، اردوئے معلیٰ، حصہ اول ۔ ص ۲۹۳)‘‘

اس خط کی تاریخ کے تعین کے بارے میں جناب غلام رسول مہر نے اپنے حاشیے میں لکھا ہے: ’’میرا اندازہ ہے کہ یہ خط جون ۱۸٦۷ء کا ہوگا ۔ اس میں امیرالدین احمد خاں عرف فرخ میرزا سے گفتگو کا مفاد درج کیا ہے ۔ ان کی پیدائش ۱۸٦۱ء میں ہوئی ۔ اسی لئے انھیں بالشت بھر کا لڑکا بتایا گیا ہے‘‘ ۔ ان کی نسبت یہ الفاظ خط کے اس حصے میں ہیں جو ہم نے یہاں نقل نہیں کیا ۔

مہر صاحب نے محولہ خط میں غلام حسین خاں مرحوم کی طرف اشارے کی توضیح کرتے ہوئے اپنے حاشیے میں بتایا ہے ’’غلام حسین خاں مسرور جو میرزا غالب کے ہم زلف اور زین العابدین خاں عارف کے والد تھے، انھوں نے اپنی بیوی بنیادی بیگم اور اس کے بچوں کو بالکل چھوڑ رکھا تھا، اور

۲ : ایک اور خط میں جو کچھ کم ایک برس پہلے کا یعنی ۲۰ دسمبر ۱۸۵۸ء کا ہے غالب لکھتے ہیں "صاحب، ہوش میں آ۔ اور مجھ کو بتاؤ کہ یہاں جو پارسیوں کی دوکانوں میں 'فرنچ اور 'شام پین، کے درجن دھرے ہوئے ہیں یا ساھوکاروں اور جوھریوں کے گھر روپے اور جواھر سے بھرے ہوئے ہیں، میں کہاں وہ شراب پینے جاؤنگا اور وہ مال کیوں کر اٹھا لاؤنگا،، . . (خطوط مہر، ص ۲۲۵؛ اردوئے معلی، حصہ اول، ص ۲۰۱) ۔

کئی سال بعد کے ایک خط میں، جو ۱۱ جنوری ۱۸٦۴ء کا ہے، غالب نے بیان کیا ہے "جاڑا پڑ رھا ہے، توانگر غرور سے، مفلس سردی سے اکڑ رھا ہے ۔ آبکاری کے بندوبست جدید نے مارا ۔ عرق کے نہ کھینچنے کی قید شدید نے مارا ۔ ادھر انسداد دروازۂ آبکاری ہے، ادھر ولایتی عرق کی قیمت بھاری ہے،، (خطوط، مہر، ص ۳۷۷، خط ۴۰؛ خطوط، مہیش، ص ۲۲٦، خط ۴۱)

مندرجہ بالا اشاروں خاص طور سے آخری اقتباس میں اس قطعے کا پس منظر مل جاتا ہے ۔

(اضافات ج : ق ۳۵، سبد چیں غ : ص ۳۷، سبد چین م : ق ۲۸، باغ دو در : ق ۹ ب)

۳۹

میری نظر میں اس قطعے کے مخاطب نواب امین‌الدین احمدخاں ہیں، جو جون ۱۸٦۷ء میں اپنے فرزند علاءالدین احمد خاں علائی سے کچھ خفا تھے اور غالب نے انھیں اپنے ایک خط میں علائی کی سفارش کے طور پر لکھا تھا "مگر بھائی، غلام حسین خاں

تاریخ ہے، صرف اتنے فرق کے ساتھ کہ 'چو بینی' کے بجائے جو 'باغ دو در' اور سبد چین' میں ہے 'ببین چون' آیا ہے۔ تیسرا شعر جو 'باغ دو در' کے قطعے میں نہیں لیکن 'سبد چین' میں ہے یہ ہے:

خدایا پسندد خداوندگار
کہ از طبع غالب رود پیچ و تاب

مکاتیب میں جناب عرشی صاحب کا متعلقہ حاشیہ بھی دیکھیں۔

(اضافات ج : ق ۴۴، سبد چین غ : ص ۳۷، سبد چین م : ق ۲۷، باغ دو در : ورق ۹ - الف، مکاتیب : ص ۹۳)

۲۸

۱ : غالب نے ۸ نومبر ۱۸۵۹ء کے ایک خط میں لکھا ہے ''شہر کا حال کیا جانوں کیا ہے۔ 'پون ٹوٹی' کوئی چیز ہے، وہ جاری ہو گئی ہے سوائے اناج اور اُپلے کے کوئی چیز ایسی نہیں، جس پر محصول نہ لگا ہو۔'' (خطوط، مہر، ص ۲۸۴، خط ۱۹، خطوط، مہیش، ص ۶۵۶، خط ۱۹)

'پون ٹوٹی' کی حقیقت سید احمد دہلوی نے یوں بیان کی ہے:
''الف، اسم مؤنث (اصل میں انگریزی Town duty ٹون ڈیوٹی تھا)، چنگی، وہ محصول جو شہر کے اندر آ کر بکنے کی چیزوں پر شہر کے اخراجات کے واسطے لیا جاتا ہے۔'' (فرہنگ آصفیہ)
ممکن ہے شراب کے لئے یہ پابندی بھی ''کہ نی برند ز شہر و نیاورند بشہر'' اسی 'پون ٹوٹی' کے ساتھ لگائی گئی ہو۔

کہ غالب نے یہ تاریخی قطعہ دوسرے میلے سے متعلق کہا تھا
خط کے آخر میں غالب نے یہ بھی لکھا ہے: ''اگر حضرت کی
مرضی ہو تو 'دبدبۂ سکندری' میں یہ تاریخ چھاپی جائے۔'' یہ
اخبار دبدبۂ سکندری، اسی سال یعنی ۱۸۶۷ء میں رامپور سے جاری
ہوا تھا (اختر شاہنشاہی، ص ۱۲۰) اور نمائش کا حال غالب
نے ضرور اسی اخبار میں پڑھا تھا۔ خط کے شروع میں ہے
''نمایشگاہ سراسر سور رامپور کا ذکر اخبار میں دیکھتا ہوں اور
خون جگر کھاتا ہوں کہ ہائے میں یہاں نہیں۔'' ۔ 'باغ بے نظیر'
کا ذکر جس میں یہ میلہ ہوتا تھا قطعے میں نہیں لیکن خط میں
ہے۔ خط کے جو جملے نقل کئے گئے، انکے آگے کی عبارت یہ ہے،
جو دلچسپ ہونے کی وجہ سے یہاں پیش کی جا رہی ہے:

''بالاخانے پر رہتا ہوں۔ اوتر نہیں سکتا۔ مانا کہ آدمیوں
نے گود میں لیکر اوتارا اور پالکی میں بٹھا دیا۔ کہار چلے۔ راہ
میں نہ مرا، اور رامپور پہنچ گیا۔ کہاروں نے جا کر بینظیر
میں میری پالکی رکھدی۔ پالکی قفس، اور میں طایر اسیر۔ وہاں
بھی بے بال و پر۔ نہ چل سکوں۔ نہ پھر سکوں۔ جو کچھ
اوپر لکھ آیا ہوں، یہ سب بطریق فرض محال ہے۔ ورنہ ان امور
کے وقوع کی کہاں مجال ہے۔''

غالب نے اس خط کے ساتھ جو قطعہ بھیجا تھا اس میں اشعار
کم تھے۔ ''بارے تین بیت کا قطعۂ تاریخ بھیجتا ہوں۔ اگر پسند
آئے تو میں خوشنودی مزاج مبارک سے اطلاع پاؤں۔'' (محولہ خط)
چنانچہ خط کے آخر میں تین شعر درج ہیں۔ پہلا وہی ہے جو
ہمارے قطعے کا پہلا ہے اور دوسرا شعر وہ ہے جس میں سادہ

نے یہ بھی بتایا ہے کہ یہ میلہ مارچ کے آخر* میں ہوا تھا اور
ٹھ دن رہا تھا۔

نواب خلد آشیاں کا انتقال ۲۳ مارچ ۱۸۸۷ء کو ہوا۔ مؤلف اخبار الصنادید نے لکھا ہے کہ نواب نے بائیس میلے کئے۔ تیئیسواں میلہ قریب تھا کہ رحلت کی۔ لیکن حساب سے صحیح تعداد اکیس ہوتی ہے نہ کہ بائیس۔

غالب کے قطعہ تاریخ سے ۱۲۸۳ھ حاصل ہوتا ہے۔ میلہ چونکہ مارچ کے آخر میں ہوتا تھا، اس لئے اس ہجری سال کے مقابل عیسوی سال ۱۸۶۷ ہوا۔ سال ۱۲۸۳ھ از روئے تقویم ۱۶ مئی ۱۸۶۶ء سے شروع ہو کر ۴ مئی ۱۸۶۷ء کو ختم ہوتا ہے۔ یہ قطعہ غالب نے اپنے جس خط کے ساتھ نواب صاحب کو بھیجا تھا اس پر تاریخ ۱۴ اپریل ۱۸۶۷ء ثبت ہے (مکاتیب، ص ۹۰، شمارہ ۸۰)۔ غالب نے قطعے کے مادہ تاریخ سے متعلق اس خط میں لکھا ہے: "بخشش بیحساب" کے بارہ سو پچاسی ہوتے ہیں۔ "طرب" کی نہایت بای موحدہ ہے۔ جب وہ نہ رہی تو دو عدد گھٹے اور ۱۲۸۳ رہ گئے، فہو المقصود۔" ۱۲۸۳ھ کی مطابقت یہاں ۱۸۶۷ء سے ہوتی ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ اس سے واضح ہے

---

* مارچ کے آخر سے مراد اس مہینے کا آخری دھہ ہے، جیسا کہ ۱۸۸۷ء کی مثال سے ظاہر ہے، اور اس کے مفہوم میں مہینے کا نصف آخر بھی داخل ہے، اس لئے کہ اخبار مہر نیمروز (جلد۳، نمبر ۱۲، مؤرخہ ۳۰ مارچ ۱۸۸۱ء) میں جو شہر بجنور (روہیلکھنڈ) سے شائع ہوتا تھا، اس سال کے میلہ باغ بےنظیر ۱۷ ... بتایا گیا ہے۔

زیر بحث مصرعہ غالب یوں کہہ سکتے تھے :

خالقش ایجادوی در خاک دا کا کردہ است

یا

خالق وی زادگاھش خاک داکا کردہ است

یا

مولدش خلاق عالم خاک داکا کردہ است

۳۷

۱ : نمایشگہی، نواب : نمایشگاہ میلے کو کہا ہے اور نواب سے مراد ھیں نواب کلب علی خاں والی رامپور، جنھوں نے مسند نشین ہونے کے بعد شہر کے 'باغ بے نظیر' میں ایک میلے کی بنا ڈالی تھی کہ سال بہ سال ہوا کرے ۔ پہلے میلے کی تاریخ 'اخبار الصنادید (جلد۲، ص ۱۳۹) میں ذیقعدہ، ۱۲۸۲ھ مطابق آخر مارچ ۱۸۶۵ء بتائی گئی ہے ۔ اس میں عیسوی سال سہو کاتب ہے۔ نواب کلب علی خاں خلد آشیاں ۲۱ اپریل ۱۸۶۵ء کو مسند نشین ہوئے تھے، اس لئے یہ پہلا میلا جو مارچ کے آخر میں ہوا ۱۸۶۶ء (ذیقعدہ ۱۲۸۲ھ) میں ہوا ہوگا، یعنی پہلا سال جلوس ختم ہونے سے تقریباً چار ہفتے پہلے ۔ اخبار الصنادید میں اسکی تصریح ہے 'میلہ باغ بے نظیر' کا آغاز پہلے سال جلوس میں ہوا تھا ۔ مولف

ارشاد پناهی حضرت آغا شجاعت علی بن آغا عبدالعلی بن آغا محمد نبی الاصفهانی -

تتمہ : ابیات ۶ اور ۱۱ کے لئے 'مؤید' کی حسب ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔ آغا احمد علی نے غالب پر نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھا ہے:

فرۂ سہ فروزہ را منحصر بذات خود و ہمہ استادان ہندوستان زا را ازان بی بہرہ میداند. از ہذا لشئی' عجاب' و غلط است آنچہ می گوید کہ من فراوان کمال و دانش اندوختم تا دو سال' و در چہاردہ سالگی از آموزگار پرورش یافتم . . . ،، (ص ۱۲م)

بیت ۸ میں 'پیدا کردہ است' غالب نے ظاہر ہے (پیدا کیا ہے) کے معنی میں استعمال کیا ہے - فارسی میں یہ مصدر مرکب 'پیدا کردن' اس معنی میں نہیں آتا ہے' 'پاینہ' 'ڈھونڈلینا' 'حاصل کر لینا' 'واضح کرنا' کے معنی میں آتا ہے - میری کوئی چیز گم ہوگئی تھی ملگئی یا کوئی چیز مجھے مطلوب تھی ملگئی تو میں کہونگا 'پیدا کردم' - غالب سے یہ غلطی اردو کے زیر اثر ہوئی ہے- فارسی میں 'پیدا کرنا' کو 'آفریدن' 'خلق کردن' 'بوجود آوردن' وغیرہ کہینگے- دوسرے الفاظ میں کہنا چاہئے کہ فارسی میں 'پیدا' بمعنی 'ظاہر' اور 'دستیاب' ہے بمعنی 'متولد' نہیں - اسی طرح 'پیدایش' فارسی میں بمعنی 'ظہور' ہے بمعنی 'ولادت' نہیں - یہاں اس شعر کا سیاق و سباق اور اسلوب دونوں بتارہے ہیں کہ غالب کا مقصود 'ولادت' ہے نہ کہ 'ظہور' — اور 'پیدا کردن' ظہور میں لانے کو بھی نہیں کہتے' اس لئے کہ محاورے میں اسکے وہ معانی معین ہوچکے جو شروع میں بیان کئے گئے -

نگار آغا (ص۸۳ے)، دلشاد آغا (ص۶۶ے) ۔

البتہ اردو میں یا کہنا چاہئے کہ ہمارے معاشرے م
اسمائے ذکور کے ساتھ یہ لفظ جو فارسی میں مغولی زبان سے ا
اردو میں فارسی سے آیا ہے ق کے ساتھ اور غ کے ساتھ دونو
طرح رائج ہے اور صحیح ہے ۔ ہمارے ہاں یہ نام کا جزو ہو
ہے یا خاندانی اسمی سابقے یا اسمی لا حقے کے طور پر آتا ہے ا
نسلی نسبت کا اظہار کرتا ہے، مثلاً ایرانی النسل ہونے کا ۔

۲۳ : 'بہر من توہین و بہر خویش تحسین، 'مؤید، میں
انداز واقعی‌جا بجا ہے ۔ ایک نمونہ یہ ہے: ''باری احمد سند می آ
و غالب را مغلوب می کند، (ص ۶۸)

۲۷: 'موید برہان کے آخر میں ایک قطعہ تاریخ تالیف کتا
خود مؤلف کا ہے اور اس کے بعد تقاریظ کے مستقل عنوان
دوسرے حضرات کے قطعات تاریخ درج ہیں، یہ
سید محمود شیدا، مولوی ذوالفقار علی دوم مدرس فارسی مدر
عالیہ کلکتہ، مولوی عبدالرحیم صاحب مدرس پنجم مدرسہ مذکو
مولوی محمد اشرف خاں، خواجہ عبدالرحیم صہباء رئیس اعظم ڈھا
شاہزادہ محمد اعظم الدین سلطان، نبیرہ ٹیپو سلطان، مولوی امیرالد
حیدر، منصب نمبر [درجہ] اول، مولوی سید ریاضت اللہ، مونو
غلام سرور متخلص بہ سرور ۔

بعض تاریخی قطعوں کے ساتھ نثر میں تقریظ بھی ہے جس م
غالب پر طعن و تشنیع ہے ۔ مثلاً مولوی سید ریاضت اللہ کا اب
جملہ ہے: ''. . . بجواب قاطع برہان مؤلفہ میرزا اسد اللہ خا
غالب رنگ تالیف ریختہ است، ہمانا گرد از ساختکدۂ تحقیقاتش
انگیختہ . . .'، اس تقریظ میں آغا احمد علی کا سلسلہ نسب بھ
درج ہے : ''مولوی آغا احمد علی بن جناب مستطاب ارادت کا

بدال ما قبل مکسور است اقوا واقع ۔ سبحان اللہ دعوی شاعری و این مایہ از فن قوافی بے بہرگی ۔"

ہم نے ان اعتراضات پر بحث 'کلیات نظم غالب' کی اپنی اشاعت میں کی ہے ۔

آغا نے عیوب قافیہ کے علاوہ زبان کی غلطی بھی بتائی ہے:

"زباندانی او [غالب] مسلم الثبوت نہ ۔ در مثنوی باد مخالف کہ بخدمت سخنوران کلکتہ آشتی نامہ فرستادہ است میفرماید:

شعر : با من این خشم و کین دریغ دریغ
من چنان تان چنین دریغ دریغ

چون بدیدید بے گناہی من
تان نشستید روسیاہی من

و در مثنوی درد و داغ میگوید:

شعر : از غم گردون بپناہید تان
ہرچہ بخواہید بخواہید تان

دانشمندان خدارا از روی داد بفرمائید کہ این چیست مگر این منافی زباندانی وی نیست."

تان، پر اعتراض کیا ہے 'تان' کے بارے میں آغا احمد علی نے لکھا ہے کہ یہ صرف ضمیر متصل اضافی اور ضمیر متصل مفعولی کے طور پر آتا ہے، ضمیر متصل فاعلی کے طور پر نہیں آتا (موید ص ۱۴ تا ص ۱۵) ۔ اسلوب کلام کے لحاظ سے 'تان' کے ان اشعار میں استعمال کو غیر فصیح کہتے تو دوسری بات تھی، لیکن صرفی و نحوی لحاظ سے 'تان' کے ضمیر فاعلی کے طور پر لانے کو غلط کہنا سراسر غلط ہے یہ تو آج کل کی فارسی میں بھی رائج ہے اور فصیح روزمرہ میں استعمال ہوتا ہے: 'دیدیدتان'؟

لالہ ٹیک چند بہار کے بارے میں ہم پہلے اشارہ کر چکے که انہیں 'موید' میں مکرر 'محقق اعظم' کہا گیا ہے۔

۱۲ : آغا احمد علی نے 'موید' (ص۴۵۴) میں غالب فارسی اشعار پر اعتراضات کئے تھے۔ متعلقه عبارت حسب ذیل

''از نتائج جهل از علم قوافی است که اقوا در کلام [غالب] جاها واقع گشته. مثالی چند ازان این باشد. در مثنوی غالف گوید: شعار (کذا): هر که دیدم رهخموشی رفت بود بر آن گرفت گرفت نیز در غزلیات: اشعار :

تا بشوید نهاد ما ز وسخ
گشت گرمابه ساز از دوزخ

مور چون ساز میزبانی کرد
بسلیمان رسید پای ملخ

با تو شد همسخن پیام گزار
چه شکیبم بارزش پاسخ

در سخن کار بر قیاس مکن
ترش گردد ترش نه تلخ تلخ

ایضاً: هرچه فلک نخواسته است هیچکس از فلک نخواست
ظرف فقیه می نجست بادهٔ ما گزک نخواست

خرقهٔ خوش لست در برم برده چنین خشن خوش است
عشق به خار خار غم پیرهنم تنک نخواست

وله ایضاً: ز بس تاب خرام کلک آذر بیزد از کاغذ
مداد اندوزم از دودی که هردم خیزد از کاغذ

ظهور آمد تنزل هان بچشم کم مبین غالب
به پیدائی ز خاکستم چونام ایزد از کاغذ

در گرفت و پاسخ و تنک که بضم ما قبل آخر ست و ایزد کہ

بخبران بگفتۂ چون خودی کار برخود تنگ گیرند آگه دلان راچه افتاده که توقیع ناروارا پزیرند حیرتکده و ظلمتکده و صفوتکده وشفق کده و خرکده امثال اینها در نظم و نثر اهل عجم بسیار است ۔ فخر المتاخیرین فرماید شعر :

خاموش حزین کز نفس سینه خراشت
نشترکده گردید جگر مرغ حرم را،،

تفصیلی بحث کی یہاں گنجائش نہیں، صرف یہ اشارہ کافی ہونا چاہئے کہ آغا احمد علی نے قتیل کی حمایت کے لئے قدما اور متاخیرین کا فرق اپنی طرف سے قائم کیا، حالانکہ قتیل کے قول میں تعمیم ہے، بلکہ سیاق کلام اور محل گفتگو متاخیرین ہی سے زیادہ متعلق ہے اور ''مسموع نیست،، میں تعمیم کے علاوہ 'حال' کا پہلو زیادہ نمایاں ہے ۔ اسکے علاوہ قتیل کا موقف ہی یہ رہا ہے کہ وہ رائج الوقت فارسی اور استعمال متاخیرین و معاصرین کی نمائندگی کرتے ہیں ۔ ویسے 'مؤید' میں قتیل نمایاں حیثیت نہیں رکھتے۔ پوری کتاب میں صرف دو حوالے ہیں، ایک انکے 'رقعات' کا اور ایک 'نہرالفصاحۃ' کا۔ انکی دوسری تصنیفات : دیوان فارسی، ثمرات البدائع، ہفت تماشا، چار شربت، معدن الفوائد، شجرۃ الامانی، مظہرالعجائب، دریای لطافت (حصہ دوم) سے 'مؤید' میں استفادہ نہیں کیا گیا ۔

'جامع برہان' یا مؤلف 'برہان قاطع' کی نسبت آغا احمد علی کا جانبدارانہ رویہ 'مؤید' کے سرنامے ہی کی اس عبارت سے (ص ۲) واضح ہوجاتا ہے : '' . . . تصرفی در الفاظ و معانی ازو [مؤلف برہان قاطع] بوقوع نیامده و اغماض از شواهد نظر باختصار رفت و بس . . . ،،

قتیل کے ساتھ آغا احمد علی کی جانبداری ("سوکیری،")
اندازہ 'مؤید، میں انکی حسب ذیل بحث (ص۳۲۹) سے ہو سکتا۔

"مرزا محمد حسین قتیل درنہر الفصاحت نوشتہ کہ کدہ بمعنی
خانہ با پنج لفظ ملحق شدہ، سوای آن مسموع نیست بتکدہ و غمکدہ
آتشکدہ و میکدہ و گلشن‌کدہ و غیرآن چون آبکدہ نمیدانم
درشت است یا نادرست انتہی تحقیق آنکہ لفظ کدہ در کلام قد
در ہمین پنج شش لفظ بسیار مستعمل بودہ است امامتا خرین ا
لفظ را باسیاری از الفاظ کہ شمار آن از شمار گذرد استعمال ء
کنند چنانچہ این معنی از مطالعۂ بہارعجم واضح می شود و بہا
گلشن‌کدہ کہ در کلام متقدمین تا حال بنظر نیامدہ اگر مغک
کہ میر معزی سنجری ہم بستہ است آوردی بہتر بودی و آبک
نیز درکلام ہیچ یکی تا این دم ندیدہ ام ۔ پس مراد قتیل اینکہ ۔
باغیراین پنج لفظ الحاق‌کدہ نشیندہ ام و در استعمال غیرآن تردد
تأمل است چنانکہ در آبکدہ کہ غیرآن پنج است می گوید نمیدانم
درست است یا نادرست و غرض قتیل این نیست کہ غیر این پنج
لفظ جایز نیست و غلط است چہ برین تقدیر تردد در آبکدہ نداشتی
و غلط نگاشتی۔ غایتش استقرای وی درین مقام ناقص است و روایت
غالب از تلمیذوی بانکارش استاد معلوض نمیتواندشد،،

غالب نے 'قاطع برہان، میں لکھا تھا (ص۸۳) :

"یکی از پرورش یافتگان قتیل نومسلم در کلکتہ بمن گفت
اوستاد دربارۂ کدہ و ہمہ کہ آن مرادف خانہ و این ترجمہ تمام
است از روی اجتہادی کہ بدانسبت پیروان خویشی دارد جز اسمی
چند کہ شمار آن از پنج یا شش نگزرد ما قبل کدہ آوردن و اسم
مفرد ما بعد لفظ ہمہ نبشتن جایز نمی شمارد پاسخ گزاردم کہ

آئے اور وہ خود ''ہندوستان،، میں پیدا ہوئے۔

[جن کتابوں کا بلا واسطہ حوالہ نہیں ہے وہ مندرجہ بالا ماٰخذ (۵) و (۶) میں شامل نہیں کی گئیں]

۷ : آغا احمد علی نے 'مؤید، کے مقدمے (ص ۳) میں محمد حسین برہان کے ایرانی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے کہا تھا کہ ایرانی سو سال بھی ہندوستان میں گذارے تب بھی کسی مقامی زبان کے تلفظ پر (جیسے حروف مخلوط الہا کا تلفظ) قدرت حاصل نہیں کر پاتا یعنی ایرانی ہی رہتا ہے۔ غالب نے جواب میں کہا ہے کہ ایسا شخص بہر حال اپنی جائے ولادت کی زبان سے واقف ضرور ہوتا ہے اور یہ اسکا ثبوت ہے کہ یہیں کا ہے۔

۸ : 'مؤید برہان، کے مقدمے کی ابتدا میں ہے ''احمد علی متخلص بہ احمد ابن آقا شجاعت علی اصفہانی اصلاً جہانگیرنگری مولداً۔،، جہانگیرنگر ڈھاکے کا دوسرا نام ہے۔

۹ : جامع برہان : محمد حسین برہانؔ بن خلف تبریزی (تفصیل کے لئے دیکھیں قاطع برہان بہ تصحیح و تقدیم استاد محترم جناب آقائی دکتر محمد معین، طبع تہران کا مقدمہ۔)

۱۰ : لالہ ٹیک چند بہار : بارھویں صدی ہجری (اٹھارھویں صدی عیسوی) کا فارسی داں اور فرہنگ نویس۔

مؤلف 'بہار عجم، و 'جواہر الحروف، و 'نوادر المصادر، و 'ابطال ضرورت، و 'بہار بازار،۔ 'مؤید، میں بہار کو 'محقق اعظم، کہا گیا ہے مثلاً ص ۹۳، ص ۳۴۹۔

(بہار کے لئے دیکھیں جناب ڈاکٹر سید عبداللہ کی تحقیقی کتاب ''فارسی ادب میں ہندوؤں کا حصہ،،)

اور نو مسلم تھے۔ قبول اسلام سے پہلے انکا نام دیوالی سنگھ ت
ان کے والدکا نام تھا درگا ھی مل ۔ قتیل کا یہ قول مشہور ہے
'بوی کباب مرا مسلمان کرد'

۵ : ہندیان: موید کے مقدمے (ص۳ببعد) میں آغا احمد
نے برصغیر کے جن فرہنگ نویسوں کے مجموعوں کو محل استن
قرار دیا تھا وہ حسب ذیل ھیں (تالیف کا نام قوسین میں ہے) ۔

۱ ۔ قاضی بدر محمد دهلوی (اداۃالفضلا)، ۲ ۔ میرزا ابراهیم
قوام فاروق (شرف نامۂ منیری) ۳ ۔ شیخ محمد لاد دهلوی (مو
الفضلا)، ۴ ۔ شیخ الهداد فیضی سرهندی (مدارالافاضل)، ۵ ۔ م
عبدالرشید ٹھٹوی (فرهنگ رشیدي و رسالۂ معربات)، ۶ ۔ عبدالرح
ابن سور (کشف اللغات)، ۷ ۔ سراج الدین علی خان آرزو (سرا
اللغات و چراغ هدایت)، ۸ ۔ ٹیک چند بہار (بہارعجم و نواد
المصادر و جواهرالحروف و ابطال ضرورت)، ۹ ۔ سیالکوٹی مل
وارسته (مصطلحات الشعرا)، ۱۰ ۔ قبول محمد (هفت قلزم)
۱۱ ۔ اوحد الدین بلگرامی (نفائس اللغات)، ۱۲ ۔ غیاث الدین رامپور
(غیاث اللغات)، ۱۳ ۔ تحفۃ العجم (سید حسین شاہ حقیقت) ۔

انکے علاوہ موید کی بحثوں میں مولف نے برصغیر کے بعض
دوسرے فارسی دانوں کے حوالے بھی دیئے ھیں : عبداللطیف گجراتی
(لطائف اللغات)؛ عبدالواسع هانسوي (رساله و غرائب اللغات)؛
عبدالرحیم دهري (فرهنگ دبستان مذاهب)؛ مرزا محمد حسن قتیل
(رقعات و نہر الفصاحۃ)؛ امام بخش صہبائی دهلوی (حل مقامات
جواهر الحروف)؛ مولوی انور علی (رسالہ املای فارسی) وغیره

۶ : 'هندوستان زایان' سے مراد ھیں : محمد حسین برهان
تبریزی اور اسکے امثال، جنکے آبا و اجداد ایران سے هندوستان

کی بنا پر دوسرے ماخذوں میں لکھنوی بھی کہا گیا ہے ۔ قتیل کے حالات اور تصنیفات کا ذکر جن تذکروں میں ملتا ہے اُن میں شمع انجمن تالیف سید محمد صدیق حسن، عقد ثریا، تالیف مصحفی اور نتائج الافکار تالیف قدرۃاللہ گوپاموی خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ قتیل سے غالب کی بیزاری کے بارے میں دیکھیں غالب کی مثنوی 'باد مخالف، جسکا یہ شعر مشہور ہے:

آنکہ طی کردہ این مواقف را
چہ شناسد قتیل و واقف را

اسکے علاوہ دیکھیں اس موضوع پر مستقل کتاب 'قتیل اور غالب، مؤلفہ سید اسد علی انوری فریدآبادی ۔

غالب کی ایک غزل کا یہ شعر بھی قتیل کے بارے میں مشہور ہے: غالب خستہ نوا را چہ بہ گفتار آری
بہ دیارے کہ ندانند نظیری ز قتیل .

آغا احمد علی نے 'موید برہان، میں مرزا قتیل کے رقعات سے صفحہ ۲۱ پر اور قتیل کی نہر الفصاحت سے صفحہ ۴۲۹ پر استناد کیا ہے اور ص ۳۵۱ پر غالب کی مدح کرتے ہوئے لکھا ہے "بر اکثر فرہنگ و ارباب دانش مثل خان آرزو و صاحب بہار عجم و مرزا قتیل و میر عبدالواسع ھانسوی و غیرھم زبان طعن کشادہ است۔ بارے ازین ہم نترسد کہ گویند ای غالب، شعر:

ماری تو کہ ہر کرا ببینی بزنی
یابوم کہ ہر کجا نشینی بکنی

لاحول ولا قوۃ الا باللہ،،

۳ : ہندو زادۃ : قتیل کی طرف اشارہ ہے جو قوم کے کھتری

لفظا 'شامل، غلط معنی میں استعمال کیا ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ غلطی کی ہے کہ 'شامل کردن، کہا ہے جو فارسی کا محاورہ نہیں' اردو کے 'شامل کرنا، کا لفظی ترجمہ ہے۔ ''شامل اقلیم ایران کردہ است،، کے بجائے فارسی میں کہینگے ''جزو اقلیم ایران قرارداده است،، یا ''جزو اقلیم ایران ساختہ است،،۔ غالب یہ شعر یوں کہہ سکتے تھے :

کیچ و مکران را کہ در سند است و از ایران جدا
ضبط در اقلیم ایران بیمحابا کردہ است

لفظ شامل کا غلط استعمال بعض دوسرے ہندی نژاد شاعروں اور نثرنویسوں کے ہاں بھی ملتا ہے، لیکن غالب جو اس معاملے میں بیحد محتاط ہیں، اُن سے توقع نہیں ہوتی تھی کہ ایسی غلطی کر جائینگے، اور وہ بھی ایسے نازک موقع پر جہاں ہندی نژاد فارسی نویسوں کے خلاف میدان قائم کر رہے ہوں۔ یہ غلطی انکی 'قاطع برہان، میں بھی ہے ''دراسماً نیز ہای موحدہ شامل گشت،، (ص ۲۸) ۔

۳ : برلچ : یعنی بلوچ۔ 'ترکان سمر قند و بخارا، کے ایرانی نژاد ہونے کی طرف اشارہ اپنی ایرانیت کو محفوظ کرنے کے لئے ہے۔ غالب اپنے کو ترک ایبک اور 'مرزبان زادۂ سمرقند، کہتے تھے۔

قتیل : مرزا محمد حسن قتیل فریدآبادی دھلوی، بارھویں صدی ھجری (اٹھارھویں صدی عیسوی) کے نصف آخر کا فارسی شاعر، زبان دان اور صاحب انشا (متوفی ۱۲۴۰ھ مطابق ۲۵-۱۸۲۴ء) فاضل معاصر جناب غلام رسول صاحب مہر نے مآثرالامرا کی بنیاد پر خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ فریدآباد دھلی کا ایک محلہ تھا نہ کہ وہ قصبہ جو دھلی کے نواح میں ہے۔ (خطوط، حاشیہ ص ۱۳۵) بعض تذکروں میں (مثلاً شمع انجمن) قتیل کو لاھوری بتایا گیا ہے، اس بنا پر کہ اسکے خاندان کی اصل لاھور کی تھی۔ اسی طرح لکھنؤ میں قیام

شامل : یہ لفظ یہاں جس معنی میں استعمال کیا گیا ہے اس معنی میں فارسی میں نہیں آتا ۔ یہ غالب کی فاحش غلطی ہے جو ظاہر ہے اردو کے زیر اثر ہوئی ہے۔ اردو میں یہ لفظ 'جزو' اور 'شریک' کے معنی میں آتا ہے اور اردو کی نہ صرف عامیانہ بلکہ فصیح تقریر و تحریر یہاں تک کہ ادبی اسلوب میں بھی اس معنی میں مستعمل ہے ۔ یہ استعمال اردو کے تصرفات میں سے ہے ۔ فارسی میں اس لفظ کے معنی میں ایسا تغیر نہیں ہوا، مثلاً یوں تو کہہ سکتے ہیں ''اقلیم ایران شامل سندنیست،، لیکن یوں نہیں کہہ سکتے ''سند شامل ایران نیست،، یا مثلاً اگر کہیں ''مثنوی‌ها شامل این دیوان نیست،، یہ فارسی غلط ہوگی، کہنا چاہئے ''این دیوان شامل مثنوی‌ها نیست،، دوسرے الفاظ میں فارسی میں 'شامل' اور 'مشتمل بر' ہم معنی ہیں اور مشمول کو 'جزو' کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے مثلاً کہا جائے گا : ''مثنوی‌ها جزو این دیوان نیست،،۔ اسی طرح اردو میں جہاں کہینگے ''میں بھی اس انجمن کے اراکین میں شامل تھا،، فارسی میں کہنا ہو گا ''من نیز جزو اعضای این انجمن بودم،، ۔ اردو میں جہاں کہتے ہیں ''میں بھی شامل تھا،، فارسی میں کہتے ہیں ''من نیز شرکت داشتم ۔،، لفظ 'شامل' کے صحیح معنی یعنی اصل عربی معنی اردو کے اس استعمال میں ملتے ہیں: ''خدا کی رحمت شامل حال تھی۔،، رحمت محیط ہے یعنی کل اور حال محاط یعنی جزو۔ لفظ 'شامل' کے استعمال میں اردو کا ایک اور تصرف اردو کے علاقائی محاورے مثلاً صوبۂ بہار کے محاورے میں ملتا ہے یعنی 'شامل' بمعنی 'ساتھ' : 'آپ کے شامل میں' بمعنی 'آپ کے ساتھ' اور اسکی مثال 'میں' کے حذف سے متقدمین کے کلام میں بھی مل جاتی ہے :

ع قطرۂ خون بھی اک اشک کے شامل آیا ۔ غالب نے نہ صرف

چھپوا کر شائع کی تھی - یہ کتاب جو ۴۷۳ صفحات پر مشتمل ہے مؤلف نے ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۳ء میں لکھی تھی - اس میں مقدمے کے بعد اصل بحث صفحہ ۲۱ سے شروع ہوتی ہے، جسکی ترتیب یہ ہے کہ پہلے 'برہان' کے عنوان سے 'برہان قاطع' کا متعلقہ اندراج، پھر 'غالب' کے عنوان سے 'قاطع برہان' کا اعتراض اور پھر 'احمد' کے عنوان سے مؤلف کا جواب آتا ہے - کتاب کے آخر میں منظوم و منثور تقریظیں اور تاریخ تالیف کے قطعات ہیں - ان میں ایک مادہ تاریخ ہے : 'تحریر تام طبب' هم 'رد غالب' آمد - پہلا تالیف کا سال ۱۲۸۰ھ اور دوسرا طباعت کا سال ۱۲۸۲ھ ہے -

۶ - کیچ و مکران : کیچ کی دوسری لفظی صورت کیج بھی ہے - مکران کا مقامی تلفظ : Mekran ہے - یہ مقامات سندھ میں ہیں اور یہاں کی اکثر آبادی اقوام بلوچ کی ہے - اس شعر میں ناطق مکرانی پر تعریض اور آغا احمد علی پر اعتراض ہے جنھوں نے ناطق کو ''ایرانی مکرانی'' لکھا تھا (مؤید برہان ص ۳۶۲) لیکن انھیں غالب نے کیچ و مکران کا بلوچ مانا ہے، اور آغا احمد علی پر خوردہ گیری کی ہے کہ انھیں کیوں فارسی میں سند مانا اور فضلای ایران کے برابر جانا، گویا کیچ و مکران کو ایران میں شامل سمجھ لیا - کیچ و مکران کے علاقے میں اقوام بلوچ کی نسلیات اور تاریخ کے لئے دیکھیں :

The Baloochi Race by
M. Longworthdames, London. 1904.

خاص طور سے صفحات ۱۹، ۵۱ برای قبیلہ کیچکی اور صفحات ۱۰، ۱۴، ۵۱ برای مکران - 'کیچ' کیلئے دیکھیں ظفرنامہ شامی، ص ۹۳ اور ظفرنامۂ یزدی، ج ۱ ص ۳۷۰

۱۸۶۸ء میں پتھر کے چھاپے سے شائع ہوا - ۱۸۶۶ء میں احمد علی نے 'رسالہ ترانہ' کے نام سے فارسی رباعی پر ۲۸ صفحات کا ایک رسالہ تألیف کیا، جسے ۱۸۶۷ء میں بلوخمان نے ان کے شاگرد کی حیثیت سے چھپوایا۔ بنگال کی انجمن ایشیائی (Asiatic Society of Bengal) کے لئے آغا احمدعلی نے 'ویس ورامن' (پانچویں صدی ھجری کے شاعر، اسعد گرگانی کی مثنوی) نظامی کا سکندر نامہ بحری (یعنی اقبال نامہ سکندری)* اقبال نامۂ جہانگیری، منتخب التواریخ بدایونی، مآثر عالمگیری اور 'اکبر نامۂ ابوالفضل کے پہلے دو جزو' مرتب کئے - ۱۸۷۲ء میں فارسی زبان کا 'رسالہ اشتقاق' لکھ کر شائع کیا - ایک اور تألیف 'فوائد احمدیہ' ہے جو 'رسالۂ عبدالواسع ھانسوی' کے حاشیے کے طور پر لکھی - ان کی آخری کتاب ان کی تصنیف 'ھفت آسمان' ہے جو 'سکندر نامہ بحری' کے مقدمے کے طور پر انجمن ایشیائی کے لئے لکھی گئی تھی - اس کتاب میں جو ۱۷۴ صفحات پر مشتمل ہے فارسی مثنوی کی تاریخ بیان کی گئی ہے - 'ھفت آسمان' نام اس لئے ہے کہ فارسی مثنویاں عام طور پر سات بحروں میں نظم کی گئی ھیں - صرف امیر خسرو نے دو بحروں کا اضافہ کیا ہے اور مثنوی 'نہ سپہر' نو بحروں میں لکھی ہے - آغا احمد علی اس کتاب کا صرف پہلا حصہ 'آسمان اول' مکمل کر پائے تھے کہ ان کا انتقال ھوگیا - بخار میں مبتلا ھو کر ۶ ربیع الثانی ۱۲۹۰ھ (مطابق جون ۱۸۷۳ء) ڈھاکے میں فوت ھوئے۔ 'ھفت آسمان' کے مقدمے میں مصنف نے بتایا ہے کہ یہ کتاب

---

* - ھفت آسمان کے دیباچے میں آغا احمدعلی نے بتایا ہے کہ سکندر نامے کی دوسری جلد یعنی سکندر نامہ بحری کا پہلا حصہ ڈاکٹر اسپرنگر اور آغا محمد شستری نے مرتب کر کے شائع کیا تھا اور دوسرا حصہ خود آں ہے مرتب کرا کے چھپوایا گیا تھا -

مرادف خمیے و زے، اور قتل کا مشار الیہ لفظ (وی) ہے جس
کے ۱۶ عدد ہیں، اور (وی) کا مشار (عدو) ہے۔ ''بخت فرخ'':
کے ۱۸۸۲، جب اس میں سے ۱۶ کم کئے تو ۱۸۶۶ رہے۔''

(اضافات ج : ق ۳۲، سبد چین غ : ص ۲۲، سبد چیں م : ق
۲۵، باغ دو در : ورق ۸ الف)۔

۳۶

۱: مولوی احمد علی احمد تخلص : ان کی تألیف 'موید برہان'
کے سر ورق پر نام مولوی آغا احمد علی احمد درج ہے، اور 'آسا'
(بحرف غین)۔ اس کتاب کے دیباچے مین ان کے والد کا نام آغا
شجاعت علی درج ہے، اور 'آقا' (بحرف قاف)۔ بلوخمن
(H. Blochmann) نے ان کی ایک دوسری تالیف 'ہفت آسمان' میں
تقریباً ڈیڑھ صفحے کی سوانحی یادداشت ان کے بارے میں انگریزی
میں لکھی ہے۔ اس یادداشت میں بتایا ہے کہ ان کے بزرگ
نادرشاہ کے ساتھ ایران سے ہندوستان آئے تھے۔ آغا احمد علی
ڈھاکے میں پیدا ہوئے۔ تاریخ تولد دہم شوال ۱۲۵۵ھ مطابق
۱۶ دسمبر ۱۸۳۹ء ہے۔ ان کا تاریخی نام مظہر علی تھا۔ ۱۸۶۲
میں انہوں نے کلکتے میں ایک مدرسہ مدرسۂ احمدیہ کے نام سے
جاری کیا تھا جو ان کی وفات تک ان کے زیر نگرانی رہا
۱۸۶۴ء میں وہ پروفیسر کوویل (Professor Cowell) کی سفارش
پر کلکتے کے سرکاری مدرسے میں مدرس فارسی مقرر ہوگئے
۱۸۶۵ء میں انہوں نے 'موید برہان' شائع کی، جس کا جواب غالب
نے 'تیغ تیز' سے دیا۔ پھر احمد علی نے جواب الجواب 'شمشیر
تیزتر' کے نام سے لکھا، جو ۱۰۶ صفحات پر مشتمل کلکتے سے

۲ : 'خجستہ بہار ادب، کے اعداد '۱۲۸۳، ہیں ۔ اس قطعے سے متعلق محولہ خط میں غالب نے لکھا ہے ''خط لکھتے لکھتے خیال میں آیا کہ سید صاحب کی ولادت کی تاریخ لکھی، سیدانی صاحبہ کی بسم اللہ کی تاریخ بھی لکھا چاہیے۔ مادہ ''خجستہ بہار،، ذہن میں آیا ۔ سات عدد کم پائے ''خجستہ بہار،، پر'' ادب،، کے اعداد بڑھائے، شمار میں ۱۲۸۳ نظر آئے۔ دوسرے ورق پر وہ قطعہ مرقوم ہے،، ۔

(اضافات ج : ق ۳۱، سبدچین غ : ص ۳۲، سبدچین م : ف ۲۰، باغ دودر : ورق ۸ الف، اردوئے معلی، حصہ‌اول: ص ۸)

۳۵

۱ : نواب سے مراد نواب رام پور سید کلب علی خاں بہادر اور کونسل سے مراد ہے لیجسلیٹو کونسل جس کے اجلاس اس زمانے میں کلکتے میں ہوتے تھے ۔

رام پور سے نواب صاحب بتاریخ ۲۰ شعبان ۱۲۸۳ھ مطابق ۲۸ دسمبر ۱۸۶۶ء کونسل کے اجلاس میں شرکت کے لئے کلکتے روانہ ہوئے تھے ۔ گاڑی کی ڈاک میں رام پور سے علیگڑھ اور وہاں سے ریل سے کلکتے گئے تھے۔ (اخبارالصنادید، جلد۲، ص ۱۳۰) ۔

۲، ۳ : یہ قطعہ غالب نے نواب صاحب کو اپنے ۱۸ نومبر ۱۸۶۶ء کے مکتوب کے ساتھ بھیجا تھا اور اجازت چاہی تھی کہ اگر یہ قطعہ پسند آئے تو کسی اخبار میں چھپوا دیا جائے (دیکھیں مکتوب (۲۳)، مکاتیب، ص ۸۵) ۔ اس مکتوب میں غالب نے لفظ اینت اور مادۂ تاریخ کے بارے میں لکھا ہے ''اینت لغت پارسی ہے،

مگر حضرت کے جد امجد کو احمد شاہ درانی نے مخاطب بہ "عز الدولہ" فرمایا ۔ حضرت اگر مناسب جانیں، تو اوس خطاب مع دو جزو "شمس الملک و بہرام جنگ" جناب ملکۂ معظمہ بذریعہ گورمنٹ اپنے واسطے لیں" ۔ (مکاتیب ص ۵۴) ۔

اس عبارت کے آخری جملے پر عرشی صاحب نے ذیل حاشیہ لکھا ہے "میرزا صاحب کے اس خیر خواہانہ عریضہ جواب میں نواب صاحب نے تحریر فرمایا : "استعمال الفاظ دستور این ریاست نبودہ است و حسب الترقیم قصیدہ وسلام مذکور دیوانہا مندرج کنانیدہ خواہد شد ۔ ۲۰ صفر سنہ ۱۲۸۲ ہجر مطابق ۱۰ جولائی ۱۸۶۵"

غالب کا یہ قطعہ اس سلسلے میں منظوم اعتذار نامہ ہے انہوں نے نواب کے اس ۱۵ جولائی (۱۸۶۵ء) کے مکتوب کے موصول ہونے پر ۱۹ جولائی کو نظم کر کے بھیجا ۔

۹ : تاجدار فرنگ سے مراد ہے کوئن وکٹوریہ ۔

(اضافات ج : ف ۳۰، سبدچین غ : ص ۳۱، سبدچین م : ف ۲ باغ دودر : ورق ۷ ب)

۴۴

۱ : بیگم سے مراد نواب میر غلام بابا خاں رئیس سورت صاحبزادی ہیں جن کی بسم اللہ ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں ۱۶ مطابق ۱۴ نومبر سے کچھ پہلے ہوئی تھی، غالباً جمادی الثانی آخری تاریخوں میں (دیکھیں غالب کا خط (۷) بنام میر غلام بابا خطوط، مہر، ص ۴۱۶، اردوئے معلی، حصہ اول، ص ۸) ۔

دفعہ آتی ہے : اکتوبر ۱۸۴۸ء اکتوبر ۱۸۴۹ء، اکتوبر ۱۸۵۰ء -
یہ قصیدہ ۱۸۴۵ء کے بعد کا اور ۱۸۵۱ء سے قبل کا ہے، اس لئے کہ
دیوان فارسی کی پہلی اشاعت میں درج نہیں، البتہ نسخہ رامپور مکتوبہ
۱۸۶۱ء میں ہے اور پھر ۱۸۶۳ء کی اشاعت میں درج ہوا ہے -
(اضافت ج : ق ۲۹، سبدچین غ: ص ۳، سبدچینم: ق ۲۲، باغ دو در:
ورق ۶ ب، یادگار غالب : ص ۱۷، انشای نور چشم : ص ۴۷،
تاریخ ٹونک : ص ۴۳)

۲۳

۱، ۲: یہ قطعہ ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۸۶۵ء میں ماہ صفر کے آخری
چہار شنبے کو نظم کیا گیا تھا جیسا کہ غالب نے ان ابیات میں
خود بتایا ہے - یہ صفر کی پچیسویں اور جولائی کی انیسویں
تاریخ تھی -

۶ : امیر کلب علی خان بہادر یعنی نواب صاحب رامپور
(ولادت یک شنبہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۸۳۵ء
مسند نشینی روز جمعہ ۳۰ ذیقعدہ ۱۲۸۱ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۸۶۵ء
وفات چہار شنبہ ۲۷ جمادی الاخری ۱۳۰۴ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۸۷ء
از مکاتیب، ص ۳۸) -

غالب نے ۱۸ جون ۱۸۶۵ء کے مکتوب کے ضمن میں نواب
صاحب کو لکھا تھا "پیر و مرشد ! از راہ خیر خواہی ایک امر
عرض کرتا ہوں - محمد علیخاں ابن وزیر محمد خاں رئیس ٹونک
نے بعد مسند نشینی گورمنٹ کو "یمین الدولہ" اور دو جزو "ملک
اور جنگ" لکھکر دیئے، اور وہاں سے وہ اونکو عطا ہوئے -
حضور کے اجداد امجاد نے سلاطین بابریہ کا خطاب نہ قبول کیا

جناب غلام رسول مہر نے بجا طور پر کہا ہے (غالب، ص ۲۲۶) کہ ہجو کا، اچھوتا اور مؤثر انداز سمجھنا چاہیئے۔ حالی نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس قطعے کو ''مشکل سے ہجو ملیح کہا جاسکتا ہے'' (یادگار، ص ۷۰)۔ بادی النظر میں یہ قطعہ ہجو ملیح معلوم ہوتا ہے، لیکن غور کریں تو یہ شبہہ دور ہو جاتا ہے۔ اور یہ حقیقت میں ہجو ملیح ہوتی تو غالب اس قطعے کو نواب کی خدمت میں کیوں بھیجتے اور پھر دربار ٹونک کا تاریخ نگار ایسے قطعے کو سراہنے کے انداز میں اپنی کتاب میں درج کیوں کرتا۔

جس خط کا ہم نے اس بحث کے شروع میں حوالہ دیا ہے اس میں دوسرے جزئیات بھی ایسے موجود ہیں جن سے اس خط کا زمانہ ۱۸۴۵ء ہی ثابت ہوتا ہے اور واضح ہو جاتا ہے کہ یہ قضیہ ۱۸۶۱ء کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ جزئیات ہیں: بہادر شاہ کا اس وقت تخت نشین دہلی، ہونا، غالب کا صرف روشناس شاہ ہونا۔ (خط کے انداز سے ظاہر ہے کہ دربار سے وہ خطابات ابھی نہیں ملے ہیں جو ۱۸۵۰ء میں ملے، ورنہ ان کا ذکر اس سیاق میں ضروری تھا،) اکبر آباد میں جمس ٹامسن کا لفٹنٹ گورنر ہونا، جو ۱۸۴۳ء سے اس عہدے پر مامور تھے، تاریخ کے اس تعین کے ساتھ منافات نہیں رکھتا۔

نواب وزیر الدولہ کی مدح میں غالب کا صرف ایک قصیدہ اور ہے: عیدِ اضحیٰ بسر آغاز زمستان آمد۔ تاریخ ٹونک کا مؤلف جس قصیدے کا دربار ٹونک میں بھیجا جانا (۱۲۷۸ء مطابق ۱۸۶۱ء میں) بتاتا ہے وہ یہ قصیدہ بھی نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ 'سر آغاز زمستان، میں عیدِ اضحیٰ ۱۸۴۵ء اور ۱۸۶۱ء کے درمیان صرف تین

جواب میں بہت زیادہ تاخیر ہونے پر (دیکھیں خط : ۳ بنام تفضل حسین خاں خبر آبادی، تحقیق نامۂ باغ دو در، ص ۵۲) غالب نے یہ قطعہ کہکر بھیجا تھا ۔ جس خط کا حوالہ دیا گیا ہے اسکی تاریخ تحریر غالب نے یکم ربیع الاول ۱۲۶۱ھ درج کی ہے، جس کی مطابقت ۱۰ مارچ ۱۸۴۵ء سے ہوتی ہے ۔ اسکی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ یہ قطعہ ۱۸۴۵ء میں کہکر بھیجا گیا ہوگا۔ اس کے علاوہ اس خط میں غالب نے بتایا ہے کہ ان کا دیوان فارسی جو کم و بیش سات ہزار ابیات پر مشتمل ہے زیر طبع ہے اور دیوان کی طباعت جلد نواب وزیر الدولہ کی مدح کے قصیدے تک پہنچنے والی ہے ۔ غالب نے اس خط میں یہ بھی کہا تھا کہ اگر دربار ٹونک سے اب بھی کوئی جواب نہ ملا تو میں یہ قصیدہ دیوان سے نکال دوں گا ۔ دیوان کی ۱۸۴۵ء کی اشاعت میں یہ قصیدہ موجود ہے اور نواب ٹونک کی مدح میں اس دیوان میں صرف یہی قصیدہ ہے ۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ زیر بحث قصیدے کا قضیہ ۱۸۴۵ء کا ہے نہ کہ ۱۸۶۱ء کا جیسا کہ تاریخ ٹونک (ص ۳۵) میں درج ہے جو صریحاً غلط ہے، بلکہ یہ قصیدہ ۱۰ مارچ ۱۸۴۵ء سے بہت پہلے اور ۲۹ دسمبر ۱۸۴۱ء کے بعد پیش کیا گیا ہوگا، اس لئے کہ اس تاریخ کے کتابت شدہ دیوان فارسی (نسخہ دوم بانکی پور) میں بھی نہیں ہے ۔ اس بارے میں عرشی صاحب کا حاشیہ (مکاتیب، درسی ایڈیشن، ص ۱۹۲) بھی ۱۸۶۱ء کی تردید میں ہے ۔

اس قطعے کو جو حالی کے الفاظ میں ''بطور تقاضے کے'' (یادگار، ص ۵۰) کہکر بھیجا گیا ''حسن طلب'' کا (جیسا کہ

لاشہ : اس لفظ سے اس بات پر طنز کیا ہے کہ یہ شخص جعفر بیگ ایسا غافل سو رہا تھا کہ بار بار آواز دینے کے باوجود بیدار نہ ہوا جیسا کہ دوسرے شعر میں بتایا ہے۔ البتہ سر پر شور ہوا تو اس نے دو تین دفعہ سوتے میں ٹانگ ضرور ہلا دی تھی، لیکن اٹھا نہیں (جیسا کہ تیسرے شعر میں بیان ہوا ہے) - یہ جعفر غالب کے اس جملے کا 'جعفر بیگ، معلوم ہوتا ہے ''کدارناتھ ڈیوڑھی پر آکر جعفر بیگ، وفادار وغیرہ کی تنخواہ بانٹ گیا یا نہیں،، (اردوئے معلیٰ، حصہ اول،ص۱۷۷؛ خطوط، مہر، ص ۳۸۳) - کسی موقع پر ممکن ہے ڈیوڑھی میں پڑا غافل سو رہا ہو اور غالب پکار پکار کر تھک گئے ہوں - یہ غالب کا ملازم تھا - اس ہجو میں طعن و تشنیع نہیں، ایک خوش طبعی اور مزاح ہے -

۸ : 'شم، 'شوم، کے مخفف کے طور پر صحیح ہے لیکن زبان و بیان کے اس اسلوب میں جو اس قطعے میں استعمال ہوا ہے، یہ لفظ بے آہنگ اور بد رنگ محسوس ہوتا ہے -

(اضافات ج : ق۲۸، سبد چین غ : ص۰۳، سبد چین م :ق ۲۱، باغ دو در : ورق ۴ الف)

۴۲

۲ : نواب سے مراد نواب وزیر الدولہ وزیر محمد خاں والی ٹونک ہیں -

غالب نے نواب وزیرالدولہ کی مدح میں ایک قصیدہ (ای ذات تو جامع صفت عدل و کرم را) گذرانا تھا اور اس کے ساتھ ایک عرضداشت بھی تھی - قصیدے کے صلے اور عرضداشت کے

تتمہ: اہل خانداں کی 'جینا بیگم، اور غالب کی 'مرزا جیون بیگ، یہی محمد سلطان بیگم ہیں (خطوط، مہر حاشیہ ص ۴۱۱) مجھے حمیدہ سلطان صاحبہ موصوفہ نے بتایا تھا ۔

۱۹

یہ قطعہ، جو مئی ۱۸۵۴ء میں کہا گیا (اردوئے معلیٰ)، اس اسلوب بیان کا خاصا کامیاب نمونہ ہے جسے ملک الشعراء بہار نے سبک ترکستانی اورسبک خراسانی کا نام دیا ہے ۔

(اضافات ج : ق ۲۶، اردوئے معلیٰ : حصہ اول ص ۳۲۱، خطوط، مہر، ص ۹۳، سبد چین، غ : ص ۲۹، سبدچین م : ق ۱۹، باغ دو در : ورق ۵ ب)

۲۰

اس قطعے میں زندگی کی واقعیت اور جمالیات کا تصادم جو مزاح کے انداز میں ہے جدید شاعر کے احساسات سے بہت قریب نظر آتا ہے :

جب جیب میں پیسے ہوتے ہیں جب پیٹ میں روٹی ہوتی ہے
اس وقت یہ سبزہ ہیرا ہے اس وقت یہ شبنم ہوتی ہے (جذبی)

(اضافات ج : ق ۲۷، سبد چین غ : ص ۲۹، سبد چین م : ق ۲۰، باغ دو در : ق ۴ الف)

۲

۱، ۲، ۳: جعفر چہارم : تاریخ اسلام میں جعفر ندم کی تین شخصیتیں مشہور و معروف ہیں، حضرت جعفر طیار، حضرت امام جعفر صادقؑ اور جعفر کذاب، اس لئے جعفر بیگ کو جس کی اس قطعے میں ہجو کی گئی ہے جعفر چہارم کہا ہے ۔

18

۱ : میرزا باقر سے مراد باقر علی خاں کامل ہیں، زین العابدین خاں عارف کے بڑے بیٹے، جن کا انتقال یکم جمادی الاولی ۱۲۹۳ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۸۷۶ء کو ہوا ۔ فرزند سے مراد انکی بڑی بیٹی محمد سلطان بیگم عرف جندو بیگم ہیں جن کی شادی نواب شجاع الدین احمد خاں تاباں سے ہوئی تھی ۔ فارسی میں فرزند پسر و دختر دونوں کے لئے آتا ہے ۔

۲ : جان غالب، کے اعداد '۱۰۸۷'، میں 'قصیدہ، کے اعداد ۱۹۴، کا تعمیہ ہے جس سے محمد سلطان بیگم کی ولادت کا سال ۱۲۸۱ھ مطابق ۶۵-۱۸۶۴ء حاصل ہوتا ہے ۔ میرزا باقر علی کی شادی بہت کم سنی میں ہوگئی تھی ۔ ان کی بیگم نواب ضیاء الدین احمد خاں نیر رخشاں کی صاحبزادی نواب معظم زمانی بیگم عرف بگا بیگم مرحومہ و مغفورہ تھیں، جن کا انتقال ۱۹۴۰ء میں ہوا ۔ وہ غالب کی زندگی میں بیاہ کر آئی تھیں ۔ غالب و عارف اور میرزا یوسف کے بارے میں انکی باتیں آجکل، دہلی ۱۵ فروری ۱۹۷۰ء میں شائع شدہ مضمون "غالب کی خانگی زندگی کی ایک جھلک"، میں محفوظ ہوگئی ہیں، جو پروفیسر حمید احمد خاں صاحب بالقابہ وائس چانسلر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور کی نگارش ہے ۔ بیگم صاحبہ مرحومہ کی نواسی، ادیبہ مکرمہ حمیدہ سلطان صاحبہ دام مجدہا کی سفارش پر راقم کو مرحومہ کی خدمت میں حاضری بلکہ ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا ۔ اس موقع پر پاندان انکی خادمہ اٹھاکر لائی تھی، لیکن پان انہوں نے مجھے اپنے ہاتھ سے بناکر دیا تھا، جو اس تاریخی خاندان کے اخلاق کے بارے میں میرے حافظے کی ایک تاریخی یاد ہے ۔

(اضافات ج: ق ۲۵، سبد چین غ: ص ۲۹، سبد چین م : ق ۱۸، باغ دو در: ورق ۵ الف)۔

۱۵

خاقانی هند ملک الشعرا شیخ محمد ابراہیم ذوق دہلوی (متولد ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۰۴ھ مطابق ۱۷۸۹ء) کی تاریخ وفات شب چہار شنبہ ۲۴ صفر ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۸۵۴ء ہے (آب حیات)۔

۲ : مادۂ تاریخ 'دل زار' یعنی الف کے ایک عدد کا تخرجہ ہے جس سے '۱۲۷۱' سال وفات حاصل ہوتا ہے۔

(ضمیمۂ ابر گہر بار : ق ۳، اضافات ج : ق ۲۲، سبد چین غ: ص ۲۹، سبد چین م: ق ۱۵، باغ دو در: ورق ۵ ب)۔

۱۶

اس قطعے کا مضمون عربی کے ان مشہور اشعار سے اختراع کیا گیا ہے۔

وکاس شربت علی لذۃ و آخری تداویت منہا بہا (الاعشی)

دع عنک لومی فان اللوم اغراء
و داونی بالتی کانت ہی الداء (ابونواس)

(اضافات ج : ق ۲۳، سبد چین غ : ص ۲۹، سبد چین م : ق ۱۶، باغ دو در : ورق ۵ ب)

۱۷

۱ : 'نہنبن' متقدمین کی فارسی کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں 'سر پوش'۔ یہ لفظ عام زبان میں صدیوں سے متروک رہا ہے، لیکن شعر و سخن کی زبان میں، خاص طور سے خراسانی اسلوب کی شاعری میں، اس کا استعمال برابر ملتا ہے۔ غالب کا یہ قطعہ خاص خراسانی اسلوب میں ہے، دوسرے قطعات بھی زیادہ تر اسی اسلوب میں ہیں۔

(اضافات ج : ق ۲۴، سبدچین غ : ص ۲۹، سبد چین م : ق ۱۷، باغ دو در : ورق ۵ ب)۔

میں ہوا تھا (تلامذہ غالب) ۔ شاہزادہ خورشید عالم کی ولادت اس قطعے کے مادۂ تاریخ کے مطابق ۱۲۶۹ھ مطابق ۵۳-۱۸۵۲ء میں ہوئی۔ 'نیر اعظم' کے اعداد '۱۲۷۱' ہیں جن میں سے حرف 'ب' کے دو عدد اگلے شعر کے مطابق خارج کر کے '۱۲۶۹' حاصل ہوتے ہیں۔

۴ : اس تخرجے میں سقم یا کم سے کم ابہام ضرور ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حرف 'ب' کے تخرجے کے بعد 'گو' کے '۲۶' عدد 'نیراعظم' کے اعداد '۱۲۷۱' میں جوڑے جائیں گے، لیکن ایسا نہیں ہے۔ 'نیراعظم' کے اعداد سے 'ب' کے اعداد کا تخرجہ ہے۔

(اضافات ج : ق ۲۰، سبدچین غ : ص ۲۸، سبد چین م : ق ۱۳ باغ دو در: ورق ۵ الف) ۔

۱۴

۱ : احسن اللہ خاں یعنی حکیم احسن اللہ خاں دہلوی ۔ 'در دلکشا' سے مراد حکیم صاحب کا بنوایا ہوا دروازہ ہے جس کی تعمیر ۱۲۷۰ھ مطابق ۵۴ - ۱۸۵۳ء میں ہوئی۔ یہ دروازہ اس سڑک پر ہے جو حوض قاضی سے لال کنوئیں اور مسجد فتحپوری کی طرف جاتی ہے اور اس مکان کا دروازہ ہے جو حویلی بدل بیگ خاں کا ایک حصہ تھا جسے بعد میں حکیم صاحب نے خرید لیا تھا۔ واقعات (ص ۱۹۹) میں اس کا ذکر حویلی بدل بیگ خاں کے ضمن میں آیا ہے اور غالب کا قطعہ تاریخ بھی درج ہوا ہے۔ راقم نے اس قطعے کا کتبہ مذکورہ دروازے کے روکار پر قیام دہلی کے دوران (۱۹۳۵ء تا ۱۹۴۷ء) میں دیکھا تھا ۔

(اضافات ج : ق ۲۱، سبدچین غ : ص ۲۸، سبدچین م : ق ۱۴، باغ دو در : ورق ۵ الف)

مکان منشی سعادت علی خاں کے زیرعنوان ص۹۹۷ پر آیا ہے۔ ممکن ہے اسی مقبرے کے متصل یہ رہتے بھی ہوں۔ اسی کتاب میں ص۴۳۹ پر میر باقر علی کی شہادت کا ذکر ہے، جو ۱۱۹۲ھ مطابق ۱۷۷۸ء میں واقع ہوئی۔ یہ عین جوانی میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء(رح) کے عرس میں شرکت کے لئے شہر سے درگاہ کو روانہ ہوئے تھے کہ راستے میں کسی نے قاتلانہ حملہ کیا۔ واقعات میں ان کی شہادت کا قطعۂ تاریخ بھی درج ہے جو شاہ نصیر نے کہا تھا:

به شب عرس حضرت محبوب
میر باقر علی چو گشت شہید

بے شش و پنج گفتم این تاریخ
ہر کہ او را بکشت بود یزید

میر سعادت علی نے اجمیر میں ایک مسجد اور اس سے متصل ایک کنواں ۱۲۶۹ھ مطابق ۱۸۵۲ء میں بنوایا تھا۔

(اضافات ج: ق ۱۹، سبدچین غ: ص ۲۸، سبدچین م: ق۱۲، باغ دو در: ورق ۵ الف)۔

۱۳

۱: فتح الملک یعنی مرزا غلام فخرالدین عرف مرزا فخرو ولیعہد بہادر شاہ ظفر۔

۳: اس شعر سے ظاہر ہے کہ یہ قطعہ مرزا فخرو کے فرزند مرزا خورشید عالم خورشید کی تاریخ ولادت کا ہے۔ یہ مرزا فخرو کی تیسری بیگم کے بطن سے تھے جن کا نام وزیر بیگم' عرف چھوٹی بیگم اور خطاب شوکت محل تھا۔ مرزا فخرو کا یہ تیسرا نکاح ۱۸۴۴ء

۹

۵ : مرزا خدا بخش متخلص بہ قیصر شاہ عالم ثانی کے نوا
تھے اور فن سخن میں مومن کے شاگرد ۔

یہ قطعہ مومن کے سال وفات ۱۸۵۲ء کے بعد کا معلوم ہوتا ہے
(اضافات ج : ق ۹، سبد چیں غ: ص ۲۸، سبد چیں م : ف
باغ دو در : ورق ۴ب)۔

۱۰

یہ قطعہ ممکن ہے غالب کے واقعہ اسیری کے زمانے کا ہو
(اضافات ج : ق ۱۰،سبدچین غ: ص ۲۸، سبد چیں م : ف
باغ دو در : ورق ۴ب)۔

۱۱

یہ قطعہ بہادر شاہ ظفر کی کسی سالگرہ کے موقعے پر لکھا
گیا ہوگا ۔ (اضافات ج:ق۱۸، سبد چین غ : ص سبدچین م:ف۱۱)
باغ دو در: ورق ۴ب) ۔

۱۲

۱ : میر سعادت علی دہلی کے باشندے سید باقر علی کے بیٹے
تھے ۔ ان کے بھائی کا نام ارادت علی تھا ۔ ان دونوں بھائیوں نے
اپنے نانا شیخ محمد موسی خاں کا مقبرہ جو آستانۂ حضرت نظام الدین
اولیاء(رح) کے مشرق دروازے کے باہرواقع تھا، ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۸۵۴م
میں از سر نو بنوایا تھا۔ واقعات دارالحکومت دہلی میں ان کا ذکر

یہ قطعہ غالب نے سر رابرٹ کو ۱۸۶۴ء میں ۱۷ ستمبر اور ۱۰ نومبر کے درمیان بھیجا ہوگا ۔

(ابر گہر بار : ص ۳۸، اضافات ج:ق۶، سبد چین غ :ص ۲۶، سبد چین م: ق۶، باغ دو در: ورق ۳ الف) ۔

۷

یہ قطعہ سر رابرٹ منٹگمری کو ۱۰ جنوری ۱۸۶۵ء سے بہت پہلے بلکہ یکم جنوری سے پہلے بھیجا گیا ہوگا ۔ دیکھیں سابقہ قطعہ اور متعلقہ حوالہ ۔

(اضافات ج : ق ۷، سبد چین غ : ص ۲۷، سبد چین م :ق۷، باغ دو در: ورق ۳ ب) ۔

۸

۸: ولیعہد سے مراد شاہزادہ فتح الملک مرزا فخرو اور بادشاہ سے مراد بہادر شاہ ظفر ہیں ۔ دوسرے مصرعے میں الفاظ 'فتح' اور 'ظفر' اسی رعایت سے آئے ہیں ۔

یہ قطعہ ۱۸۵۲ء اور ۱۸۵۶ء کے درمیان کی تصنیف ہے ۔ پہلا سال مرزا فخرو کی ولیعہدی کے سرکاری اعلان کا ہے اور دوسرا سال اُن کی وفات کا ۔

(اضافات ج : ۸، سبد چین غ : ص ۲۷، سبد چین : م : ۸، باغ دو در : ورق ۴ الف) ۔

پہلا وائسرائے یہی ہے ۔ یہ اس سے پہلے گورنر جنرل تھا ۔

۷ : 'الف دال . . . بعد از شین، یعنی شاد، 'الف نون . . بعد از جیم ، یعنی جان ۔

یہ قطعہ 'مثنوی ابر گہر بار (مطبوعہ ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۳ اکمل المطابع، دہلی) کے ضمیمے کے طور پر 'قطعہ در مد گورنر صاحب بہادر، کے عنوان سے ص ۳۸ پر درج ہے ۔ عنوان م گورنر جنرل کے بجائے گورنر غلط لکھا گیا ہے ۔

(اضافات ج:ق۴، سبد چین غ:ص۲۵، سبدچین م:ق۴، باغ دو در : ور ۲ب) ۔

۵

۱:اس قطعے کا ممدوح ہے سر ڈانلڈ مکلوڈ (Sir Donald Mcleod جو ۱۰ جنوری ۱۸۶۵ء سے صوبہ پنجاب اور صوبۂ شمال مغرب کا لفٹنٹ گورنر تھا ۔

۱۰: بانوی انگلستان سے مراد کوئن وکٹوریہ (تخت نشینی ۲۰ جون ۱۸۳۷ء) ہے ۔

(اضافات ج : ق ۵، سبد چین غ : ص ۲۲، سبد چین م : . . باغ دو در: ورق ۳ الف) ۔

۶

۱:منٹگمری یعنی سر رابرٹ منٹگمری (Sir Robert Montgomery لفٹنٹ گورنر صوبہ پنجاب ۔

۱۳: دیکھیں اس تحقیق نامے کے صفحہ ۶۴ پر خط شمارہ ۳ بنام رجب علی خان ارسطو جاہ، خاص طور پر عبارات (۴) و (۵)۔

اور ماہ صفر کی تیسری تاریخ بروز پنجشنبہ۔ مریم مکانی کا اصل نام بادشاہ بیگم تھا اور یہ غازی‌الدین حیدر بادشاہ اودھ کی زوجہ تھیں (ایضاً، ص ۲۱۶)۔

۲ : سامرہ بغداد سے تقریباً پچھتر میل کے فاصلے پر دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے چھوٹا سا قریہ ہے۔ یہاں حضرت امام علی نقیؑ، حضرت امام حسن عسکریؑ، جناب حلیمہ خاتونؑ خواہر امام علی نقیؑ اور جناب نرجس خاتونؑ زوجہ امام حسن عسکریؑ کے مزار ہیں اور وہ بیت الشرف بھی ہے جس میں ان بزرگوں کا قیام تھا۔ اصل قدیم شہر سرمن رأی کے کھنڈر اس مقام سے تقریباً ۳ میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔ لفظ سامرہ عربی میں باتشدید را ہے اور اس کی اصل عام طور پر سرمن رای بتائی جاتی ہے، یعنی ایسا مقام کہ جس نے دیکھا وہ خوش ہوا۔ فارسی میں سامرہ بتخفیف رأ بھی رائج ہے جیسا کہ غالب کے اس شعر میں آیا ہے۔

۳:مادہ تاریخ 'باد با بنت رسولؐ ہاشمی انجام او'، کے اعداد ۱۲۶۴، میں 'روی نیاز، یعنی 'ن'، کے '۵۰'، اعداد کا تعمیہ ہے، جس سے سال وفات ۱۲۱۴ھ حاصل ہوتا ہے۔

(اضافات ج: ق ۳ ، سبد چین غ: ص۲۵، سبد چین م : ق ۳، باغ دو در: ورق ۲الف)

۴

۱:'ویسرای'، سے مراد لارڈ کیننگ (Canning) ہے جس کی عہدداری ۱۸۵۶ء سے ۱۸۶۲ء تک رہی۔ انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد

ہے ۔ دوسرا کتبہ قطعۂ تاریخ کا نہیں، صرف ایک مدحیہ
شعر ہے :

بدہلی احسن اللہ خان بنا کرد
یکے گرمابۂ قدسی نشیمن

پے سالش کہ یا رب جاودان باد
بفرق بانی خود سایہ افگن

بشستم روی لفظ آن‌گاہ گفتم
شدہ تعمیر این حمام احسن

تخرجہ اس میں بھی ہے اور غالب کے قطعے میں بھی، لیکن
غالب کے ہاں حمام کی مناسبت سے 'پاشستن' اس قطعے کے 'روشستن'
سے زیادہ بلیغ ہے، جس کے ساتھ 'گوشہ حمام' میں 'راحت' اور
'آرام' کا تعمیہ بہت بر محل ہے، اور زبان و بیان کے لحاظ سے
تو اس قطعے کا غالب کے قطعے سے کوئی مقابلہ ہی نہیں ۔ غالب کا
یہ قطعہ حمام میں کہیں نہ کہیں ضرور نصب کیا گیا ہوگا
لیکن محفوظ نہیں رہا ۔ اسی حویلی کے ایک دروازے پر غالب کا
ایک اور قطعۂ تاریخ دروازے کی تعمیر کا ہے جو سنگ مرمر کی
لوح پر کندہ اس دروازے کے روکار پر نصب ہے اور قیام دہلی کے
دوران میں ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۷ء تک راقم کے مشاہدے میں آتا رہا ہے ۔
اس کا ذکر آئندہ صفحات میں اپنے مقام پر آئے گا ۔
(اضافات ج:ق۲، سبد چین غ:ص ۲۵، سبد چین م: ق۲، باغ دو در:
ورق ۲ الف)

۱ : اس قطعے کی رو سے مریم مکانی کا سال وفات ۱۲۶۶ھ ہے
لیکن تاریخ اودھ (جلد چہارم، ص ۳۲۶) میں ۱۲۶۳ھ درج ہے ۔

یعنی اب سال ۱۲۵۱ھ مطابق ۳۶-۱۸۳۵ء تھا۔ اگرچہ تپاں کا ذکر تذکرے میں نہیں بڑھایا گیا، لیکن قیاس کہتا ہے کہ اس سال کچھ اور اضافہ ضرور ہوا ہوگا، یا پھر اپنی تقریظ کے اضافے کی بنا پر غالب نے ۱۲۵۱ھ کو سال تکمیل قرار دیا۔

(دیوان فارسی مکتوبہ ۱۲۵۴ھ مطابق ۱۸۳۸ء : حاشیہ زیریں ورق ۷ الف، اضافات ج : ق ۱، انتخاب ش : ق ۱۱، سبد چین غ : ص ۴۴، سبد چین م : ق ۱، باغ دو در : ورق ۲ الف۔)

۳

حمام : یہ حمام احترام الدولہ عمدۃ الحکماء معتمد الملک حاذق الزماں حکیم احسن اللہ خاں ثابت جنگ طبیب دربار بہادر شاہ ثانی نے اپنی اس وسیع حویلی کے احاطے میں ۱۲۶۸ھ مطابق ۵۲-۱۸۵۱ء میں بنوایا تھا جو شہر دہلی میں لال کنوئیں سے اجمیری دروازے تک پھیلی ہوئی تھی۔ خود یہ حویلی محمد شاہ بادشاہ دہلی کے وزیر وزیر الملک اعتماد الدولہ نواب قمر الدین خاں کی تعمیر کردہ تھی جس کا ایک حصہ آخر میں حکیم صاحب کی ملکیت میں آ گیا۔ اس قطعۂ تاریخ میں 'گوشہ حمام' کے اعداد '۳۴۰'، میں 'راحت' کے اعداد '۶۰۹' اور 'آرام' کے '۲۴۲' کا تعمیہ اور بقرینۂ 'شست' لفظ 'پا' کے اعداد '۳' کا تخرجہ ہے جس سے سال تعمیر ۱۲۶۸ھ حاصل ہوتا ہے۔ واقعات دار الحکومت دہلی میں بشیر الدین احمد دہلوی نے ص ۱۰۰ پر اس حمام کا ذکر کیا ہے اور اسکے دو کتبے بھی درج کئے ہیں جو سنگ مرمر کی لوحوں پر تھے لیکن ان میں غالب کا قطعہ نہیں ہے۔ ان میں سے ایک کتبے میں کسی کا کہا ہوا حمام کی تعمیر کا حسب ذیل قطعۂ تاریخ

بار ۱۸۴۳ء میں چھپا تھا ۔ تیسری طباعت جو رمضان مبارک ۱۲۹۱ھ
مطابق اکتوبر ۱۸۷۴ء میں ہوئی یہ قطعہ غالب کی تقریظ کے آخر میں
ص ۲۵۹ پر درج ہے (گلشن بیخار طبع سوم، مطبع نولکشور لکھنئو) ۔

'گلشن بیخار، کے اعداد '۱۲۱۳، میں 'جویہای آب، کے اعداد
'۳۸، کا تعمیہ ہے جس سے سال ۱۲۵۱ھ مطابق ۳۶-۱۸۳۵ء حاصل
ہوتا ہے ۔ نظامی بدایونی نے کلیات شیفتہ و حسرتی (نظامی پریس، بدایوں،
۱۹۱۶ء) کے دیباچے میں سال تکمیل ۱۲۵۰ھ درج کیا ہے، جو خود
شیفتہ کے بیان کے مطابق ہے۔ شیفتہ نے کتاب کے دیباچے میں کہا ہے "ابتدای
این کارنامہ در ابتدای سال هزار و دوصد و چهل و هشت بوده وانتهای آن
در سال هزار و دو صد و پنجاه،، ۔ اس کے علاوہ دوسرے شعراء کے قطعات تاریخ
بھی طبع اول کے آخر میں درج ہیں، جن میں اس تصنیف کی تکمیل کا
سال ۱۲۵۰ھ ظاہر کیا گیا ہے ۔ ان قطعات میں حکیم مومن کا قطعہ
بھی ہے ۔ لیکن دوسری طرف ہمیں غالب کا قطعہ تاریخ خود 'انتخاب
شیفتہ، میں ملتا ہے، جس کا مخطوطہ لٹن لائبریری، علیگڑھ میں محفوظ
ہے ۔ اس تباین کا حل یہ ہے کہ تذکرہ ۱۲۵۰ھ میں مکمل ہو چکا
تھا اور شعراء نے تاریخیں بھی کہہ کر دے دی تھیں، لیکن ۱۲۵۱ھ
میں شیفتہ نے تذکرے میں کچھ اضافہ کیا جس کی بنا پر غالب
نے ۱۲۵۱ھ کو سال تکمیل قرار دے کر قطعہ تاریخ کہا ۔ ہمارے
اس قیاس کی تائید غالب کے ایک فارسی خط سے ہوتی ہے جس کے
مکتوب الیہ شیفتہ ہیں ۔ یہ خط پنج آہنگ (طبع اول، ص ۱۵۰) میں
شامل ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیفتہ نے تذکرے کا مسودہ
مکمل کر کے تقریظ کی فرمائش کے ساتھ غالب کو بھیجا تھا ۔ غالب نے
مسودہ واپس کر کے احمد بیگ تپاں کا ذکر تذکرے میں اضافہ کرنے
کی درخواست کی تھی ۔ اس وقت تپاں کے انتقال کو جو جناب قاضی
عبدالودود صاحب کی تحقیق (مآثر غالب، ص ۵۶) کے مطابق
۱۵ مارچ ۱۸۳۲ء سے چند دن پہلے ہوا تھا چار سال گذر چکے تھے'

تعلیقات

(ان تعلیقات میں پہلے 'باغ دو در' کے حصہ نظم سے متعلق اور پھر حصہ نثر کی مختلف نگارشوں اورخطوط کے بارے میں تحقیقی اشارات اور تبصرے ھیں -

ھریادداشت کے عنوان کا ھندسہ نظم کے شمارے کی اور عبارات کے شروع کا یمینی ھندسہ بیت کے شمارے کی نشاندھی کرتا ھے -)

قطعات

۱

۱ : گلشن بیخار : تذکرۂ شعرائے فارسی و اردو مؤلفۂ نواب مصطفیٰ خاں متخلص به شیفته و حسرتی (متولد۱۸۰۶ء مطابق ۱۲۲۰ھ یا ۱۲۲۱ھ، متوفی ۱۸۶۹ء مطابق ۱۲۸۶ھ) -

دوسرے مصرعے میں عربی الفاظ قرآن پاک کے کلمات مبارکه ''جنات تجری من تحتها الانهار،، سے بحذف 'من' ماخوذ ھیں (آیت ۲۵، سوره بقره، پاره ۲ از جمله موارد متعدده در قرآن) -

۲ : گلشن بیخار کی تصنیف کا آغاز ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲-۳۳ء میں ھوا تھا اور تکمیل ۱۲۵۱ھ مطابق ۱۸۳۵-۳۶ء میں- غالب کی زندگی میں یه تذکره پہلی مرتبه ۱۲۵۳ھ مطابق۱۸۳۷-۳۸ء میں اور دوسـ

منشی هیراسنگھ [درد] کے نام

سعادت و اقبال نشان منشی هیرا سنگھ صاحب سلمه الله بعد
سلام اور آرزوئے دیدار کے بعد باور کریں اور یقین جا
که دل تمھاری طرف لگا ہوا ہے - کیا بات ہوئی که
چار دن گذر گئے اور تشریف نہیں لائے - اگر میں نے
خطا کی ہے تو مجھ کو معاف کردیں اور اگر نه آ
کوئی اور سبب ہے تو مجھ کو اس کی اطلاع دیں، اور
ایسا نہیں ہے تو آئیں اور میرے دل سے غم کا بوجھ اٹھائ
والسلام - اسد الله بیگناه و روسیاه، و عذر خواه -[. . .
۱ تا ۷]

کاتب کا لکھا ہوا خاتمه

[اس] خالق مہر و ماه کا شکر ہے که ان مبارک ایام
کتاب فیض انتساب سبد چین [= باغ دو در] جناب والا
شہنشاه قلمرو سخن گستری، یکه تاز عرصهٔ معنی پروری علامهٔ عص
بانی مبانی نظم و نثر، رشک عرفی و فخر طالب، نجم الدوله دبیر الملک
اسد الله خان غالب رحمة الله علیه، منشی هیرا سنگھ صاحب کوتر
ساکن کوچه گندھی گلی واقع دهلی کی فرمائش پر ا
حضرت مصنف کے شاگردوں میں سے ہیں، احقر العباد عنایت
[سابق ایڈیٹر صادق الاخبار دهلی] کے خط بدنمط سے [کتاب
ہوکر] پنجشنبه، ۷ جولائی ۱۸۷۰ء کو اختتام کو پہنچی

ویسے ہی آپ کو بھیج دیا جائے گا۔ جو خط [حافظ] مغل علی خاں [عالی دہلوی] کے نام کا تھا وہ اُس [عزیز] نامدار کو دے دیا گیا ۔ انھوں نے فوراً جواب لکھا اور میرے سپرد کیا، چنانچہ اس خط کے ساتھ ملفوف آپ کے ملاحظے سے گذرے گا ۔
[۱۵ تا ۲۰]

۴) غیاث الدولہ حکیم رضی الدین حسن خاں کیا کہوں کیا کہتے ہیں اور آپکو کس قدر یاد کرتے ہیں ۔ کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ کئی گھڑی برابر آپکا ذکر خیر ان کی زبان پر نہ رہتا ہو ۔ جس دن آپکا خط آتا ہے اُسی دن آپکے بیس سلام اُس والا جاہ کو پہنچا دیتا ہوں ۔ اُنھوں نے بے شمار سلام میری تحویل میں دئیے ہیں تاکہ جب بھی آپ کو خط لکھوں تحریر [ان کی طرف سے] سلام پر ختم کروں ۔ [بریلی کے] میر کرم علی صاحب بھی [جو اب دہلی کے ساکن ہیں] سلام لکھاتے ہیں ۔ از سداللہ، نگاشتۂ سہ شنبہ ۱۵ مئی و فرستادہ چہار شنبہ ۱۶ ماہ مذکور ۱۸٤۹ء ۔
[۲۰ تا ۲۸]

[اصل فارسی خط میں تیسری سطر کا پہلا لفظ 'مژدہ' طباعت میں حذف ہوگیا ہے ؛ تئیسویں سطر میں 'ناشمردہ' کے بجائے 'تاشمردہ' اور چوبیسویں سطر میں 'تا' کی جگہ 'یا' غلط چھپا ہے ۔]

خجستہ القاب کے قلم کی نگارش کو صفحۂ قرطاس سے صفحۂ
ور آتار لیا - [۱ تا ٤]

تحفۃ الحدائق [اخبار مطبوعۂ دھلی] دوبارہ پہنچنے سے وہ مخد
چیں بہ جبیں نہ ہوں، اس لئے کہ یہ اوراق اتفاقاً ممانعت
حکم پہنچنے سے دو دن پہلے ارسال کئے گئے تھے - اب ممانع
کا حکم جاری ہونے پر اخبار کا [آپکے نام] جاری ہونا رو
دیا گیا ہے - [٤ تا ۷]

(۲) آپ نے حکم دیا ہے کہ بھیجنے کے لئے کوئی دوسرا اخ
انتخاب کرنا چاہئے - بندہ پرور، سوا اس اخبار کے جس
نام تحفۃ الحدائق ہے اور جو شرف قبول حاصل نہ کر -
چار اور اخبار شہر [دھلی] میں چھپتے ہیں :
سراج الاخبار [ھفتہ وار فارسی اخبار] مطبع سلطانی [قلعہ
معلی دھلی] میں، دھلی اردو اخبار مولوی محمد باقر سلمہ
اللہ تعالی کے مطبع [مطبع دھلی اردو اخبار] میں، اور [ارد
کا] قران السعدین [جو منشی دھرم نرائن چھاپتے ھیں] منشی
مدرسہ سرکار انگریزی [مطبع العلوم دھلی] میں - ان تم
پرچوں کو چھوڑ کر پھر وھی سید الاخبار [سید محمد صاحب
دھلوی کا] ہے - [یہ] آپ نے میرے پاس بارھا دیکھا او
راتوں کو [بیٹھکر] پڑھا ہے - ان میں سے جو بھی آپکو
پسند ہو روانہ کیا جائے - [۷ تا ۱٤]

(۳) حکیم احسن اللہ خاں کے نام کا خط ایک معتمد آدمی کے
سپرد کردیا تھا کہ لیجا کر مکتوب الیہ کو دیدے - ابھ
ادھر سے جواب نہیں آیا ہے - جب آنے کا توجیسے ہی آنے

آواز کا بھی کوئی خریدار نہ ہوتا اور میری زندگی یونہی ناکامی اور تیرہ بختی میں گذرتی ۔ [۱۷ تا ۳۶]

) ایک دن دوستان ہمدم میں سے ایک کو میرے حال زار اور میرے کاروبار پر رحم آیا اور ترس کھا کر کہا حیف ہے کہ تجھے اکبر و شاہجہان کے عہد میں پیدا نہ کیا گیا۔ میں نے کہا خدا کی قسم اگر میں اس مبارک عہد میں ہوتا تو اسی طرح خستہ و خوار [اپنی شومی قسمت کو روتا] ۔ خوان روزگار سے میری غذا بجز خون کے کچھ نہ ہوتی اور روزینے کے دو روپے سے زیادہ مجھے کچھ نہ ملتا ۔ غرض آج کے دن سے میں نے عہد کیا ہے کہ ہر ہفتے ایک خط بسبیل ڈاک انگریزی آپکو بھیجا کرونگا اور محصول آپکے ذمے رکھونگا تاکہ مجھے اطمینان رہے کہ خط پہنچ گیا ۔ دیکھوں آپ کب تک عاجز نہیں آجاتے اور [کب تک] جواب نہیں دیتے، والسلام ۔ از اسداللہ، نگاشتہ و فرستادہ دوشنبہ، ۲۴ نومبر ۱۸۴۷ء [اصل خط میں ۲۷ نومبر غلط چھپ گیا ہے] [۳۶ تا ۴۶]

خط ایک دوست [نواب مظفرالدولہ ناصر الملک میرزا سیف الدین حیدر خان سیف جنگ ؟] کے نام

) قلم جو ناطق بے زبان ہے غالب آشفتہ نوا کی زبان سے باتیں کر رہا ہے بیدلوں کی ترجمانی میں اس بیزبان کی گفتگو سننے کے قابل ہے ۔ تفقد نامہ ملا اور جاذبۂ نگاہ شوق نے نواب

[آپ کے پیش دست] مشفقی منشی احمد سلمہ اللہ تعالی [اس وقت
حاضرین انجمن میں نہ ہوں تو میر احمد حسین کو حکم
فرمائیں کہ آپ کی طرف سے چند سطریں مجھ کو لکھ دیں
اور اگر وہ بھی [آپ کی خدمت میں] نہیں آتے ہیں تو
حسبۃللہ خود زحمت فرمائیں اور دو لفظ اپنے دست گہرفشار
[کے قلم] کی جنبش سے رقم فرماویں، کہ شاید یہ نگارش
[میرے لئے] دفع غم کا تعویذ بن سکے۔ [۱۷، تا ۲۲]

(۳) واللہ ان دنوں دہلی میں میرے درد و کرب اور بیتابی کا
وہ عالم ہے جو مچھلی کا آگ میں اور سمندر کا پانی میں
ہوتا ہے:

هر لحظه دل بسوی بیابان کشد مرا
آب و هوای شهر به من ساز گار نیست

[دیار] هند میں کوئی صاحب دولت ایسا نہیں کہ اس گروہ
بے شکوہ سے قطع تعلق کر کے اس کے دامن دولت سے
وابستہ ہو جاؤں۔ کیا کروں، میری جنس بازار میں
شاعری ہے اور اس قلمرو میں اس کا کوئی ٹکے کا خریدار
نہیں۔ گویا میں ساری عمر جھک مارتا رہا۔ افسوس ان
دنوں پر جو مشق سخن میں گذارے۔ کاش میں شروع سے
گانے [بجانے] سے دل لگاتا اور بجتری بن جاتا۔ افسوس میں
کیا کہہ رہا ہوں۔ کیا ان لوگوں کی جماعت میں جو
نوائے سخن کی اجرت لیکر روٹی کھاتے ہیں بینواؤں کا
وجود نہیں۔ اگر مثلاً میرا پیشہ مغنی کا ہوتا تو بھی
میں اس فرقے کے حرمان نصیبوں میں سے ہوتا۔ جیسا
کہ اب شعر و سخن کا کوئی خواہاں نہیں ہے میری

شہر] پہنچے، آپکی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور پھر مجھے لکھا کہ میں پہنچ گیا ہوں اور خط پہنچا دیا ہے ۔
[۱ تا ۵]

۲) کیسے کہوں کہ مظفرالدولہ بہادر نے میرے خط آپکو نہیں دئیے اور اپنے مکان کی دیواروں کے سوراخوں میں [کہیں] رکھ دئیے ۔ یا الٰہی یہ بے اتفاقی کس راہ سے ہے؟ یا یہ تھا کہ غیاث الدولہ [حکیم رضی الدین حسن خاں] اور دوسرے احباب آپکی خیریت مجھ سے پوچھتے تھے یا [اب] زمانے کی نا سازگاری سے اسکی نوبت آئی ہے کہ میں ہر [گھر کے دروازے سے] آپکی خیر] خبر لیتا پھرتا ہوں ۔ ایک دفعہ میر احمد حسین نے آنجناب کی خیریت حالات مجھے لکھ بھیجی تھی اور نگرانی دیدہ و دل کی چارہ گری کی تھی ۔ ہو نہ ہو اُنہیں آپکی خدمت میں حاضری کا موقع کم ملتا ہے اور التفات کے مشتاق مگر محروم ہیں ۔ مجھے خیال ہوتا ہے کہ آپ نے اُن پر توجہ نہیں کی اور لطف بزرگانہ کا اظہار نہیں فرمایا ۔ آنکی طرف توجہ نہ کرنے اور ان پر لطف نہ فرمانے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ مجھ سے بیزار اور برداشتہ خاطر ہوگئے ہیں ۔ [۵ تا ۱٤]

۳) خاص طور پر ان دنوں جب میں سخت مغموم ہوں اور ظاہر ہے کہ غمزدہ کو غمخواری کی زیادہ احتیاج ہوتی ہے آپکی بےرخی اور بےالتفاقی اتنی دل شکن اور روح فرسا ہے کہ بیان سے باہر ہے ۔ بارے اب من جائیں اور غمزدوں کی طرف ذرا التفات فرمائیں ۔ خط کے جواب سے محرومی اب اس سے زیادہ مجھ سے برداشت نہ ہو پائے گی ۔ اگر

نواب صاحب [موصوف] کی خدمت والا میں پہنچا دیں اور
نواب صاحب مناسب طریقے سے خاقان دارا دربان [واجد علی
شاہ بادشاہ اودھ] کے حضور میں پیش کر دیں اور میری
مدح گستری اور سخنوری اور حضرت فردوس منزل کی بخشش
و عطا کی کیفیت خسرو سپہر بارگاہ کے حضور میں عرض کر دیں
چاہے [میری] قسمت کی نارسائی کے سبب عطیہ بقدر جاہ و
دستگاہ شاہ نہ ہو بارے اسی قدر [صلہ و] بخشش پر قناعت
کرونگا جو فردوس منزل کے عہد سے معمول [ومرسوم] ہے۔
[۲۰ تا ۲۹]

(۴) اب قصیدۂ مدح شاہ اور قطعہ ستایش حضرت والا ہمہ
نواب صاحب قطب الدولہ بہادر کے روانہ کرنے میں میری
طرف سے تاخیر نہیں ہے۔ جیسے ہی حضرت اس عرضداشت
کا جواب اس فقیر کے التماس کو قبول فرماتے ہوئے
سید صاحب [احمد حسین میکش] کو عطا فرمائینگے وہ
مکرمت نامہ مجھکو مل جائے گا اور فوراً قصیدہ اور قطعہ
میر احمد حسین موصوف کے ذریعے سے خدمت عالی میں پہنچ
جائے گا۔ عرضداشت اسد اللہ نگاشتہ در شنبہ، ۲۴ ذیحجہ
۱۲٦۴ھ مطابق [٦ نومبر ۱۸۴۸ء] [۲۹ تا ۳۵]

خط بنام [اعتقاد الدولہ] نوروز علی خان بہادر

(۱) عالیجاہا مخلصان امیدگاہا، ایک مدت ہوگئی والا نامے سے
سرفراز نہیں فرمایا گیا، دو خط [ناظر] حسین میرزا کی وساطت
سے مظفر الدولہ [ناصر الملک میرزا سیف الدین حیدر خاں
سیف جنگ] بہادر کو بھیجے گئے اور ایک خط میر احمد حسین
کے ہاتھ بھیجا گیا میر احمد حسین خود وہاں [یعنی لکھنئو

اس خاکسار کا وجود اور اُس منتخب اعیان روزگار کی ذات ایک اسم کی مربوب رھی ھے تو میں بظاھر روشناس نه سہی حقیقت میں کوئی بیگانگی ھمارے درمیان نہیں ھے ۔ امید ھے که لطف و مرحمت سے دریغ نه فرمائینگے اور میرا حال اس عریضے سے بطور اجمال اور سعادت و اقبال نشان میر احمد حسین طال عمرہ کے بیان سے بتفصیل معلوم کر کے اس درویش کے زخمی دل کے لئے مرھم کی فکر فرمائینگے ۔ [۱ تا ۱٤]

۲) واقعه یه ھے که فردوس منزل نصیرالدین حیدر بادشاہ اودھ کی تخت نشینی کے زمانے سے مجھے صلۂ مدح کے طور پر اس سلطنت کے خوان [عطا] کی زله خواری حاصل رھی ھے ۔ میرا قصیدہ [گر بسنبل کدۂ روضۂ رضوان رفتم] روشن الدوله بہادر [منیرالملک محمد حسین خان بہادر قائم جنگ] کی وساطت سے بادشاہ کے حضور میں گذرا اور پانچ ھزار روپیه عطا ھوا ۔ محمد علی شاہ کے عہد میں مجھے کوئی وسیله میسر نه آیا اور حضرت امجد علی شاہ کے عہد حکومت میں زمانے کی ناسازگاری کے ھاتھوں مجھ پر جو گذری وہ میر احمد حسین جواس راز سے با خبر ھیں عرض کرینگے ۔ [۱٤ تا ۲۰]

۳) اب میں یه چاھتا ھوں که اگر نواب صاحب والا مناقب رفیع الشأن قطب الدوله نواب قطب علی خان بہادر دام اقباله میری مربیانه دستگیری فرمائیں تو قصیدہ برخوردار میر احمد حسین کے اس بھیجدوں تاکه وہ سعادت نشان پہلے حضرت کی نظر کیمیا اثر کے لئے پیش کریں اور اُسکے بعد

آپ سے طول عمر عطا فرمائے دوسرے اس تہیدست بے نوا صلے میں اتنا سرمایہ آئے کہ سفر کا سامان کر کے سر بھل دشت نجف کی راہ لے - [۲۵تا۳٤]

(۹) چونکہ ہرزہ سرائی درویشوں کا طریقہ نہیں اور اس کے خا بزرگوں کا قول ہے کہ :

خواجہ خود روش بندہ پروری داند [حافظ]

اس سے زیادہ زحمت نہیں دیتا اور خط کو دعا پر ختم کرتا ہوں الہی چرخ [پیر] فرماں بردار اور اختر [تقدیر] سازگار رہے - نامہ نگار ہوا خواہ اسد اللہ نگاشتۂ پنجشنبہ یکم ماہ رجب ۱۲۶۵ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۸۴۹ء - [۳۵تا۳۹]

خط بنام [قطب] شاہ صاحب

اگرچہ نیک نیم خاک پای نیکانم
عجب کہ تشنہ بمانم سفال ریحانم [صائب]

(۱) شاہ صاحب قبلہ و کعبہ دو عالم کے حضور میں بعجز و نیاز جبین سائی کر کے عرض کرتا ہوں کہ ہائے وہ زمانہ جو اتنی برکتیں ساتھ لایا، مگر میری قسمت کے لئے سازگار ہوا - یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ حضرت نے چند دن بلکہ کئی مہینے اس شہر [دھلی] کے قلعے میں قیام فرما رہے۔ سگ کم نصیب شرف قدم بوسی حاصل نہ کرسکا - اس محرومی پر جتنا بھی افسوس کروں بجا ہے، لیکن جب پردۂ آفرینش پر غور و فکر سے نظر ڈالتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ اُ اعیان ثابتہ کے عالم میں جو فیضان قدس کا محل نزول

تھا اور میری مرضی کے بغیر کوئی کام نہ کرتا تھا، اپنا عزم و ارادہ مجھ سے بیان کیا ۔ میں نے اُس کی ہمت پر آفرین کہہ کر خدا سے اس کی کامیابی کے لئے دعا کی ۔ [۱۴ تا ۱۸]

۴) چونکہ میں خود حضرت فردوس منزل [نصیرالدین حیدر پادشاہ اودھ] کے عہد سے اُس دولت ابد مدت کا مدح گو اور زلہ خوار ہوں، میں نے حق مدح گوئی ادا کیا اور قصیدہ [سخن ز روضۂ رضوان بکوی یار کشد] کہہ کر اس [سعادت نشان] کو بھیج دیا ۔ چونکہ بخت مساعد، دولت یاور اور اقبال رہنما تھا اس امیدوار پسندیدہ اطوار میر احمد حسین کو اُس والا جاہ کا دامن ہاتھ آگیا ۔ اختر تقدیر نے کہا مبارک ہو اور فلک کج رفتار نے عذر خواہی [اور سازگاری] کی ۔ میرے دل کو تسکین ہوئی اور غم دل سے دور ہوا ۔ جس کام کا آغاز یہ ہو اُس کا انجام، ظاہر ہے، خیر و خوبی و یمن و برکت ہی ہوگا ۔
[۱۸ تا ۲۵]

۵) غرض دل کو دو گونہ آرزو مندی ہے اور مدح گوئی اور قصیدہ سرائی کا مقصود یہی ہے کہ ابر رحمت یعنی والا جناب جو ایک عالم کے لئے مرجع جود و کرم اور ایک دنیا کے لئے امید گاہ ہیں اپنی دیدہ وری اور ہمت و مروت کے سہارے اقبال نشان میر احمد حسین موصوف کو جہان پناہ کے حضور میں پیش کر دیں اور حقیقت حال کی بطریق مناسب ترجمانی فرما کر یہ دونوں آرزوئیں پوری کردیں، یعنی اول وہ فرخندہ خوی فرخ تبار سلطان فریدون فر دارادربان کے زمرۂ ملازمین میں منسلک ہو کر اپنی عمر وہیں گذارے اور خدا

ایضاً : ۲

خط بنام نواب [قطب الدولہ بہادر]

(۱) بخدمت وافرالمسرت نواب صاحب جمیل المناقب رفیع الشا
امیدگاہ آرزو مندان دام بقاؤہ و زاد علاؤہ، ہدیۂ سلام
پیشکش کے بعد جو سنت سنیہ حضرت خیرالانام ص ہے ...
اُس لطف و مرحمت کا سپاس بجا لاتا ہوں جو برخورد
کامگار میر احمد حسن [میکش] طال عمرہ و زادقدرہ
مبذول فرماتے رہے ہیں اور در حقیقت یہ لطف و کرم ...
جانتا ہوں کہ خود مجھ پر رہا ہے، اور اس کے بعد چ
سطریں تحریر کرتا ہوں جو راقم کی گزارش احوال کے ...
آئینۂ صورت نما ہو سکیں ۔ [۱ تا ۷]

(۲) خاطر عالی پر کہ خرد خداداد کے فروغ سے منور ہے ہویدا
ہو کہ اس سیدزادہ ستودہ خو کو اس کمترین کے ...
پیوند روحانی ہے ۔ پدروالاگہر اس کا میر کرار حسین
سلمہ اللہ تعالی عمائد سادات والا تبار میں سے ہے اور روشناس
شاہ و شہر یار؛ حکام انگریزی کی طرف سے اشرف الوکلا
کے خطاب سے ممتاز ہے ۔ بیٹے کی پرورش ناز و نعمت سے
کی ہے علم و ادب کی تعلیم دی ہے اور سرکار سے وکالت
عدالت کا پروانہ دلایا ہے ۔ [۷ تا ۱۴]

(۳) لیکن اس بلند ہمت اور بلند نظر [نوجوان] کو یہ [وکالت ک
پیشہ پسند نہ آیا اور شاہ سپہر بارگہ اودھ [واجد علی شاہ
خلد اللہ ملکہ و سلطانہ کے خوان جود و کرم پر ریزہ خوار
کی آرزو ہوئی ۔ چونکہ مجھ سے اپنا راز پوشیدہ نہ رکھ

اظہار کے بعد گزارش مدعا یہ ہے کہ ایک طویل مدت گذری [واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی مدح میں] قصیدہ [سخن ز روضہ رضوان بکوی یار کشد] اور ایک عرضداشت [بحضور شاہ] آپ کی خدمت میں بھیج کر بہزار آرزو درخواست کی تھی کہ یہ نظم اور نثر حضرت قدر قدرت ظل الہی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ کی نظر ربوبیت اثر کے سامنے پیش کر دیں ۔ حقیقت ہے کہ قصد یہ تھا کہ عطیۂ شاہی حاصل کر کے عتبات عالیات کا رخ کروں ۔ راقم کی ناسازی طالع پر وائے ہو کہ ابھی تک [تصور کی] اس بہار کی جھلک نظر نہیں آ سکی ہے ۔ شاہنشاہ کا دست کرم ابر رحمت ہے جو خار و گل پر یکساں برستا ہے ۔ جہاں بے مانگے لعل و گہر کی کانیں کی کانیں بخشتے ہوں سوال کے بعد سائل کی محرومی کیسے ممکن ہے ؟ [۱تا۱۲]

بات یہ ہے کہ آنجناب نے اس درویش دل‌ریش کی طرف توجہ نہیں فرمائی اور قصیدے اور عرضداشت کو حضرت خدیو آفاق کی نگاہ التفات کے لئے پیش نہیں کیا ۔ وقت گذر رہا ہے ۔ قافلہ روانہ ہو رہا ہے ۔ میرے ہمراہی آمادۂ سفر ہیں اور جلد روانہ ہونا چاہتے ہیں، لیکن میں تہیدستی و بے نوائی کے باعث اسی طرح پا بگل ہوں ۔ خدا را اس گوشہ نشین اندوھگیں پر رحم فرمائیں اور قصیدہ اور عرضداشت بادشاہ کے حضور میں پیش کر دیں اور جس عطئے کا حکم ہو اس طرح کہ تأخیر نہ ہو اس گدائے امیدوار کو ارسال فرماویں ۔ اس سے زیادہ دعائے دوام دولت حضرت ظل سبحانی کے سوا جو ہر دم ورد زبان ہے کیا عرض کروں ۔ نامہ نگار ہوا خواہ اسداللہ، نگاشتہ روز شنبہ، ۱۸ ذیقعدہ، ۱۲۶۵ھ مطابق ۶ اکتوبر ۱۸۴۹ء ۔

آخری عمر ہے اور میں سخت عاجز اور حیران و پریشان ہوں ۔ اس معاملے میں کچھ امید بندھی ہے اور تمہاری توقع پر جی رہا ہوں ۔ اولاد نے بوڑھے باپ کی بڑی خدمت کی ہے ۔ اگر تمہاری سعی و کوشش اور حسن تدبیر سے یہ کام سر انجام پا جائے گا اور بادشاہ اودھ کی طرف سے صلہ اس طرح کہ میرے اور تمہارے سوا کوئی نہ جانے مجھ کو مل جائے گا تو گویا اس کے بعد میری جو زندگی باقی ہے وہ تمہارے احسان کے زیر سایہ خوشی سے گذرے گی ۔ اس وقت اس قرض سے جس کا بار میرے لئے دوش فرسا ہے میں سخت عاجز آ گیا ہوں ۔ جب یہ بھاری بوجھ میرے شانوں پر سے اٹھ جائے گا تو پھر آئندہ میں اس تنخواہ پر قناعت کروں گا جو سرکار انگریزی سے مجھے ملتی ہے اور خشک روٹی پر قناعت کر کے زندگی مستعار کے باقی لمحے گذاروں گا اور آئندہ کبھی قرض نہ لوں گا بلکہ اگر توفیق [الہی] شامل حال رہے گی اور زاد راہ باقی بچے گا تو کعبہ و مدینہ و نجف کا عزم کر کے گھر سے نکلوں گا :

یا رب این آرزوی من چہ خوش است
تو بدین آرزو مرا برسان

والدعا [شنبہ ۲۳ دسمبر ۱۸۴۸ء]

خط بنام قطب الدولہ بہادر

(۱) جناب نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان امیدگاہ مخلصان دام بقاؤہ و زاد علاؤہ کی خدمت مبارک میں ہدیۂ سلام مسنون کی پیشکش اور تمنای ملاقات وافرالمسرت کے

اگر ضرورت ہو تو قطب الدولہ کے نام لکھ کر تمہیں بھیج دوں اور قصیدہ پہنچنے کے بعد کے حالات بھی مجھ کو لکھنا کہ جب نواب صاحب نے قصیدہ دیکھا تو کیا کہا اور جب بادشاہ کے سامنے پیش کیا تو بادشاہ نے کیا کہا۔ غرض یہ تمام باتیں لکھنا اور یہ چیزیں لکھنے کے بعد صلے کے بارے میں تمہاری رائے میں جو بات ضروری ہو تحریر کرنا تاکہ اُس مضمون کا خط تمہارے نام یا نواب صاحب کے نام لکھ کر بھیجوں۔ اس بات کا بھی خیال رکھنا کہ دھلی میں کسی شخص پر یہ امر ظاہر نہ ہونے پائے بلکہ بہتر یہ ہے کہ قصیدہ پہنچتے ہی اُس کے پہنچنے کے بارے میں فوراً مجھے خط لکھنا تاکہ میرے دل کو اطمینان ہو اور اس کے بعد قصیدے کا بادشاہ کے حضور میں پیش ہونا اور بادشاہ کے حکم کا صادر ہونا یہ سب ٹھیک ٹھیک لکھنا اور بتانا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور یہ کہ تمہارے نام خط لکھنا چاہیے کہ نواب صاحب کے نام اور [اُن کے نام] کس مضمون کا خط لکھا جائے، یہ سب لکھ کر بھیجنا اور ہر بات پر جو میں نے لکھی ہے خوب توجہ کر کے اور پوری دقت فکر سے کام لے کر ایسا جواب مجھے لکھنا جو سراسر صلاح ہو عین صواب ہو۔ کام کا آغاز بڑی خوبی اور خوش اسلوبی سے ہوا ہے اور فی الحقیقت تم نے ایک بڑا کام کیا ہے۔ اگر تمہارے بجائے مثلاً روح الامین کو بھی میں یہ کام سپرد کرتا تو اس سے بہتر طور پر انجام نہ پا سکتا لیکن ہوشیار اورخبردار رہیں کہ انجام بھی اس کام کا ایسا ہی ہو جیسا آغاز اچھا رہا ہے۔ ایسا نہ ہو آخر میں کوئی لغزش ہو جائے یا غفلت واقع ہو اور بنا بنایا کام بگڑ جائے۔ خدا علیم ہے کہ یہ میری

کہ اگر احمد حسین لکھنؤ پہنچا ہوتا تو کیسے ممکن تھا
کہ مجھے نہ لکھتا، چہ جائیکہ وہ لکھنؤ پہنچا اور شادی کی
اور موٹا شکار پکڑا اور مجھے خبر نہ کی ۔ بیچارا تردد میں
رہ گیا اور نہ سمجھ سکا کہ حقیقت کیا ہے ۔ پھر میں نے
اُس سے پوچھا کہ [احمد حسین کی زوجہ] ظفری بیگم اچھی
ہے ۔ کہا، اچھی ہے اور [اب صحت یاب ہو کر] اُٹھنے اور
چلنے پھرنے لگی ہے اور کہتی ہے کہ میرا باپ ٹھیک کہتا
ہے اور تم سب دروغگوئی کرتے ہو ۔ میرے دل میں محبت
آئی، ایک ڈبیا انگور کی، چار رنگترے اور ایک ولائتی انار اس
بچے کو دیا اور کہا کہ یہ ظفری بیگم کو دینا اور اپنی
بہن [ظفری بیگم] کو میری دعا کہنا ۔ یہ چیزیں لے کر وہ
بچہ اور بچے کے ساتھ اُس کا باپ دونوں چلے گئے ۔ میں نے
اپنے دل میں عہد کیا کہ اگر مجھے کہیں سے کچھ مل گیا تو [اس
رقم میں سے] سو ظفری بیگم اور اُس کی ماں [تمہاری خوشدامن]
کو بھیجوں گا اور کہوں گا کہ جب تک تمہارے شوہر
کی کوئی خبر ملے اس رقم کو صرف میں لاؤ ۔ [۸۷ تا ۸۹]

(۷) خط ختم ہوا لیکن غم دل اُسی طرح جوش زن ہے۔ اس لئے
لکھنے کو مکرر لکھتا ہوں ۔ میرے یہ تمام تفکرات صحیح
ہیں ۔ ان میں سے ایک بھی بے بنیاد نہیں ۔ بارے مضمون
[سخن ز روضہ رضوان بکوی یار کشد] پہنچنے کے بعد
مناسب فکر کرنا اور معاملے کے تمام پہلوؤں اور گرد و پیش
کو دیکھ کر اندازہ لگانا کہ کیا کرنا چاہیے ۔ جو مضمون
مطلوب ہو لکھنا تاکہ اُس مضمون کا خط تمہارے نام پر

جہان بیمر و گیتی دشمن و دلدار مستغنی
مرا برآرزوهای ثنائی خندہ می آید [۸تا۵۶]

۱ میری جان، کل دوشنبہ [در اصل جمعہ] بائیس دسمبر اور نصرانیوں کی عید [کرسمس] کا دن تھا۔ یہ خط اس شعر تک لکھ کر میں نے اپنے صندوقچے میں رکھ چھوڑا تھا آج سہ شنبے کو کہ دسمبر کی تیئس ۲۳ ہے میں دیوار کے نیچے بچھے ہوئے تخت پر دھوپ میں بیٹھا تھا کہ اچانک وہ بچہ جو کبھی کبھی تمہارے ساتھ میرے پاس آیا کرتا تھا دروازے سے داخل ہوا اور بولا کہ میرا باپ دروازے پر کھڑا ہے اور آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ میں نے کہا کون مانع ہے، آئیں۔ بچہ گیا اور [انہیں] ساتھ لے آیا۔ وہ بیٹھ گئے تو میں نے پوچھا اسم شریف بولے میر امام الدین۔ میں نے کہا کیسے قدم رنجہ فرمایا۔ کہنے لگے میر احمد حسین کی خیریت پوچھنی چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میر احمد حسین یہاں سے رام پور اور وہاں سے بریلی پہنچ گئے اور وہاں جاکر بیمار ہوگئے۔ اس کے بعد مجھے خبر نہیں کہ کیا صورت پیش آئی اور وہ کہاں گئے اور اب کہاں ہیں بلکہ میں اُن کی موت و حیات سے بھی بے خبر ہوں۔ وہ بولے میں نے سنا ہے [میکش] لکھنئو پہنچ گیا ہے اور وہاں شادی کرلی ہے اور مالدار عورت سے نکاح کیا ہے جسے سرکار شاہ اودھ سے ڈھائی سو روپیہ ماھانہ ملتا ہے۔ میں نے کہا واللہ باللہ ثم تاللہ اس واقعے کی مجھے کوئی اطلاع نہیں ہے۔ میرا قسم کھانا صحیح تھا اس لئے کہ میں نے یہ خرافات نہیں سنی تھی۔

پانچ ہزار روپے میں سے پانچ سو روپے تم کو دوں
تم چاہو تو یہ رقم وہیں لے لو اور اگر تم یہ چاہو
کہ قطب الدولہ پر یہ بات ظاہر نہ ہو تو لکھو تاکہ
ہنڈوی کی پوری رقم پہنچنے کے بعد میں پانچ سو روپے
تم کو بھیج دوں ۔ پہلی صورت میں ایک الگ سہر شدہ
خط تمہیں بھیج دوں اور تم اپنے نام کا وہ خط نواب صاحب
کے ملاحظے میں لا کر پانچ سو روپے اپنے پاس رکھ لو
اور چار ہزار پانچ سو روپے کی ہنڈوی جیسا کہ میں نے
لکھا ہے نواب صاحب سے لے کر مجھے روانہ کر دو ۔ میں
تم سے کہتا ہوں کہ اگر تمہاری صلاح یہ ہوگی تو میں
تمہارے خط میں یہ نہیں لکھوں گا کہ پانچ سو روپیہ میں
نے تم کو دیا بلکہ پانچ سو روپے کی فلاں فلاں اشیاء
خرید کر تم بھیجو گے ۔ میرے اس سوال کا جواب بہت
لکھ بھیجو ۔ لیکن دوسرا اندیشہ سب سے زیادہ روح فرسا ہے
یعنی میں شہر [دہلی] میں قرضدار ہوں اور [کئی] ڈگری دار
ہیں ۔ اگر انہیں پتہ چل گیا تو اپنی اپنی ڈگری پیش
کر کے قانوناً رقم مجھ سے لے جائیں گے اور میری اور
تمہاری کوشش رائگاں جائے گی ۔ اس زخم کو دو مرہموں
کی احتیاج ہے ایک یہ کہ ہنڈوی میرے نام کی نہ ہو
"صرف شاہ جوگ"، ہو [جو کوئی شخص بھی لے سکتا ہے] ۔
دوسرے یہ کہ جس طرح پہلے قطب الدولہ کے [میرے]
خط بھیجنے کی اطلاع اپنے دوستوں کو لکھ بھیجی تھی
[اس مرتبہ] یہ خبر کسی کو نہ لکھیں اور ایسا کریں کہ
میرے اور تمہارے سوا کسی دوسرے کو پتہ نہ چلے کہ
کیا ہوا اور یہ معاملہ کہاں تک پہنچا، سبحان اللہ سبحان اللہ!

صورت میں مجھے اندیشہ ہے کہ کام بگڑ جائے گا ۔ چارۂ کار
یہی ہو سکتا ہے کہ اس بارے میں نواب صاحب پر یہ
اندیشہ ظاہر کر دیا جائے اور میری طرف سے کہا جائے کہ
غالب کہتا ہے کہ میں گدائے یک در ہوں اور [نواب]
قطب الدولہ کے سوا دوسرے کو نہیں جانتا ۔ اس لئے
قطب الدولہ کو چاہیے کہ مجھے دوسرے کا محتاج نہ کریں
اور قصیدہ خود پیش کریں اور صلہ حاصل کریں اور خود
مجھ تک پہنچائیں ۔ جب یہ کام بن جائے ، وزیر بیچ میں
نہ آئے اور جیسا کہ میں نے کہا کہ نواب قطب الدولہ
ہی کی مہربانی سے مقصود حل ہو جائے تو چونکہ یہ
مقصود رقم ہے اس لئے خود سوچیں کہ رقم لکھنئو سے
مجھ کو کیسے بھیجیں گے ۔ ظاہر ہے ہنڈوی سے بھیجیں گے ۔
شہر [لکھنئو] بیگانہ، شہر کے لوگ عیار پیشہ، اور تم کو
شہر کے ساھوکاروں سے کوئی واقفیت نہیں، ایسا نہ ہو
کوئی قباحت پیدا ہو ۔ اس کا مداوا یہ ہے کہ جب کوئی
رقم عطا ہونے کا حکم مل جائے تو نواب صاحب کی خدمت
میں عرض کریں کہ میں مسافر ہوں، ہنڈوی حاصل
کرنے کا طریقہ نہیں جانتا، حضور کسی قابل اعتماد اور
اپنے متوسل ساھوکار کو بلا کر رقم اس کو دے دیں اور
ہنڈوی اس سے لکھوا کر اپنے خط کے ساتھ ملفوف کر کے
مجھے عطا فرماویں تاکہ میں وہ خط اسداللہ خاں کو بھیج
دوں ۔ لیکن یہاں ایک بات کہنی باقی ہے یعنی میں نے جو
رقم تم کو دینی کی ہے وہ کس طرح تم کو دوں ۔
یہ بات تمہاری مرضی پر منحصر ہے ۔ میں چاھتا ہوں کہ

ربیع الثانی کی گیارھویں اور مارچ کی ساتویں تاریخ [یہ خط]
روانہ کیا گیا ۔

۱۳

(۱) سعادت نشان، سنو اور اس خط کے مضامین کو ذہن نشین
کر لو بلکہ یہ خط اپنے ساتھ رکھو تاکہ کوئی بات بھولو
تو خط دیکھ کر پھر جان لو ۔ [۱ تا ۳]

(۲) پہلے یہ بات کہی جاتی ہے کہ تمہارا خط پہنچا تھا اور
جو رقعہ ناظر [حسین مرزا] صاحب کے نام تھا وہ ناظر صاحب
کو دے دیا گیا ۔
[۳ تا ۵]

(۳) مولوی اکرام الدین [صدر امین دہلی] [کل بروز جمعہ ...
محرم ۱۲۶۵ھ مطابق ۲۲ دسمبر ۱۸۴۸ء] اس دنیا سے رخصت
ہوگئے اور حسرتوں کی ایک دنیا اپنے ساتھ لے گئے ۔ یہاں
تک جو کچھ میں نے لکھا ہے فقط بطور اطلاع ہے ...
یہ باتیں مفید مطلب نہیں ہیں ۔
[۵ تا ۷]

(۴) اب گوش ہوش میری طرف رہے کہ ایسی باتیں کہنی ہیں
جو مفید مطلب ہیں ۔
[۶ و ۷]

(۵) میری جان، قصیدہ پہنچتا ہے، خود پڑھیں اور نواب صاحب
[قطب الدولہ] تک پہنچائیں اور اس کی کوشش کریں کہ
بادشاہ [واجد علی شاہ] کی نظر سے گذرے اور صلہ ملے ۔ مجھے
یقین ہے کہ تمہارے حسن سلوک اور نواب صاحب کی
عنایت سے ضرور بادشاہ تک پہنچے گا ۔ پھر کیا ہوگا؟
لوگ کہتے ہیں کہ لامحالا صلہ دینے کا حکم صادر ہوگا
تو وزیر [امین الدولہ] کے نام صادر ہوگا اور
وزیر کے [توسط کے] بغیر کام نہ ہوسکے گا ۔ ایسی

ساز ما بفکر کار ما فکر ما درکارما آزار ما

بارے اگر مناسب جانو تو میرا سلام نواب صاحب کو پہنچانا، بلکہ اگر ہو سکے اور موقع ملے تو یہ خط اُن کے ملاحظے میں لانا - [۲۶ تا ۳٤]

۷) تم نے [اپنے خط میں] اپنی نسبت مشفقی منشی یحیی علی خاں کے لطف و محبت کا جو ذکر کیا ہے اس سے میرے دل میں اُس فرخندہ گہر کی محبت گھر کر گئی ہے - جو تم کو میری طرح عزیز رکھتا ہو میں اس کو عزیز کیوں کر نہ جانوں - وہ جو شفقت تم پر فرماتے ہیں احسان ہے جو مجھ پر کرتے ہیں - تمہاری تحریر سے معلوم ہوا کہ یحیٰی تخلص فرماتے ہیں اور شعر کہتے ہیں - اُن کو میرا سلام پہنچانا اور مجھ کو اُن کا کلام لکھ کر بھیجنا -

از اسد اللہ نوشتہ سہ شنبہ ۱۰ ربیع الثانی [فارسی متن میں یہاں ربیع الاول درج ہے جو غالب کا سہو یا کاتب کی غلطی ہے] [۱۲۶۵ھ] ٦ مارچ [۱۸٤۹ء] جواب طلب -

۸) چونکہ کل شام تک بلکہ آج چہار شنبے کی صبح تک [نہ میر مہدی نہ میر امام الدین] کسی کا خط نہیں ملا اس لئے میں یہ خط روانہ کر رہا ہوں اور تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ اب میں غم روزگار کے ہاتھوں عاجز آ گیا ہوں، دیر ہرگز نہ کرنا اور قطب الدولہ کو اس پر آمادہ کرنا کہ جشن غسل صحت کے موقع پر ہی میرے کام کا سر انجام فرماویں اور تم یہ کرنا کہ اس خط کا جواب جلد لکھنا - بروز چہار شنبہ

(۴) میر مہدی [مجروح] کے نام کا خط میر مہدی کو اور میر امام الدین کے نام کا خط میر امام الدین کو پہنچا دیا گیا - میں آج یہ خط تمھارے نام لکھکر رکھ چھوڑتا ہوں - اگر ان دونوں کے خط بھی آگئے تو اس خط کے ساتھ رکھکر تم کو بھیج دونگا، ورنہ کل صرف اپنا خط ڈاک سے روانہ کر دونگا - [۱۲ تا ۱۶]

(۵) شاہ اودھ [واجد علی شاہ] کے بارے میں نا خوشگوار خبریں سننے میں آرہی تھیں - خدا تم کو ہمیشہ سلامت رکھے تم نے [خط لکھکر] میرے دل کو سکون بخشا - تم نے بیماری کا رفع ہونا اور غسل صحت کا انشاء اللہ بروز پنجشنبہ انجام پانا لکھا، لیکن وہ بات نہ لکھی جس سے دل کو تقویت ہوتی اور امید بندھتی - جشن غسل صحت قصیدہ مدحیہ گذراننے کے لئے پاکیزہ تقریب ہے - کتنا اچھا ہو کہ یہ خط جو میں آج لکھ رہا ہوں اور کل بھیجا جائے ابھی تم کو نہ ملا ہو کہ میرا قصیدہ بادشاہ تک اور بادشاہ کا عطیہ مجھ تک پہنچ جائے - شاعر نے کیا خوب کہا ہے :

جہان بیمہرو گیتی دشمن و دلدار مستغنی
مرا بر آرزوہای تثانی خندہ می آید [۱۶ تا ۱۹]

(۶) میں قطب الدولہ بہادر کے خط نام لکھنا چاہتا تھا کہ لکھکر تم کو بھیجدوں اور تم سے کہوں کہ یہ خط نواب [قطب الدولہ] صاحب کو پیش کرنا اور اس خط کو بنائے گفتگو قرار دینا لیکن پھر میں نے سوچا کہ یہ غیر ضروری ہے - خود موقع شناس ہو، غافل نہیں ہو اور نواب صاحب بھی لطف و مرحمت میں مضایقہ نہیں فرماتے :

۱۲

۱) میری جان سعادت نشان، خط لکھنے کے لئے الفاظ و معانی ابھی دیدہ و دل میں تھے کہ دوسرا خط ملا ۔ اس سے پہلے کے خط میں تم نے جو یہ لکھا تھا کہ جب تک میں دوسرا خط نہ لکھوں جواب نہ لکھا جائے تو اب جواب لکھنے کی اجازت ملنے پر [خط] لکھ رہا ہوں ۔ [۱ تا ٤]

۲) مخفی نہ رہے کہ 'حرون' لفظ عربی ہے اور اس کا املا حای حطی سے ہے ۔ اگر قصیدے [سخن ز روضۂ رضوان بکوی یار کشد، کے شعر ۱۵ : غم است آنکه منش را همی کند هموار رود ز اسب حرون تو سنی چو بار کشد] میں ہای ہوز سے لکھا گیا ہے تو قصور کاتب کا ہے، نہ کہ میرا ۔ یہ لفظ ضرور صحیح کر دیں ۔ لعب عین کے کسرہ کے ساتھ بھی جائز ہے اور عین کے سکون سے بھی جو میرے اس شعر میں آیا ہے : پی گرانی خوابم ز سوء ظن نہ بہ لعب چہ نقش ہا کہ بانگشت بر مزار کشد] کذا فی الصراح ۔ [۵ تا ۹]

۳) تمھارا مشفقی قطب الدولہ بہادر کے زیر سایہ فروکش ہونا تم کو بھی مبارک ہو اور مجھکو بھی ۔ اس جوانمرد صاحب دل سے ہرگز دور نہ رہیں! دولت کی تلاش اسی دروازے پر کریں ۔ جو اتنی غمخواری کر رہا ہے وہ تم کو ناکامی کے حوالے نہ کریگا ۔ [۹ تا ۱۲]

یقین تھا کہ میر احمد حسین جو بمنزلہ میرے فرزند کے ہ
اور سعادت مند ہے عجب نہیں کہ قطب الدولہ کو اس پر
آمادہ کر لے کہ میرا ذکر شاہ اودھ [واجد علی شاہ] سے
کریں اور دربار سلطانی سے میرے نام فرمان طلب بھجوائیں
تاکہ میں لکھنؤ پہنچوں اور بادشاہ سے ملوں اور اس طرح
میری ناکامیوں کا دور ختم ہو، لیکن واہ ری خوبی قسمت
کہ یہ خیالی منصوبہ ختم ہو کر رہ گیا اور تمام امیدیں مبدل
بہ یاس ہوگئیں اور ایسا ہونا ہی تھا اس لئے کہ اقبال نشان
میر مہدی مجروح نے اپنے نام کا خط جو تمہارا لکھا ہوا تھا مجھ
دکھایا۔ خدا جانتا ہے جو اس خط کو دیکھ کر میرا حال ہوا۔
اور دور تک اپنا انجام نظر آنے لگا ہے، آخر یہ کیا ہوگا کہ
تمکو لکھنؤ سے ناکام ہو کر روانہ ہونا پڑے۔ برائے خدا
میکشی میرے غم زدہ دل بیقرار کی چارہ گری کرو۔ تجھے
خداوند قدیر اور ارواح ائمہ اطہار علیہم السلام کا واسطہ ا
حال صحیح صحیح مجھے لکھ۔ جو کچھ تم نے میر مہدی
خط میں لکھا ہے وہ میرے تصور اور میری توقع کے بالکل
بر خلاف ہے۔ تعجب ہے کہ تم نے یہ حالات مجھ
کبھی نہ لکھے۔ اب تمہاری جان کی قسم جب تک تمہ
دوسرا خط میرے نام نہ آئے گا اور تمہارے حالات کی پو
سرگذشت معلوم نہ ہوگی میرے دل کو چین نہ آئے گا
خدا کے لئے جلد از جلد خط بھیجو اور اپنی کیفیت مفصل
لکھو۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اظہار حزن و ملال اور طلب تفصیل حال کے سوا
لکھوں۔ اسد اللہ نامہ سیاہ۔ [۸ تا ۲۹] [(بعد از ۲۳ ستمبر
۱۸۵۰ء]

آرزو رہی کہ کاش مجھے معلوم ہو سکتا ممدوح نے لطافت کلام کو بھی سمجھا [یا نہیں] اور اس قطعے کی تعریف کن الفاظ میں کی جس میں مدح کے سوا ایک حصہ عرض مدعا کا بھی تھا ۔ افسوس کہ سخن فہم دنیا میں نہیں ۔ مجھے پشیمانی ہے کہ میں نے [اعتقادالدولہ] نوروزعلی خاں کو خط کیوں لکھا ۔ میں خود جانتا تھا کہ جواب کیا ہو گا، لیکن تمہاری خاطر لکھا تھا ۔

خدا گر بحکمت ببندد دری
کشاید به بخشایش خود دری
[کذا][کشاید به بخشش در دیگری][سعدی]

دیکھیں کہ خدا کی مرضی کیا ہے ۔ امید ہے تمہیں کامیابی ہوگی اور خدا تمہیں بلند رتبے پر پہنچائے گا والدعا، از اسد اللہ نگاشتہ شنبہ ۱۲ محرم الحرام ۱۲۶۵ھ [مطابق ۹ دسمبر ۱۸۴۸ء]
[۲۰ تا ۳۱]

۱۱

(۱) با آنکه هیچ مطلب ممکن روا نشد
دل خوش نمیکنیم مگر از محال ها

جس دن سے تم لکھنئو میں جا کر رہے ہو اور خود تمہاری تحریروں سے ظاہر ہوتا رہا ہے کہ تمہیں قطب الدولہ کے ساتھ جو بادشاہ [واجد علی شاہ] کے خاص ندیموں میں سے ہیں قرب و انس حاصل ہے، میں دل میں سوچتا رہا ہوں اور کہتا رہا ہوں :

باشد که همین بیضه بر آرد پر و بال [۱ تا ۷]

(۲) غرض میرے دل میں طرح طرح کی ہوسیں تھیں اور مجھے

(۲) نواب [مظفرالدولہ] کا گرامی نامہ میرے دل غم دیدہ کے لئے باعث مسرت ہوا - کام کا آغاز اچھا ہے خدا کرے انجام بھی اچھا ہو - قصیدہ کہنے کا ارادہ ہے اور کہنا شروع بھی کر دیا ہے - تین دن سے بخار کی آگ میں جل رہا ہوں اور اس کشاکش میں فکر سخن نہیں ہو پاتا بہر صورت اس مہینے [محرم، ۱۲۶۵ھ] کے آخر تک یا ماہ صفر کے شروع تک قصیدہ مذہب و مطلا کاغذ پر لکھا ہوا تمہاری خدمت میں پہنچ جائے گا - قطعہ بھی کہنا چاہتا ہوں - اگر خدا نے چاہا تو قصیدہ ختم کرنے کے بعد قطعہ بھی کہوں گا، اطمینان رکھیں - [۷ تا ۱۳]

(۳) ناظر جی [معین الدولہ حسین میرزا] کے نام کا خط انہیں بھیج دیا گیا تھا - اسی دن خود آئے - اور نواب [مظفرالدولہ] کا خط مجھ سے مانگا - میں نے کہا تم نے کیسے جانا کہ نواب [مظفرالدولہ] نے مجھے خط بھیجا ہے - بولے میکش کی تحریر سے - بارے وہ خط میں نے ان کے سامنے رکھ دیا - انہوں نے پڑھا اور پھر مجھ کو دے دیا - اب میرے قلمدان کی زینت ہے - [۱۳ تا ۱۷]

(۴) معلوم ہوا کہ شاہ جی [قطب شاہ] زیادہ التفات نہیں فرماتے - بارے درویشوں کی دعا ہی کافی ہے - اپنا کام دانش خداداد کی قوت سے سر انجام دو اور خدا کی ذات سے امید رکھو - [۱۷ تا ۲۰]

(۵) ہر چند صفر کی بیسویں تاریخ تک عزاداری رہتی ہے لیکن ممکن ہے ان ہی دنوں میں کام سر انجام پا جائے ورنہ اگر زندگی باقی ہے تو بیسویں صفر بھی دور نہیں - مجھے اس کی

کہ آجتک تمہارے لئے کوئی خدمت معین نہ ہوسکی۔ تمہارا وقت ضائع ہو رہا ہے۔ کہاں سے صرف کرتے ہو اور کھانا کہاں سے کھاتے ہو۔ مستقبل میں تمہیں کس چیز کی توقع ہے۔ [۲۰ تا ۲۴]

(۵) حامد علی خاں کا حال تفصیل سے لکھنا اور شاہ سمن خاں پسر علی محمد خاں رسالہ دار کا حال بھی لکھنا جو لکھنؤ آیا ہے اور رضی الدولہ [مصاحب واجد علی شاہ کے عزیزوں میں سے ہے]، اس کا حال معلوم کرکے لکھنا، والدعا۔ از اسد اللہ نگاشتۂ روز یکشنبہ ۲۵ صفر ۱۲۶۵ھ مطابق ۲۱ جنوری ۱۸۴۹ء کل دو شنبے کو بتاریخ ۲۶ صفر و ۲۲ جنوری یہ خط ڈاک میں بھیجا جائے گا انشاء اللہ العزیز العظیم۔ [۲۴ تا ۳۰]

۱۰

(۱) صاحب من، دلنواز نامہ پہنچا اور مفید مشورے دلنشین ہوئے۔ نواب مظفر الدولہ [ناصرالملک میرزا سیف الدین حیدر خاں سیف جنگ بہادر] کے نام کا خط بھیجا جارہا ہے اور اس کے ساتھ [اُن کے چھوٹے بھائی] معین الدولہ یعنی حسین میرزا کا رقعہ بھی جو میرے نام ہے بھیج رہا ہوں۔ مظفرالدولہ کے مسکن کا پتہ اس رقعے سے دیکھ لیں اور تلاش کریں اور وہاں پہنچ کر خط پیش کر کے کتاب لے لیں اور شیخ [قطب الدین] صاحب کو پہنچا دیں اور جب شیخ صاحب واپس کریں تو بسبیل ڈاک مجھ کو روانہ کر دیں۔ [۱ تا ۷]

(۲) تاریخ یمینی [شائع کردہ میر اشرف علی] فی الحال جس قیمت کو بھی مل سکی خرید کرموم جامے میں لپیٹ کر بعد ادائے محصول تمہیں بھیجی ہے ۔ خدا کرے کہ عملۂ پرمٹ شاہی کے اہلکاروں کے تصرف سے محفوظ رہے ۔ اپنی طرف سے راجہ امداد علی خاں بہادر [خیرآبادی] کی خدمت میں پیش کریں اور میرا نام نہ لیں ۔ اس میں تکلف نہ کریں ۔ راجہ صاحب مجھے کیا جانیں کہ میں کون ہوں ۔ خواہ مخواہ میرا بار احسان آن پر کیوں ڈالیں ۔ اپنا ممنون بنائیں کہ تمہاری ناموری میں میری بلند نامی ہے اور بس ۔ بادشاہ کی بیماری کی خبر سن کر قصیدے سے دل ہٹ گیا اور میں ناامید ہوگیا ۔ اب دیکھئے کیا صورت پیش آتی ہے اور اس معاملے کا کیا انجام ہوتا ہے ۔ میری قسمت کو سعی و کوشش سے بنانا ممکن نہیں ۔ میں اپنے طالع بد کو خوب سمجھتا ہوں ۔ پورے تریپن سال سے اپنی شومی طالع کا تماشائی ہوں ۔ خدا تمہاری عمر اور دولت میں اضافہ فرمائے اور تمہاری کوششوں کے نتیجے سے میری زندگی کو کامیاب بنائے ۔ [۵ تا ۱۶]

(۳) پنج آہنگ لکھی جارہی ہے ۔ جب اس کی کتابت ختم ہوگی تو یہ کتاب بھی اسی طرح تمہیں بھیج دی جائے گی ۔ یہ بات واضح رہے کہ میں یہ تاریخ یمینی اور پنج آہنگ تمہیں دے رہا ہوں ۔ راجہ اور منشی کو میں نہیں جانتا ۔ تم خود جس طرح چاہو پیش کرو ۔ [۱۶ تا ۲۰]

(۴) کتاب پہنچنے کی اطلاع اور بادشاہ کے غسل صحت اور قصیدے کی کیفیت مجھے جلد لکھنا اور یہ بھی لکھنا کہ نواب [مظفرالدولہ] کی اتنی نوازشات کے باوجود کیا سبب ہے

ہو جانے سے میں اتنا غمزدہ نہیں ہو جاتا کہ ہلاکت تک نوبت پہنچے ۔ ہرگزہرگز تأمل نہ کریں اور جو کچھ ہوا ہو اچھا ہو یا برا لکھ بھیجیں اور جلد لکھیں، فی‌الفور لکھیں، اپنا حال، کتاب کا پہنچنا، بادشاہ کا حال، حامد علی خاں کا حال ۔ تمھارے حال سے مقصود یہ ہے کہ تمھاری خیریت معلوم کرکے دل کا تردد دور ہو اور دل کو سکون‌واطمینان حاصل ہو ۔ کتاب کے بارے میں یہ چاہتا ہوں کہ پہنچ گئی تو فبہا، ورنہ ڈاک منشی سے جو آشنا ہے بازپرس کروں اور بادشاہ کا حال اس لئے پوچھتا ہوں کہ یہ اندازہ لگا سکوں کہ میرے نصیب کیسے ہیں ۔ حامد علی خاں کا حال محض اپنی اطلاع کے لئے مطلوب ہے کہ علم شئی بہ از جہل شئی والدعاً ۔ از اسد اللہ مرسلہ یکشنبہ، چہارم فروری، ۱۸۴۹ء جواب طلب ۔ [۱۶ تا ۳۳]

۹

(۱) تمھارا خط پہنچا ۔ بادشاہ [واجد علی شاہ] کی بیماری [کی خبر] نے اس گدائے [گوشہ نشیں] کے دل کو بیتاب کردیا ۔ خدایا اسے صحت عطا کرکے بندہ نوازی اور اسکے ہاتھوں میری کار سازی فرما ۔ میر امام الدین کے بارے میں تم نے جو کچھ لکھا تھا وہ مانا کہ ایسا ہی ہوگا لیکن قسم برب کعبہ اس دو دفعہ میں جب وہ میرے پاس آئے ہیں تمھاری نسبت انہوں نے کوئی ایسی ویسی بات نہیں کہی ۔ یقیناً انہیں خیال ہوگا کہ میں تمھاری برائی نہیں سن سکتا ۔ [۱ تا ۵]

لکھو ۔ یہاں ان بیچارے کے بارے میں طرح طرح کی باتیں سننے میں آ رہی ہیں ۔ خدا انہیں قید و بند سے محفوظ رکھے ۔
[از ۱۱۵۹] ۔

(۳) یہ باتیں اپنے مقام پر رہیں، خود بادشاہ اودھ [واجد علی شاہ] کی بیماری کی خبر ایسی گرم ہے کہ مجھے سخت تشویش ہے ۔ خاص طور پر جبکہ تم نے بھی لکھا ہے کہ بادشاہ بیمار ہے ۔ ایسی صورت میں جب ہر طرف سے بھی یہی سننے میں آئے کہ بادشاہ بیمار ہے تو مجھے پریشانی کیوں نہ ہو، لیکن میری سخت تشویش اور پریشانی خاطر کا اصل سبب یہ ہے کہ تمھارا خط نہیں آیا ۔ یہ پریشانی اول تمھاری طرف سے ہے کہ ایسا نہ ہو تم بیمار ہوگئے ہو، پھر شاہ اودھ کے بارے میں ہے کہ مبادا جیسا کہ مشہور ہے بادشاہ کی بیماری نے طول نہ پکڑا ہو ۔ [۱۱۶۹ و]

(۴) اس کے بعد کتاب [تاریخ یمینی] کے باب میں فکر ہے کہ مبادا نہ پہنچی ہو ۔ خدا را یہ کیا انداز ہے ۔ میں نے کہہ رکھا ہے کہ خط بیرنگ بھیج دیا کرو ۔ ایک فرد کاغذ کے سوا تمھارا کیا جاتا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ بادشاہ بیمار ہے اور امور درہم ۔ فرط محبت کے باعث تمھارا دل نہیں چاہتا کہ ناامیدی کی خبر مجھ کو لکھو ہائے ہائے، تم نہیں جانتے کہ بلا بیم بلا سے بہتر ہے میری جان، میں غم نصیب محروم ازل ہوں اور ناامیدی خوگر ہو گیا ہوں ۔ کسی مقصود و مطلوب کے فوت

(۳) [تمھاری زوجہ] ظفری بیگم کی عرضی ہبر مہدی [مجروح] کی لکھی ہوئی جو [تمھارے خسر] میر امام الدین نے مجھے دی ہے اس خط کے ساتھ ملفوف ہے، پڑھ لیں اور یہ جان لیں کہ امراؤ بیگم زوجۂ [بہادر شاہ] بادشاہ نے میر امام الدین کو جواب دے دیا ہے - بیچارہ گردش روزگار سے پریشان حال ہے اور بیٹی [ظفری بیگم] کی پرورش اس کے لئے دشوار، والدعاً - از اسداللہ نوشتہ پنج شنبہ پنجم جولائی [۱۸۴۹ء] مطابق سیزدہم شعبان ۱۲۶۵ھ - جواب طلب -

۸

(۱) اقبال نشاناا، عام شمار میں بہت دن اور میری پریشانی خاطر کے حساب سے برسوں گذرے تمھارا خط نہیں آیا - سہ شنبہ کا دن جنوری [۱۸۴۸ء] کی تیئیس (۲۳) تھی تاریخ یمنی [= تاریخ یمینی مطبوعہ دھلی باہتمام میر اشرف علی] کا پارسل بعد ادای محصول میں نے ڈاک سے بھیجا تھا - آج کے دن تک کہ یکشنبہ ۴ فروری [۱۸۴۸ء] ہے اس کے پہنچنے کی اطلاع مجھ کو نہیں ملی ہے - کتاب کے دھلی سے لکھنئو اور خط کے لکھنئو سے دھلی پہنچنے کے لئے تیرہ دن کی مدت کم نہیں ہے - [۱تا۷]

(۲) دوسرے میں نے تمھیں لکھا تھا کہ [نواب میر] حامد علی خاں [نواب اعتمادالدولہ میر فضل علی خاں کے داماد] کا حال

کا خیال چھوڑ کر صحیح صحیح بے کم و کاست مجھے لکھو
کہ بادشاہ کی کیا حالت ہے، امور سلطنت کا کیا رنگ ہے،
قطب الدولہ اور دوسرے مصاحبین شاہ [رضی الدولہ،
نجیب الدولہ، وہاج الدولہ، ثابت الدولہ، وحید الدولہ وغیرہ]
پر کیا گذر رہی ہے ۔ یہ بھی لکھو کہ تم نے اپنے لئے
کیا سونچا ہے ۔ میں تو اپنی قسمت کو آزما چکا ہوں اور اس
مصرعے کا مصداق ہوں :

گذشتم از سر مطلب تمام شد مطلب
[حجاب چہرہ مطلوب بود مطلب ھا] [عارف ہروی]
[۱ تا ۳۰]

(۲) یہ تیسری بار ہے [کہ اس طرح نا کامی کا منہ دیکھنا پڑا]
پہلی بار نصیرالدین حیدر نے مدح [قصیدہ : گر بہ سنبل کندۂ
روضۂ رضوان رفتم] سنی اور صلہ دیا؛ روشن الدولہ
[منیر الملک محمد حسین خان بہادر قائم جنگ، وزیر دربار
اودھ] اور منشی محمد حسن کھا گئے اور ایک کوڑی بھی
مجھ تک نہ پہنچی ۔ دوسری دفعہ امجد علی شاہ نے مجھے
ندیم بنایا اور فرمان صادر کیا کہ پانچ ہزار روپیہ صلے کے
طور پر اور پانچ ہزار بطور زادراہ کل دس ہزار روپیہ بھیجا
جائے اور فلاں شخص کو یہاں طلب کیا جائے ۔ ابھی
دستخط نہ ہو پائے تھے اور یہ حکم جاری نہ ہوا تھا کہ
سرطان نکل آیا اور دو ہفتے صاحب فراش رہ کر مر گئے
[بروز شنبہ ۲۶ صفر ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۸۴۷ء]
اس دفعہ جو کچھ پیش آیا وہ تم خوب جانتے ہو
اناللہ و انا الیہ راجعون ۔ [۳۰ تا ۳۸]

اور اسے کیا بتائے کہ یہ کیا ہے ۔ فرض کیا کہ یہ بھی ہوا اور قصیدہ ملاحظے میں بھی لایا گیا اور پڑھ کر سنانا شروع کیا لیکن دیوانے نے ہنسنا اور سر ہلانا شروع کیا اور پڑھنے والے کے ہاتھ سے کاغذ لے کر دانتوں میں چبا کر زمین پر پھینک دیا،یا سنا اور کسی دوسرے معاملے کی طرف متوجہ ہوگیا اور سائل کے مقصود کے بارے میں کوئی بھی بات نہ کی [تو کیا نتیجہ ہوا] بالفرض والتسلیم قصیدہ سننے کے بعد بمصداق للجنون فنون خلعت بھیجنے یا ہزار اشرفیاں بخشنے کا حکم بھی دیا تو اس کے حکم کی تعمیل کون کرے، خلعت کون بھیجے اور خزانے سے رقم کون دے ۔ سلطنت کے کار پرداز دیوانے کے حکم دینے پر رقم کیوں دیں اور خلعت کیوں بھیجیں ۔ اگر بادشاہ مجنون ہے تو وزیر [مدارالدولہ منتظم الملک علی نقی خان بہادر سہراب جنگ مخاطب بہ حضور عالم بہادر] تو دیوانہ نہیں ۔ غرض یہ سب باتیں میری نظر میں ہیں اور نیرنگ تقدیر پر حیرت زدہ ہوں ۔ ہر چند تم اس خیال سے کہ میں شکستہ دل اور غمگین نہ ہوں اُمید دلاتے ہو اور اس واقع کو مجھ سے چھپاتے ہو لیکن ایسے بڑے راز کب چھپتے ہیں ۔ یہ بات عالم آشکارا ہے کہ شاہ اودھ بالکل دیوانہ ہے ۔ وزیر کجدار و مریز سے کام لیتا ہے ۔ اس تحریر سے مدعا یہ ہے کہ اس تعلق خاطر سے میں قطع نظر کر چکا ہوں اور کسی طرح کی توقع کا شائبہ بھی باقی نہیں ۔ تمھاری طرف سے فکر مند ہوں اور قطب الدولہ کے بارے میں بھی [جو زیرعتاب ہے] مجھے غم ہے ۔ کچھ نہیں معلوم کہ آخر میں کیا ہوگا۔ اب تم میری امید اور ناامیدی

(۷) بہر حال آج کہ جمعے کا دن اور ماہ محرم [۱۲۶۵ھ] کی چوتھی ہے مخدو
و مولائی [حافظ] سید اکبر علی [شیون] مجھ سے ملنے آئے تو یہ کہنے
لگے کہ کل میکش کو خط بھیج رہا ہوں۔ چنانچہ میں نے یہ
یہ دو تین سطریں لکھ کر سید صاحب موصوف کو دے دیں
کہ اپنے خط میں رکھ کر تمھیں بھیج دیں، والسلام
اسد اللہ [۱۲ تا ۱۷ [جمعہ ۴ محرم ۱۲۶۵ھ مطابق یکم دسمبر
۱۸۴۸ء]

۷

(۱) جانا فرہنگ دانا، خط ملے کئی دن ہو گئے ہیں اور ہم نے
جواب ابھی تک نہیں لکھا۔ لکھیں بھی کیا؟ کام انجام
کو پہنچ گیا۔ اب نہ کہنے کی کوئی بات ہے نہ لکھنے
کی۔ خدا تمھیں طول عمر اور ترقی دولت عطا فرمائے
تم نے معاملے کو کامیابی تک پہنچایا اور منزل مقصو
تک پہنچ گئے لیکن تقدیر سے جنگ نہیں کی جاسکتی،
بادشاہ [واجد علی شاہ بادشاہ اودھ] دیوانہ، سلطنت درہم
و برہم، امور حکومت ابتر، تم کیا کر سکتے ہو اور
قطب الدولہ [قطب علی خاں] کیا کرے۔ اگر ولیعہد
[ابوالحرب فغفور جاہ خاقان حشم، صاحب عالم مرزا
محمد جاوید علی بہادر، شہزادۂ دوم واجد علی شاہ] کا انتقال
[بروز دو شنبہ ۱۲ رجب ۱۲۶۵ھ مطابق ۴ جون ۱۸۴۹ء] بھی
نہ ہوا ہوتا تو بھی کام نہ بن سکتا۔ قصیدہ [سخن ز روضۂ
رضوان بکوی یار کشد] دیوانے کے سامنے کون لے جاتا

(قطب الدولہ سے جواب حاصل کر کے جلد بھیجیں تاکہ شاہ [اودھ، واجد علی شاہ] کی مدح کا قصیدہ بھیجا جائے۔
اسداللہ - [۱۲۶۴ھ] [(بعد از ۱۳ نومبر) ۱۸۴۸ء] -

۶

(سعادت نشانا، تمہارا خط ملا اور قطعے اور اس کے ساتھ کے خط کا مخاطب کے ملاحظے میں آنا معلوم ہوا۔ [۱و۲]

(اب جیسا کہ اس اقبال نشان نے لکھا ہے اُس خط کے لئے چشم براہ ہوں جس میں موصوف کی طرف سے میرے خط کا جواب ملفوف ہوگا۔ [۲تا۴]

(قصیدہ منظوم ہونے کے بارے میں اطمینان رکھیں کہ اس میں تاخیر نہ ہوگی لیکن جیسا کہ اس سے پہلے لکھ چکا ہوں یہ تحریر کرنا کہ موجودہ تاجدار [واجد علی شاہ] اپنے اسلاف کی طرح چالیس دن عزاداری کرتا ہے یا وہی تیرہ دن۔ [۴تا۸]

(دل چاہتا تھا کہ قطعے اور اُس کے ساتھ کے خط کے پڑھے جانے کے وقت اُس مجلس میں جو کیفیت رہی ہو اور ممدوح اور ان کے ہم نشینوں کی زبان پر جو الفاظ آئے ہوں مجھے لکھ کر بھیجو۔ افسوس کہ تم نے یہ بات نہیں لکھی بلکہ اپنی طرف سے بھی کچھ نہیں لکھا اور میری نگارش کی داد نہیں دی کہ میں نے نظم و نثر میں یعنی قطعے میں بھی اور خط میں بھی تمہارا ذکر کس عنوان سے کیا ہے۔
[۷تا۱۲]

۵

(۱) دل و جان من فدای تو، خط پہنچا حالات معلوم ہوئے
پروز شنبہ ۱۳ نومبر ۱۸۴۸ء اکیس روپے بارہ آنے کی ہنڈی
میں نے بھیجی تھی، ضرور پہنچ گئی ہوگی ۔ [۱ تا ۳]

(۲) خط مظفرالدولہ ناصرالملک سید سیف‌الدین حیدر خان بہادر
سیف جنگ عرف نواب بشیر مرزا کی وساطت سے اعتقادالدولہ
نو روز علی خان بہادر کو بھیجا ہے اور تمہارے بارے میں
چند باتیں لکھی ہیں ۔ اب قطب‌الدولہ قطب علی خان
کے نام خط بھیج رہا ہوں جس میں ستائیس شعر کا قطعہ

ایا بکوشش و بخشش رئیس ملت و ملک
ایا بدانش و بینش مدار دولت و دین

بھی ملفوف ہے ۔ اس بات سے ملول نہ ہونا کہ یہ خط کھلا نہیں بھیج
رہا ہوں ۔ میرا طریقہ دنیا والوں سے الگ ہے ۔ نظم و نثر دونوں
میں تمہارے لئے وہ کچھ لکھا ہے کہ مجھے اور میرے خدا کو
معلوم ہے ۔ بارے یہ خط لے جا کر قطب‌الدولہ کو دینا
اور عرض کرنا کہ فلاں شخص نے اسی طرح بند بھیجا
ہے ۔ جب تمہارے سامنے خط کھولا جائے اور پڑھا جائے
تو سننا اور دیکھنا کہ میں نے کیا جادو بیانی کی ہے اور
کیا لکھا ہے ۔ [۳ تا ۱۲]

(۳) شاہ صاحب [قطب شاہ] کی خدمت میں سلام پہنچانا اور
عرض کرنا کہ میں نے حکم کی تعمیل کی ہے اور خط اور
قطعہ قطب‌الدولہ کو بھیج دیا ہے ۔ اب آپ کی طرف سے
امداد کا طالب ہوں اور بس ۔ [۱۲ تا ۱۶]

۳) فی‌الحال کام یہ ہے کہ شاہ صاحب کے نام کی عرضی شاہ صاحب کو پہنچا کر اس کی سبیل نکالیں کہ شاہ صاحب یہ عرضی نواب صاحب [قطب‌الدولہ قطب علیخاں] کو دکھا کر اور اس کی عبارت کا مدعا انہیں بتا کر قصیدہ بھیجنے کی اجازت لے لیں تاکہ میں یہ قصیدہ [سخن ز روضۂ رضوان بگوی یار کشد] تمہیں بھیج دوں۔ اس کا اطمینان رکھیں کہ نواب [قطب‌الدولہ] کی مدح کا قطعہ بھی اس کے ساتھ ہوگا۔

[۱۴ تا ۱۸]

۴) یہ کوشش نہیں کرنی ہے کہ شاہ [اودھ] مجھے اپنے ہاں بلائے۔ پوری کوشش اس بات کی کرنی ہے کہ صلہ مل جائے۔ اس کے بعد اگر شاہ [اودھ] میرے طالب ہوں گے تو زاد راہ کے لئے کچھ اور رقم بھیجیں گے ورنہ میں اس صورت میں کہ قرض کا بھاری بوجھ مجھ پر نہ رہے اس گوشہ و توشہ پر قناعت کروں گا جو مجھے حاصل ہے۔ ایسے موقعے پر میری مختصر تحریر کو بہت سمجھیں۔ انشاءاللہ میرا خدا سے عہد ہے کہ ہمیشہ راست گفتاری سے کام لوں گا۔ حقیقت یہی ہے جو میں نے لکھی۔ منصب و اقتدار، نام و نمود اور خود آرائی مجھے مطلوب نہیں۔ ایک راحت و فراغت چاہتا ہوں اور بس اور اس راحت و فراغت کا حصول اس بات میں ہے کہ قرض ادا ہو جائے اور قرض کا ادا ہونا اتنی رقم سے ممکن ہے جتنی کا میں شاہ اودھ سے بطور صلہ متوقع ہوں، اللہ بس ماسواہ ہوس۔ [۱۸ تا ۲۸] [(قبل از ۱۳ نومبر) ۱۸۴۸ء]

۴

(۱) اقبال ۔ نشانا ۔ تمہارا تیسرا مسرت نامہ پہنچا ۔ نظر جی [معین الدولہ صفدرالملک عمدۃالامراء ذوالفقار جنگ ... ذوالفقار الدین حیدر نظارت جنگ خان بہادر معروف بہ نواب حسین مرزا، ناظر دربار بہادر شاہ ثانی] کے نام کا رقعہ انہیں بھیج دیا گیا ۔ پہلے خط کا جواب انہوں نے ابھی تک لکھ کر نہیں دیا ہے ۔ اس بارے میں تقصیر میری جانب سے نہیں ہے ۔ [۱تا۳] ۔

(۲) تم نے جو کچھ بطور اطلاع لکھا تھا وہ دل غم زدہ کے لئے باعث شادمانی ہوا لیکن جو کچھ میرے لئے بطریق حکم مرقوم تھا وہ میری سمجھ میں نہیں آیا اور اس سے میرے سودائی دل کو کسی قدر پریشانی ہوئی ۔ میرا دیوان فارسی [مطبوعہ ۱۸۴۵ء] دہلی سے مدراس اور حیدرآباد تک اور لاہور سے ہرات و شیراز تک پہنچ چکا ہے ۔ شاہ جم آرامگاہ [امجد علی شاہ بادشاہ اودھ] کی مدح کا قصیدہ [شادم کہ گردشی بسزا کرد روزگار] اس میں درج ہے اور ایک دنیا اس کو دیکھ چکی ہے ۔ یہ ننگ اپنے اوپر کیسے روا رکھوں کہ اسے کسی دوسرے کے نام کر دوں ۔ سیم و زر و لعل و گہر نہیں کہ میری دسترس سے باہر ہو ۔ کلام ہے جو مبدء فیاض سے [مجھے] گنج در گنج عطا ہوا ہے ۔ اطمینان رکھیں، جیسے ہی شاہ صاحب [قطب شاہ] کی طرف سے کا جواب ملے گا نیا قصیدہ اور نیا قطعہ آپ کے پاس پہنچ چکا ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ خلاف واقعہ بات مجھے نہ لکھیں اور جیسا میں کہوں ویسا ہی کریں ۔ [۴تا۱۴]

۲

۱ عزیز تر از جان سعادت نشان میر احمد حسین سلمہ اللہ تعالی کو اسد اللہ کا سلام پہنچے اور یہ معلوم ہو کہ ہم برابر یاد کرتے ہیں ۔ نامۂ دلکشا پہنچا اور باعث مسرت ہوا ۔ [کتنا اچھا ہے کہ] سفر شروع کرتے ہی منزل پر پہنچ گئے ہیں ۔ نواب صاحب [نواب محمد سعید خاں والی رامپور] بڑے عالی ہمت ہیں اور شرفاء کی قدر کرتے ہیں ۔ آج اُن کی ذات مغتنمات سے ہے ۔ ہمارا مشورہ بھی ہے کہ نواب صاحب کی رفاقت ترک نہ کریں ۔ اس امیر بے نظیر کی رفاقت کو اپنے نصیب کی یاوری جانیں ۔ دور دراز کے سفر کرنے کا خیال دل سے نکال دیں اور جو تنخواہ بھی نواب صاحب از راہ عنایت مقرر کریں اُس پر قناعت کریں ۔ اپنے حالات مجھے برابر لکھتے رہیں ۔ زیادہ دعا ۔ نگاشتۂ پنجشنبہ ۲۹ جون ۱۸۴۸ء اسد اللہ ۔ [۱ تا ۱۰]

۳

۱ نور دیدۂ غالب طال عمرہ، کام اتمام تک پہنچ گیا ہے ۔ صبر و حوصلے کی ضرورت ہے ۔ ان لوگوں کی بدسلوکیوں سے آزردہ خاطر نہ ہونا چاہیے ۔ بیگم صاحب [امراؤ بیگم] کی مہر کاغذ کے حاشیے پر لگا کر بھیج رہا ہوں ۔ ضابطے کے مطابق مختار نامہ میر تفضل حسین خاں صاحب [وکیل ریاست ٹونک] کے نام لکھنا چاہیے اور دستور کے مطابق خزانے سے رقم حاصل کرنی چاہیے جو گننے کے بعد [حکیم وارث علی خاں کے صاحبزادے] فیض علی کو دے دی جائے ۔ اسد اللہ ۔ [۱ تا ۶] [قبل از فروری ۱۸۵۴ء]

تمہارا گلہ کرتا تھا کہ تم نے رامپور سے خط کیوں نہیں لکھا ۔ بارے آج سے سہ شنبہ ۱۳ شوال [۱۲۶۴ھ] کو صبح کے وقت میر مہدی صاحب آئے اور تمہارا خط لائے۔ رامپور میں بیس روپے کی تنخواہ پر قناعت نہ کرنا وہاں سے بریلی پہنچنا اور وہاں بیمار ہو کر صاحب فراش، ہو جانا، پھر مسہل لے کر بیماری سے شفا پانا اور اب لکھنئو کے لئے آمادۂ سفر ہونا یہ سب باتیں خط سے معلوم ہوئیں ۔ خدا تمہیں اپنی حفاظت میں رکھے ۔ [۱ تا ۱۰]

(۲) ایک ہفتے کے بعد دوسرا خط اعتقادالدولہ نوروز علی خاں بہادر کو لکھ دیا جائے گا، اطمینان رکھیں، لیکن یہ خاطر میں رہے کہ اعتقادالدولہ بالکل گوشہ نشین ہے ۔ شاہ [واجدعلی شاہ اودھ] اور مقربان بارگاہ سے اُس کا کوئی ارتباط نہیں ۔ میں حیران ہوں کہ وہ کیا کر سکتا ہے اور کیا کام سر انجام دے سکتا ہے ۔ البتہ عالم اسباب میں قطب الدولہ [نواب قطب علی خاں بہادر، مصاحب خاص واجد علی شاہ] سے بالاتر کوئی ذریعہ نہیں ۔ اگر تقدیر تدبیر کے موافق رہی تو اُس کے ہاتھوں یہ کام ہو جائے گا ۔ بارے میری جانب سے سفارشی تحریر کے معاملے میں کوئی کوتاہ قلمی نہ ہوگی والسلام ۔ نگاشتۂ ۱۳ شوال [۱۲۶۴ھ مطابق ۱۲ ستمبر ۱۸۴۸ء] روز سہ شنبہ، وقت چاشت۔ [۱۰ تا ۱۸]

(۳) [لال کنوئیں والے رئیس] خواجہ غلام معین الدین خاں بیگ [دھلوی] سلام لکھاتے ہیں ۔ [۱۸]

کبھی کبھی ہماری طرف بھی ہوتا ۔ شملے، منسوری اور آبو میں قیام کا زمانہ اب ختم ہو رہا ہے اور صاحبان انگریز ان کوہستانی مقامات سے واپس آنے والے ہیں اور چند دن اپنے صدر مقام پر آرام کر کے پھر اپنے دورے شروع کریں گے ۔ اس بیان کا مقصود یہ ہے کہ کیا گرمی اور کیا جاڑے آپ اکثر اوقات زندگی سفر میں گذارتے ہیں ۔ اگر کبھی نہ کبھی ادھر سے ہو کر گذرا کریں تو کوئی گناہ نہ ہوگا ۔ [۲۴ تا ۳۲]

یہ ذوق ہمزبانی ہے اور اس کی فراوانی کہ قلم کی زبان سے باتیں کر رہا ہوں، ورنہ یہ جو کچھ لکھا ہے عقل بتاتی ہے کہ غیر ضروری تھا ۔ فکر کو راہ سخن کھلی ملی اور دل میں آپ کے دیدار کے لئے جو ہوس اور آرزو تھی چھپ نہ سکی اور بے تابانہ آشکار ہو گئی ۔ اس تحریر کو دعا پر ختم کرتا ہوں ۔ گلشن ہستی سدا بہار رہے اور بہارستان عز و ناز بے خزاں ۔ اسد اللہ ۔ [۳۲ تا ۳۷] [اواخر ستمبر ۱۸۵۲ء]

خط بنام میر احمد حسین المتخلص به میکش

۱

برخوردار اقبال نشان کو اسداللہ کی دعا پہنچے ۔ یقین کریں کہ تمہاری طرف سے مجھے بڑی پریشانی تھی ۔ جب بھی سعادت و اقبال نشان میر مہدی [مجروح] میرے پاس آتے تھے تو ہمارے درمیان تمہاری گفتگو رہتی تھی ۔ میں اکثر

(۲) محبت آفرین باتیں جو صریر خامہ سے گوش ہوش میں پہنچیں دل کے لئے اندوہ رہا بنیں۔ [زین العابدین عارف کی تعزیت کا] خط زخم جگر کے لئے پنبۂ مرہم ثابت ہوا اور اس کے سواد تحریر نے شکستگی دل کے لئے مومیائی کا کام کیا ۔ موت سے کیا چارہ ہے اور مرنے والے کے بعد آنکھوں سے کب تک خون بہایا جا سکتا ہے ۔ مجھے خود اپنی زندگی سے شکوہ ہے کہ آزاد رہ کر نہیں جی سکتا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری خلقت کی صورت یہ ہے کہ ایک مجرم کے پاؤں میں بھاری بیڑیاں ڈال دی گئی ہیں اور اسے قید خانے میں بھیج دیا گیا ہے ۔ کہاں میں اور کہاں بند و پیوند اور غم زن و فرزند، جیسا کہ میں نے ایک غزل میں کہا ہے :

به بند زحمت فرزند و زن چه میکشیم
ازین نخواسته غمهای ناگوار چه حظ [۱۰ تا ۱۹]

(۳) شیوۂ تسلیم و رضا کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ اگر کبھی دست دوست سے طمانچہ کھائیں تو ابرو پر بل پڑ جائیں یا اگر پتھر برسنے لگیں تو سر چھپاتے پھریں ۔ خدا کا شکر ہے کہ اگرچہ اس نے غم بہت دیا ہے لیکن غمگسار دوست دئے ہیں ۔ یا رب یہ گرانمایہ لوگ کون ہیں کہ مجھ جیسے انسان سے جو کوئی قدر و اہمیت نہیں رکھتا محبت رکھتے ہیں ۔ خدایا تو نے ان لوگوں کو کس جوہر سے خلق فرمایا ہے ۔
[۲۰ تا ۲٤]

(٤) آپ کی اس تحریر سے جس کا جواب لکھ رہا ہوں معلوم ہوا کہ آپ ایک مہینے کے اندر اندر کوہ آبو جا رہے ہیں ۔ کاش دہلی شہر راستے میں ہوتا تا کہ دولت بیدار کا رخ

نہیں لکھا ہے۔ اس کا انتظار ہے کہ وہ مہر استعمال کر کے مجھے لوٹا دیں اور اس سلسلہ جنبانی کے بارے میں اطلاع دیں تو میں انہیں جواب لکھوں۔ [۱ تا ۸]

) انہوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ کول [علی گڑھ سے یعنی تمھاری طرف] سے میرے خطوں کا جواب دیر سے آتا ہے اور میں پریشان رہتا ہوں۔ از اسداللہ نگاشتہ ۲۷ جنوری ۱۸۵۴ء۔ [۸ تا ۱۰]

خط بنام جانی بانکے لال وکیل راج بھرتپور

) خدا جس نے سمندر بنایا اور سمندر میں پانی سے موج پیدا کی جانتا ہے کہ اس قطرۂ خون پر جس کا نام دل ہے کیا کیا ستم ہوتے ہیں۔ موحدوں کا عقیدہ ہے اور میرا بھی یہی عقیدہ ہے کہ قطرہ عین دریا ہے لیکن ایسا نہیں ہے کہ دریا کی روانی قطرے کے ساتھ کشاکش نہ رکھتی ہو۔ دریا کا گرداب کی صورت میں پیچ و تاب کھانا اور پیکر حباب میں دم توڑنا ناگزیر ہے۔ اس کے باوصف انصاف یہی ہے کہ دریا اپنی روانی میں قطرے کے درپے آزار نہیں۔ دریا کو بہنا ہے بہتا ہے۔ کہنے والے [سحابی استر آبادی] نے کتنا اچھا کہا ہے:

دریا بوجود خویش موجی دارد
خس پندارد کہ این کشاکش با اوست

[۱ تا ۹]

اُس کا بے اندازہ سپاس مجھ پر واجب ہوگا ۔ میں اتنا ہی جانتا ہوں کہ کاغذ کی آب و تاب کیسی ہو، کس روشنائی سے لکھا جائے ، نگارش میں اسلوب کو کس طرح از اول تا آخر نباہا جائے کہ اُس کے توازن میں فرق نہ آنے پائے ۔ اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اُس رفیق گرامی قدر کو کس فن میں مہارت ہے اور اس کتاب کی خوبصورتی میں کیا اضافہ کر سکتے ہیں ۔ اُمید ہے کہ اس کتاب کو ایسی زینت دو گے کہ اگر لندن جائے تو فرنگستان کے دیدہ ور اور اہل ہنر اس کی وہ تعریف کریں جو شائستہ و بائستہ ہو کہ اس سے مجھے اپنی مراد اور تمہیں شہرت حاصل ہوتی ہے ۔ خدا تمہیں طول عمر اور زندگی میں شادمانی عطا فرمائے ۔ از غالب، یکشنبہ ۲۹ اگست ۱۸۵۸ء [قا ۱۴۴]

۱۱

(۱) تفتہ کو غالب از خود رفتہ کا سلام پہنچے ۔ والا جاہ بالغ نظر بابو بانکے لال رند نے مجھے لکھا تھا کہ راول شیو سنگھ [والی ریاست جے پور] کو خط لکھنا چاہیے ۔ میں نے سوچا کہ کیا لکھوں اور مطلوب تحریر کیا ہو ۔ آخر میں نے اپنی خطابی مہر خط کے ساتھ رکھ کر اُس دوست کی خدمت میں روانہ کر دی ہے تاکہ وہ جو چاہیں لکھ دیں اور مہر لگا دیں اور اس طرح کام کو کامیابی اور خط کو پر پروانہ بخشیں ۔ چنانچہ اسی ہفتے اُن کا خط ملا اور معلوم ہوا کہ مہری نگینہ پہنچ گیا ہے ۔ ابھی میں نے اس خط کا جواب

ہے کہ ایسی مروّت و انسانیت انسانوں میں ڈھونڈنے سے
نہیں ملتی ۔ یہ جوان مرد، معلوم ہوتا ہے، گویا سورج چاند
ستاروں میں سے کوئی نورانی پیکر ہے یا بارگاہ الہی کا کوئی
فرشتہ ۔ اگر تمھاری جگہ میں ہوتا تو ایسے شخص کی خاطر
کسی چیز سے دریغ نہ کرتا ۔ جان کیا چیز ہے آبرو بھی
عزیز نہ رکھتا ۔ [٦ تا ١٠]

یہ خط [جو تمھارے خط میں ملفوف تھا] پڑھنے کے بعد ایک
سادہ ورق میں لپیٹتا ہوں اور یہ رقعہ اس کے ساتھ رکھ کر
تمہارا پتہ لکھتا ہوں اور خط تمہیں بھیجتا ہوں ۔ امید ہے
کہ تم ایسی شریف ہستیوں کو میرا یہ خط دکھا دو گے
۔ کہ حق محبت تمہاری گردن پر نہ رہے، والسلام ۔
از اسد اللہ - [١١ تا ١٢] [سہ شنبہ ۴ جنوری ۱۸۵۳ء]

۱۴

اس فرزانہ، صاحب مہر و محبت کو جو میری جنس کاسد کا
خریدار ہے، نادانی ہوگی، اگر دیرینہ دوست نہ جانوں ۔ مرزا
تفتہ کی دوست نوازی ایسی نہیں کہ دوستی کو دل نہ چاہے
اور دونوں طرف سے دلوں کا رشتہ استوار نہ ہوجائے ۔
[١ تا ٤]

تازہ تصنیف جس کا نام دستنبو ہے اور انقلاب ۱۸۵۷ء کے
پندرہ مہینے کے حالات پر مشتمل ہے پہنچ گئی ہوگی یا
پہنچ جائے گی ۔ یہ کتاب میری روح کا ٹکڑا اور میرا پارۂ
جان ہے ۔ اس کی خوبی و آرائش میں جو اضافہ کرو گے

روز بازار عیش امسالست
ماه خرداد و عید شوالست]

میں بتقریب تہنیت عید گرم رفتار ہے، اصلاح
غصہ نہ کریں ۔ خط پر نظر ڈال کر تمہیں
ہوں ۔ جانی [بانکے لال] جی کے عطیے کے
سوا کچھ کہنا نہیں کہ کر سکیں تو یہ
کہ عید [الفطر] سے پہلے مجھے پہنچ جائے

پس ازان کہ عید
بہ چہ کار خواہی آ

نگاشتۂ جمعہ ۱۹ رمضان، ۱۲۸۰ھ [صحیح
۱۶ جون ۱۸۶۴ء] [۱ تا ۸ ۔ آخر]

۹

(۱) صاحب من دونوں خط یکے بعد دیگرے پہنچے
خط ابھی ابھی ملا ہے ۔ آج سہ شنبہ ۴ جنو
سال [۱۸۶۳ء] کے آغاز کے دن ہیں ۔ ایک
گذری تھی کہ ڈاک کا ہرکارہ آیا اور
[جانی بانکے لال] صاحب کا خط لایا ۔ پریشانی
دل کو سکون ملا ۔ میں صرف اتنا ہی چاہتا
[دیوان ریختہ] با عرضداشت موسومہ راجہ
والی جے پور] کا پہنچنا معلوم ہو ۔ [۱ تا ۶]
(۲) تمہارا خط اور وہ خط [جانی بانکے لال] کا بنام
اس میں لپٹا ہوا تھا پڑھ کر میرے دل پر بہت اثر
یہ نیک خو انسان [جانی بانکے لال] تم سے ایسی محبت

سکھاؤ ۔ اس سلیقے اور طریقے میں میرا کوئی ہمسر نہیں ۔ نوآئین صفیر میرزا جلال اسیر نے کیا خوب کہا ہے :

امانت دار رازم عالمی را
بقدر بیزبانی ہوشں دارم

[۱ تا ۷]

پرسوں جمعہ تھا، دسمبر کی سترھویں تھی، دیوان ریختہ راجہ [سوائی رام سنگھ والی جے پور] کے نام عرضداشت کے ساتھ بابو [جانی بانکے لال] صاحب کی خدمت میں اجمیر بھیج دیا گیا ۔ دیکھیں کب پہنچتا ہے اور پہنچنے کے بعد کیا ہوتا ہے ۔ ان اوراق کی آرائش میں میں نے خست نہیں کی ہے ۔ کچھ رقم صرف کی ہے ۔ کتاب بھی زرنگار ہے اور جزدان بھی نظر فریب ۔ چونکہ بابو صاحب نے اس سلسلہ جنبانی کی تمہیں اطلاع دی ہے اس لئے تم بھی معلوم کرنا ۔ دیکھوں تمہیں کیا لکھتے ہیں ۔ [۸ تا ۱۳]

خدا کرے تمہارا پاؤں ٹھیک ہوگیا ہو اور تم چلنے پھرنے لگے ہو ۔ از راہ نوازش مجھے اس کی اطلاع دینا، والسلام ۔
از اسد اللہ نگاشتۂ صبح یکشنبہ ۱۹ دسمبر ۱۸۵۲ء ۔

[۱۳ تا ۱۶]

۸

جان من اشعار کے اوراق خط کے ساتھ جس کے آخر میں سر دفتر میرزایان کی مہر تھی پہنچے ۔ میں شدت گرما کے ظلم سے مبتلائے آزار اور قلم مدح شاہ [دھلی، بہادر شاہ در قصیدۂ ;

پسند کرتے ھیں اور تمھارے مشتاق ھیں ۔ میں نے دل میں
کہا کہ میں اس باب میں دوست ھو یا بیگانہ کسی
مضائقہ نہیں کرتا ۔ والی جے پور سے اس امر میں کبھو
دریغ کروں ۔ پہلے میں نے بابو [جانی بانکے لال] صاحب کو
لکھا کہ میں اپنا دیوان ریختہ ایک عرضداشت شوقیہ
ساتھ راجہ کو بطور ھدیہ بھیجنا چاھتا ھوں ۔ چونکہ
راجستھان کی ریاستوں کا ریذیڈنسی مرکز ایک ھی ہے یعنی
اجمیر ضرور [آپ کے اور وکیل ریاست جے پور کے درمیان] باھم
مراسم ھونگے ۔ اگر وکیل ریاست جے پور [رائے داتا رام]
کو آپ آمادہ کر سکیں کہ میرا ھدیہ مہاراجہ کے حضور
میں پہنچا دیں تو میں [دیوان کے] یہ چند جزو خط کے
ایک ورق کے ساتھ آپ کو بھیج دوں ۔ یہ بات چونکہ
بابو صاحب نے مان لی تھی اس لئے میں نے دیوان کی
لوح، جدول اور جلد ایسی جو پیشکش کے قابل ھو تیار
کرائی ۔ اگر اس ھفتے میں نہیں تو آیندہ ھفتے میں اجمیر کی
ڈاک سے بابو صاحب کو بھیج دوں گا ۔ قصیدہ سہر نے
نہیں کہا ہے، بس یہی کتاب ہے اور اس کے ساتھ خط
خدا تمھیں طول عمر اور فراوانی دولت زیادہ سے زیادہ عطا
فرمائے ۔ اسداللہ [۱۳ تا ۲۸-آخر] ۔ [ھفتہ دوم ماہ دسمبر ۱۸۶۲ء]

۷۷

(۱) اگر جان بے وفا نہ ھوتی تو میں تمھیں 'جان من' کہہ کر
مخاطب کرتا اور زمانے میں میری آبرو ھوتی تو تمھیں
'آبروئے من' کہتا۔ ان میں سے کوئی بات بھی ممکن نہیں۔ مجبوراً
'اے تفتہ' کہہ کر کہتا ھوں کہ تم رازداری مجھے

۶

(۱) جانِ من تمہارا خط جو منشی ہرگوبند سنگھ کے نام تھا
آنہیں بھیج دیا تھا لیکن واپس آگیا ۔ وہ گنگا کی طرف گئے
ہوئے تھے ۔ دو تین دن کے بعد پھر بھیجا اور اس مرتبہ
آنہیں مل گیا ۔ تمہیں اس کی اطلاع ہوگئی ہوگی ۔

[۱ تا ٤]
(۲) میرے دل میں الجھن تھی کہ نہ معلوم تمہارے پاؤں کا اب کیا حال
ہے کب چلنا پھرنا شروع کرو گے؟ لیکن اس مرتبہ جو تمہارا
خط آیا اس سے ایک الجھن اور بڑھ گئی جسے سوائے تمہارے
اور کوئی دور نہیں کر سکتا ۔ تم نے یہ کیا لکھا ہے کہ
اگر فلاں شخص نے اپنا انداز بدل لیا تو اس کے پاس جائیں
گے ورنہ غالب سے پوچھیں گے کہ اب کیا کرنا چاہیے ۔
اب تمہیں چاہیے کہ دیر کئے بغیر دوسرا خط مجھے لکھو
اور مجھے بتاؤ کہ تمہارے پاؤں کا اب کیا حال ہے اور
چلنے پھرنے کی اب کیا کیفیت ہے اور اس گتھی کو بھی
سلجھاؤ جو میرے لئے باعث اذیت رہی ہے ۔ اس میں ہرگز
دیر نہ کرنا اور جو کچھ ہے جلد لکھنا ۔ [٤ تا ۱۳]

(۳) اب تمہیں وہ بات بتاتا ہوں جو تمہیں ابھی تک نہیں معلوم
ہے ۔ غور سے سنو ۔ ایک مخلص دوست نے جیپور سے مجھے
لکھا تھا کہ نو... راجہ [سوائی رام ... تمہارا کلام
جو اخبار ... الاخبار ...
... مطلع ...
... مرسا نے صنم
... شاہ در قصیدۂ ؛

پر کھاتا ہوں دن چھپے پھر قلعے جاتا ہوں ۔ آج کے دن
تک یہی معمول ہے ۔ کل نہیں معلوم کیا ہوگا ۔ [۱۲ تا ۱۷]

(۴) تمہارے اشعار سرسری نہیں بلکہ دیدہ وری سے دیکھ کر
بھیج رہا ہوں۔ پرسوں دوست جانی [بابو بانکے لال رند] کا
خط ملا جو انہوں نے سروھی [شہر] پہنچ کر لکھا ہے ۔
خدا انہیں ہمیشہ کامیاب و کامران رکھے ۔ ڈاک گاڑی سے
بھرتپور جا رہے ہیں ۔ اس خط میں مجھ کو لکھا ہے کہ اس
سفر کا سب سے بڑا فائدہ تفتہ سے ملاقات اور اُن کی ہستی
ہے ۔ یہ شریف الفطرت دوست تمہیں اس قدر چاہتا ہے
اگر میں دنیا میں سے ہوتا تو آتش رشک سے جل [illegible]
ہوتا ۔ خدا انہیں ہمیشہ سلامت رکھے اور تم [illegible]
زیادہ مہربان رہیں ۔ غم و غصہ جانے دو اور کسی [illegible]
نہ کرو ۔ آبرو اتنی عزیز شے نہیں کہ دوست [illegible]
ایسے دوست کے قدموں پر نچھاور نہ کر دی [illegible]
کو عشق گل میں سرزنش خار کی پرواہ نہیں
پروانہ شوق شمع میں جلنے سے نہیں گھبراتا ۔
کا کوئی رقیب نہ ہو اُس کی زندگی میں کوئی
عشق بے رقیب کی ایسی مثال ہے جیسے [illegible]
شراب بے کیف ۔ اب اور کیا لکھوں خدا [illegible]
دولت سے برخوردار رکھے ۔ از اسد اللہ نگاشتہ [illegible]
شنبہ دھم شوال [از روئے تقویم یازدہم شوال ۱۲۶۹ھ
۱۸ جولائی ۱۸۵۳ء] [۱۵ تا ۲۸]

۶

۱) جانِ من تمہارا خط جو منشی ہرگوبند سنگھ کے نام تھا
انہیں بھیج دیا تھا لیکن واپس آگیا ۔ وہ گنگا کی طرف گئے
ہوئے تھے ۔ دو تین دن کے بعد پھر بھیجا اور اس مرتبہ
انہیں مل گیا ۔ تمہیں اس کی اطلاع ہوگئی ہوگی ۔
[۱ تا ٤]

۲) میرے دل میں الجھن تھی کہ نہ معلوم تمہارے پاؤں کا اب کیا حال
ہے کب چلنا پھرنا شروع کرو گے؟ لیکن اس مرتبہ جو تمہارا
خط آیا اس سے ایک الجھن اور بڑھ گئی جسے سوائے تمہارے
اور کوئی دور نہیں کر سکتا ۔ تم نے یہ کیا لکھا ہے کہ
اگر فلاں شخص نے اپنا انداز بدل لیا تو اس کے پاس جائیں
گے ورنہ غالب سے پوچھیں گے کہ اب کیا کرنا چاہیے ۔
اب تمہیں چاہیے کہ دیر کئے بغیر دوسرا خط مجھے لکھو
اور مجھے بتاؤ کہ تمہارے پاؤں کا اب کیا حال ہے اور
چلنے پھرنے کی اب کیا کیفیت ہے اور اس گتھی کو بھی
سلجھاؤ جو میرے لئے باعث اذیت رہی ہے ۔ اس میں ہرگز
دیر نہ کرنا اور جو کچھ ہے جلد لکھنا ۔ [٤ تا ۱۳]

۱۳ اب تمہیں وہ بات بتاتا ہوں جو تمہیں ابھی تک نہیں معلوم
ہے ۔ غور سے سنو ۔ ایک مخلص دوست نے جیپور سے مجھے
لکھا تھا کہ نوجوان راجہ [سوائی رام سنگھ] تمہارا کلام
جو اخبار سلطانی [سراج الاخبار، دھلی، مطبوعہ مطبع سلطانی،
قلعہ معلی دھلی] میں اُن کی نظر سے گذرتا رہا ہے بہت

پر کھاتا ہوں دن چھپے پھر قلعے جاتا ہوں ۔ آج کے دن تک یہی معمول ہے ۔ کل نہیں معلوم کیا ہوگا ۔ [۱۲ تا ۱۵]

(۴) تمہارے اشعار سرسری نہیں بلکہ دیدہ وری سے دیکھ کر بھیج رہا ہوں۔ پرسوں دوست جانی [بابو بانکے لال رند] کا خط ملا جو انھوں نے سروھی [شہر] پہنچ کر لکھا ہے ۔ خدا انہیں ہمیشہ کامیاب و کامران رکھے ۔ ڈاک گاڑی سے بھرتپور جا رہے ہیں ۔ اس خط میں مجھ کو لکھا ہے کہ اس سفر کا سب سے بڑا فائدہ تفتہ سے ملاقات اور اُن کی ہمنشینی ہے ۔ یہ شریف الفطرت دوست تمہیں اس قدر چاہتا ہے کہ اگر میں دنیا میں سے ہوتا تو آتش رشک سے جل کر مرگیا ہوتا ۔ خدا انہیں ہمیشہ سلامت رکھے اور تم پر زیادہ سے زیادہ مہربان رہیں ۔ غم و غصہ جانے دو اور کسی بات کا رنج نہ کرو ۔ آبرو اتنی عزیز شے نہیں کہ دوست اور پھر ایسے دوست کے قدموں پر نچھاور نہ کر دی جائے ۔ بلبل کو عشق گل میں سرزنش خار کی پرواہ نہیں ہوتی اور پروانہ شوق شمع میں جلنے سے نہیں گھبراتا ۔ جس عاشق کا کوئی رقیب نہ ہو اُس کی زندگی میں کوئی لذت نہیں عشق بے رقیب کی ایسی مثال ہے جیسے نان بے نمک اور شراب بے کیف ۔ اب اور کیا لکھوں خدا تمہیں عمر و دولت سے برخوردار رکھے ۔ از اسد اللہ نگاشتۂ نیم روز دو شنبہ دھم شوال [از روئے تقویم یازدھم شوال ۱۲۶۹ھ] مطابق ۱۸ جولائی [۱۸۵۳ء] [۱۵ تا ۲۸]

کہا گیا ہے گرہ میں باندھ لینا ۔ [۱۶ تا ۱۴]

(۴) بیش از بیش، اور کم از کم، ایسی چیز نہیں جسے [مولانا عبدالرحمان جامی] اور [جلال] اسیر کے کلام میں دیکھے بغیر نہ مان سکیں ۔ یہ استعمال بہت فصیح ہے بلکہ اگر 'بیشتر از بیش، اور 'کمتر از کم، لکھیں تو مضحکہ خیز بات ہوگی ۔ بحث یہ ہے کہ تسویہ کی صورت میں یا منع تسویہ کی صورت میں 'کمتر، لکھ سکتے ہیں نہ کہ 'کم، ۔ جامی کا مقصود تسویہ نہیں بلکہ وہ فرماتے ہیں 'کم از صد غم، یعنی جو ننانوے سے زیادہ نہ ہو ۔ مثلاً 'چاند کی روشنی آفتاب کی روشنی سے کم ہے، اس کی فارسی کرنی چاہیں تو کہیں گے ''روشنی ماہ از فروغ مہر کمتر است، ۔ اسی طرح کہیں گے 'چشم ما از رخنۂ دیوار کمتر نیست، وغیرہ ۔ [۱۴ تا ۲۴]

(۵) جمع الجمع ہمیں پسند نہیں۔ اس معاملے میں ہم [محمد علی صائب تبریزی] کی باتوں میں نہیں آتے ۔ ہمیں اپنی اصلاح و تہذیب سے کام ہے بزرگوں کی عیب جوئی سے کوئی سروکار نہیں ۔ 'حور، حورا کی جمع ہے۔ یہ عربی لفظ ہے اہل فارس 'حوران، لکھتے ہیں، اون کے ساتھ ۔ یہ مسئلہ جمع الجمع کا نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ یہ فرزانگان روزگار حور کو مفرد قرار دیتے ہیں اور اس کی جمع اون کے اضافے کے ساتھ بناتے ہیں ۔ ہم بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور اس لفظ کو اسی طرح استعمال کرتے ہیں اور اس بات پر سب کا اجماع ہے لیکن استعمال لفظ کی غریب اور نادر صورتوں میں پیروی ممکن نہیں ۔ [۲۴ تا ۳۱]

ٹھہرے تھے، راستہ دور کا تھا اور میں بیمار، اس لئے دو
دفعہ سے زیادہ ملاقات کا موقع نہ ملا اور ان کے ساتھ
مل کر بیٹھنے اور باتیں کرنے کی حسرت دل میں رہ گئی
والسلام۔ از اسداللہ، نگاشتہ یک شنبہ ۱۷ نومبر ۱۸۵۰ء
[۴۰ تا ۴۸۔ آخر]

۴

(۱) قلم دوزبان اسداللہ کا ہمزبان، اس دردمند کی زبان سے
کہتا ہے کہ جب مہر و محبت آپس میں زیادہ ہے
اور شکوہ و شکایت کم سے کم، تو بہتر ہے کہ
حرف مدعا لکھا جائے۔ [۱ تا ۴]

(۲) بارش ہو رہی ہے، ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے، رات
شراب نوشی کے سوا میرا کوئی کام نہیں۔ اس عالم
تمہارے تین خط یکے بعد دیگرے پہنچے۔ [۴ تا ۶]

(۳) پہلے خط کا جواب لکھ کر میں نے آگرے روانہ
ڈاک کے رجسٹر میں اس کا اندراج ہے۔ یہ دوشنبے کا دن
اور مارچ [۱۸۵۲] کی بائیس۔ امید ہے بابو صاحب
رکھیں گے اور جب تم آؤ گے تمہارے حوالے کر دیں گے
تیسرا خط میرے لئے حرز جان ہے اور اگر اس اشارے
یہ سمجھو تو کہوں کہ اس خط کے ساتھ میرے
فرخندہ آثار کا خط بھی ہے۔ اس خط کو دیکھ کر
جواب لکھنا شروع کیا اور دل کی باتیں قلم کی زبانی
کہہ ڈالیں۔ اس خط کو توجہ سے پڑھنا اور جو

(٦) والا برادر ستودہ خوی شیوا شیوہ منشی نبی بخش [حقیر]، خدا ان کا مددگار رہے، جب مرسان جا رہے تھے تو انھوں نے مجھے اپنے جانے کی اطلاع دی تھی اور اب مرسان سے اپنے فرزند رشید منشی عبداللطیف کے توسط سے خط بھیجا ہے۔ کل اس خط کا جواب میں نے منشی عبداللطیف طال عمرہ کے پاس علی گڈھ بھجوا دیا ہے۔ [۳۷تا۳۱]

(۷) یہ روشن گہر گرامی دودمان حکیم وارث علی خان جن کا ذکر تم نے خط میں کیا ہے جانتے ہو کون ہیں؟ یہ مجھ آوارہ وطن کے لئے بمنزلہ حقیقی بھائی کے اور برادر باجان برابر بلکہ جان سے عزیز تر ہیں۔ ہم دونوں نے ایک استاد سے کسب فیض کیا ہے اور دونوں ایک مدرسے میں پڑھے ہیں۔ اگر ہزار سال بھی گذر جائیں اور آپس میں ملنے کا اتفاق نہ ہو اور باہم خط و کتابت بھی نہ رہے بیگانگی فراموش اور دل میں اسی طرح محبت کا جوش رہے گا۔ میری آرزو ہے کہ یہ خط انھیں دکھاؤ اور میرا سلام پہنچاؤ اور مجھے لکھو کہ انھوں نے خط دیکھ کر کیا کہا۔ [۳۲تا۴۰]

) اے تفتۂ نظیری نظر فغانی نوا ان دنوں والا جاہ نواب محمد حسن خان بہادر [فرزند نواب روشن الدولہ وزیر اودھ] جنھیں جرنیل صاحب کہتے ہیں ڈاک گاڑی سے شہر [دہلی] آئے ہیں۔ حضرت پیر و مرشد میاں [غلام نصیرالدین کالے صاحب] دامت برکاتہ سے ملنے تشریف لائے تو مجھے بھی سرافراز فرمایا اور مجھ سے تمہارے بارے میں باتیں کیں اور تمہاری سخن‌گوئی کی تعریف کی۔ چونکہ چھاؤنی میں

کہی ھیں اور ان دو غزلوں کے درمیان ایک مختلف زمین کی غزل رکھی ہے۔کتنا اچھا ہو کہ تمہارا دیوان بھی اسی انداز سے ترتیب پائے۔ اب یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ تم نے بھی ترتیب رکھی ہے جیسا کہ میری خواہش تھی۔ اس سے تمہارے کلام کی رونق بڑھی اور میری مسرت میں اضافہ ہؤا۔ [۸ تا ۱۲]

(۳) اس سلسلے کی قدر کریں جو یہ خواہش قائم ہو گیا ہے اور اس تعلق کو آزادگی و قلندری کے منافی نہ سمجھیں۔ خلوت در انجمن اور سفر در وطن سالکان راہ کا شیوہ ہے۔ میں نے بھی بادشاہ [دھلی] کی نوکری پر آمادہ ہو کر متعلقہ خدمت کی انجام دھی قبول کر لی ہے۔ تم بھی راجہ [بھرت پور] کی نوکری کرنے میں میری پیروی کرو اور اس پیروی میں خوش رھو۔ [۱۳ تا ۱۹]

(۴) فرزانۂ فرخ گہر فرخندہ خصال جانی بانکے لال سے ... جارج کے مکان پر جو میرے پرانے دوست ھیں ملاقات ہوئی تھی اور پہلی ھی ملاقات میں روشناسی سے نوبت مہرو ... تک پہنچ گئی۔ وہ حسن صورت، حسن اخلاق اور حسن ... تکلم میں ابھی تک نہیں بھولا ہوں۔ آن کی طرف سے جو لطف و نوازش تم پر ہے اور تمہاری جو قدر و منزلت کرتے ہیں اور آس کا میں منت پذیر اور سپاس گزار ہوں۔ چونکہ برھمن ھیں اور عالم ھیں او ھر جماعت کے بزرگ ... اور ھر قوم کے فرزانوں کو محبوب رکھتا ہوں میری ... سے [فارسی میں] وہ لفظ عرض کرنا جو "پالاگن" کا مفہوم ادا کرے۔ [۱۹ تا ۲۷]

(۴) ایک رات اور ایک دن لگا کر تمہارے شعر دیکھے اور آج
که جمعے کا دن اور انگریزی مہینے کی چوبیسویں ہے یہ
جواب تمہیں لکھا - کل شنبے کو کہ مہینے کی پچیسویں
تاریخ ہے یا پرسوں چھبیس تاریخ کو ڈاک سے بھیجوں گا -
اور اس دوسرے خط کا جواب جس کے روانہ ہونے کی تم
نے اطلاع دی ہے اس کے بعد بھیجا جائے گا کہ تم بھرت پور
یا آگرے سے مجھے خط لکھو - زیادہ کیا لکھوں - از
اسد اللہ نگاشتۂ جمعہ ۲۴ اکتوبر ۱۸۵۱ع - [۲۲ تا ۲۹ - آخر]

۳

(۱) مخلص نوازا، منشی نبی بخش [حقیر] کا خط عرصہ ہؤا آیا تھا
جس سے معلوم ہوا تھا کہ تم اکبر آباد گئے ہو، تمہارے
[فارسی] دیوان کے طبع ہونے کا چرچا ہے اور مہاراجہ
بلونت سنگھ بہادر [راجہ بھرت پور] کے وکیل ریاست
[جانی بانکے لال رند] کی وساطت سے ریاست میں تمہیں بڑی
شہرت حاصل ہوئی ہے - مجھے انتظار تھا کہ یہ سب باتیں خود
تمہارے قلم کی زبانی سننے میں آئیں - پرسوں ڈاک کا ہرکارہ
آیا اور تمہارا نامہ مسرت افزا لایا - دیوان کا چھپ کر شائع
ہونا ہمیں اور تمہیں مبارک ہو - [۱ تا ۷]
(۲) تمہیں یاد ہوگا میں نے تمہارا [قلمی] دیوان دیکھ کر کہا
تھا کہ میرزا عبدالقادر بیدل نے اپنا دیوان غزلیات از اول
تا آخر اس طرح مرتب کیا ہے کہ ہر زمین میں دو غزلیں

جس طرح دل چاہے رہو اور صبح سے شام تک اور شام سے
صبح تک فکر سخن کیا کرو، غزلیں کہا کرو، شراب
پیو اور آزاد رہو ۔ [٤تا٨]

(٣) لکھنؤ کا خاتمہ ہو گیا ۔ خوشامد گوئی میرا آئین نہیں ۔
سچ کہتا ہوں کہ لکھنؤ میں تمہیں اپنا ہم پلہ کوئی شاعر
نظر نہ آئے گا ۔ تمہاری غزلیں میں نے دیکھیں اور پسند
کیں ۔ جہاں جو بات نظر میں آئی لکھ دی ۔ امید ہے پسند
کرو گے اور لطف اٹھاؤ گے ۔ [٨تا١١]

(٤) تم نے جو بابو جانی بانکے لال کی عنایت و نوازش کا ذکر
کیا ہے، محبت کے پردے میں مجھ پر ستم ڈھایا ہے ۔ میں
خوب سمجھتا ہوں یہ سب تمہاری کوششوں اور سلسلہ
جنبانیوں کی بدولت ہے ۔ ہر چند میں اس گروہ سے ہوں
جسے دادوستد میں محابا نہیں ۔ کسی سے کچھ لینے میں مجھ کو
حیا نہیں آتی اور نہ کسی کو کچھ دینے میں احسان جتانا
میرا شیوہ، لیکن تم خود بتاؤ کہ ناکردہ خدمتوں کا صلہ لینے
میں مجھکو شرمساری کیوں نہ ہو ۔ میں شرم سے پانی پانی
ہوں اس درجہ کہ مجال سخن نہیں پاتا، جیسے کوئی پانی
میں ڈوب جائے اس طرح کہ نہ سانس لے سکے نہ بول سکے ۔
کاش بابو صاحب میرے ساتھ یہ شیوۂ کرم نہ برتیں اور
جو کچھ ہو چکا اس پر بس کریں ۔ پچپن سال کی عمر
ہونے آئی کسی کے ساتھ ایسی معاملت کا اتفاق نہ ہوا تھا
کسی کی طرف سے اس طرح پے درپے احسانات میں نے کبھی
قبول نہیں کئے ۔ [١١تا٢٢]

۱۰) فتح پور [سیکری] کے مخدوم زادے اپنے معاملے میں مجھ سے جواب مانگتے ہیں ان لوگوں سے کیا کہوں۔ اس سے پہلے جو خط آپ کی خدمت میں لکھا ہے ۔ اس میں اپنے دل کی تمام باتیں لکھ چکا ہوں زیادہ کیا لکھوں ۔ والسلام مع الا کرام ۔ اسد اللہ [دوشنبہ] ۲ ربیع الثانی [۱۲۷۰ھ] مطابق ۲ جنوری ۱۸۵۴ء - [۳۰ تا ۳۷ - آخر]

۷

۱) آپ کے کمالات علمی اور مکارم اخلاق کا جو عطیۂ الٰہی ہیں غائبانہ گرویدہ ہوں، اور آپ کے طرز تحریر کی دلکشی اور انداز بیان کی جاں پروری نے مجھے اس عالم خاموشی میں گویائی اور خامہ فرسائی پر مجبور کر دیا ہے ۔ آپ کا یہ جاں‌پرور خط جو غیر متوقع طور پر مجھے ملا ہے میرے لئے شرف قبولیت کی خوشخبری ہے ۔ آپ کی یہ خواہش دیکھ کر کہ خط کا جواب لکھوں میرا دل چاہتا ہے کہ نگارش میں وہ انداز بیان برتوں جو فرزانگان‌دیدہ کی نظر میں پسندیدہ قرار پائے۔ تکلف بر طرف اس سے پہلے بھی سخن گذاری اور نکتہ نگاری میں مجھے ایک دستگاہ حاصل تھی لیکن کاش دل کا بار غم اتنا گراں نہ ہوتا اور قلم راہ سخن میں اس روش پر چل سکتا جو اس سے پہلے ممکن تھی۔ لیکن افسوس یہ قلم جو خوش خرامی اور رقاصی میں اپنی روانی اور نواسنجی سے نشاط افروز رہتا تھا، کبک دری کو انداز خرام سکھاتا اور مرغ صبحگاہی کو نغمہ‌سنجی کا

جانشین سمجھتا تھا اس پھوپی کا انتقال ہوگیا، اور اس معظمہ
کے گذر جانے سے مجھ پر وہ گذر گئی جو دشنے سے جگر پر
اور آگ سے خس پر گذرتی ہے ۔ [۱۸ تا ۱۹]

(۳) آج صبح کے بعد مولانا کے ساتھ ہم نشینی اور ہم سخنی کا
موقع ملا ۔ مولوی شاہ محمد (میں انہیں نہیں پہچانتا تھا
یہ اٹھ کر جائیں گے تو مولانا سے دریافت کروں گا
کہ کون ہیں) نام کے ایک صاحب نے گفتگو شروع کی
اور کہا کہ میں ٹونک جا رہا ہوں میں نے کہا کہ
میرا خط لے جا سکتے ہیں کہنے لگے ضرور، میں فوراً جا
رہا ہوں ہاتھ گھوڑے کی باگ پر ہے اور پاوں رکاب میں ہے
چنانچہ میں نے لکھ کر دے دیا ۔ امید ہے کہ یہ سلام و
پیام آپ تک پہنچ جائے گا ۔ [۲۰ تا ۲۶]

(۴) دوست عزیز بابو [جانی] بانکے لال [رند] طال بقاؤہ کے خط
سے راجستھان کے عہد حکومت کا حال معلوم ہوا ۔ تعجب ہے
آپ کو بھی سفر کرنا پڑے اور یہ خط جو شاہ محمد کو
لکھ کر دیا ہے نہ جانے کب پہنچے اور کہاں جا کر آپ
کو ملے ۔ [۲۶ تا ۲۹]

(۵) شاہ محمد ہی سے معلوم ہوا کہ [آپ کے] برادر گرامی
میرارشاد حسین اور فرزند سعید میراحمد حسین طال عمرہ
آپ کے پاس پہنچ گئے ہیں یا جلد پہنچ جائیں گے خدا اس
ملاقات کو مبارک قرار دے اور زیادہ سے زیادہ برکت
عطا فرمائے ۔ بھائی صاحب کو میری طرف سے سلام اور
بھتیجوں [میراحمد حسین اور میرمہدی حسین] کو دعا پہنچے
[۲۹ تا ۳۰] [دو شنبہ ۲ ربیع الثانی ۱۲۶۵ھ مطابق ۲۶ فروری
۱۸۴۹ء]

سننے والا کہے گا پھر کیوں ادھر نہیں آئے ؟ اور نہ آنے کی کوئی توجیہ و تاویل نہیں ہوسکتی سوائے اس کے کہ نہیں آئے۔ خسرو دہلوی نے کیا خوب کہا ہے :

پس از آنکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد
[مصراع اولی: بلب آمدہ است جانم تو بیا کہ زندہ مانم]

[۱۶ تا ۲۰]

۷) کچھ حال اس شہر و دیار کا لکھتا ہوں۔ اس سوز و ساز میں میری روداد بھی معلوم ہو جائے گی ۔ والا برادر فرخ اختر محمد ضیاءالدین خان بہادر [نیر رخشاں] جیسا کہ اُن کا ہرسال کا معمول ہے دو ہفتے ہوئے شملے گئے ہیں ۔ برادر عزیز علی بخش خان بہادر [رنجور] شہر کی سکونت ترک کر کے عرب سرا میں جو مقبرۂ حضرت سلطان المشائخ [نظام الدین اولیاء] کے جوار میں چھوٹی سی آبادی ہے جا رہے ہیں ۔ امین الدین خان بیگانگی اختیار کر ہی چکے ۔ یہ دونوں ہمدم تھے ۔ اب اُن سے ملنے کو ترستا ہوں ۔ [۲۱ تا ۲۷]

۸) اس گوشہ نشینی میں جو میرا مسلک اور معمول ہے پادشاہ سلامت [بہادر شاہ ثانی] نے مجھے [بروز پنجشنبہ، ۲۳ شعبان ۱۲۶۶ھ/م جولائی ۱۸۵۰ء] دربار میں بلایا ۔ خلعت اور خطاب عطا فرمایا اور اپنے بزرگوں کی حکومت و سلطنت کے حالات لکھنے پر مامور فرمایا ۔ میں نے دل میں کہا اے غالب آشفتہ سر منصب سخن گستری کی آبرو رکھنا ضروری ہے اور اگرچہ افسانہ سرائی آزاد مردوں کا شیوہ نہیں طعنہ زنوں کو بھی موقع نہ دینا چاہیے ۔ چنانچہ مبدء فیاض

۵

(۱) یارب یہ نسیم بہشت کا جھونکا اچانک کہاں سے آیا کہ مشام جاں معطر ہوگئی - [۱،۲]

(۲) اس سے پہلے جناب نے خط میں لکھا تھا کہ سفر حجاز کا قصد ہے - بارے یہ نہ ہوا اور قبلہ کعبے نہ گئے - [۲،۳]

(۳) پھر آپ کے برادر گرامی سید ارشاد حسین صاحب کی تحریر سے ہولناک بیماری کی خبر ملی اور میرے بیتابانہ استفسار سے پتہ چلا کہ قادر مطلق نے وہ بلا ٹال دی اور یہ سن کر اطمینان ہوا - [۴تا۶]

(۴) اس موقع پر طالع یار خاں ٹونک سے آئے انھوں نے بتایا کہ حضرت وطن تشریف لے گئے ہیں اور جاتے وقت فرما گئے ہیں کہ واپسی دیر سے ہوگی [۶تا۸]

(۵) میں سمجھتا تھا کہ مخدوم خیر آباد میں اور برادر معظم کوہ‌آبو میں مقیم ہیں اور سوچتا تھا کہ خیرآباد میں انگریزی ڈاک نہیں جاتی اور اگر خط آبو بھیجوں تو ہمارے کے نام کے سوا کوئی اور پتہ بھی ہونا چاہیے اور وہ مجھے معلوم نہیں - ان ہی دنوں میں ایک مبارک دن ڈاک کا تیز رفتار ہرکارہ آیا اور دارالخیراجمیر سے بھیجا ہوا آپ کا خط لایا - دل سودا زدہ کو سکون ملا - پریشانی خاطر رفع ہوئی - [۸تا۱۵]

(۶) آپ نے کتنی دل خوش کن بات لکھی ہے کہ ہم دہلی ہو کر اجمیر جانا چاہتے ہیں - یہ بھی تو سوچئے کہ

قائم رہا ۔ نہ جانے کیا صورت پیش آئی کہ جب پوری
میعاد ختم ہونے آئی تو مجسٹریٹ کے دل میں رحم آیا اور
خود اپنے حکم کی منسوخی اور میری رہائی کے لئے صدر
[عدالت] سے درخواست کی ۔ درخواست منظور کی گئی، بلکہ
مجسٹریٹ کے اس فعل کو سراہا گیا ۔ لوگ کہتے ہیں کہ
زعمائے قوم نے اس خیرہ سر یعنی ظالم مجسٹریٹ کو ملامت
کی تھی اور میری آزادہ روی اور خاکساری اس پر واضح
کی تھی ۔ آخر خود میری رہائی کی درخواست کر کے اس نے
گویا اس طرح عذر خواہی کی اور اس کے سوا بھی بہت
معذرت اور دلجوئی کا اظہار کیا ۔ میں ہر صفت اور ہر
فعل اور ہر امر کو خدا کی طرف سے جانتا ہوں اور خدا سے
جھگڑنا روا نہیں، اس لئے جو کچھ ہوا اس سے وارستہ
اور جو کچھ گذری اس پر خوش ہوں، لیکن چونکہ آرزو
آئین بندگی کے منافی نہیں :

عشق است و صد ہزار تمنا مرا چہ جرم
گر خواہشی کند دل شیدا مرا چہ جرم

اس لئے چاہتا ہوں کہ اب دنیا میں نہ رہوں اور اگر رہوں
تو ہندوستان میں نہ رہوں ۔ روم ہے، مصر ہے ایران ہے، بغداد ہے،
ورنہ پھر خود کعبہ آزادہ روں کی پناہ گاہ اور سنگ آستانہ
رحمۃ للعلمین عاشقوں کی تکیہ گاہ ہے، اس کے سوا کیا چاہیے
وہ وقت کب آتا ہے کہ قید فروماندگی حیات سے جو اس
قید سے جو کٹ گئی کہیں زیادہ روح فرسا ہے نجات پاؤں
اور کسی منزل کو مقصود بنائے بغیر صحرا میں نکل جاؤں ۔
یہ تھا بیان اس کا جو مجھ پر گذری اور یہ ہے وہ آرزو
جو اب دل میں ہے، والسلام ۔ [۱۶ تا ۴۰] [اگست ۱۸۴۷ء]

۱۹ ربیع الآخر ۱۲۶۴ھ ، دوم مارچ ۱۸۴۸ء [handwritten annotation, partly illegible]

اب اجمیر میں نہیں بلکہ ٹونک میں ہیں میں یہی سمجھے ہوئے تھا [کہ حج کو تشریف لے گئے ہیں] جیسا کہ عرض کیا - بارے اب زبانی بھی حال معلوم ہوا اور والا نامہ پہنچا اور باعث مسرت ہوا [۱ تا ۹]

(۲) جب دو آدمی ایک دوسرے سے دور ہوں تو قلم کی زبان سے ہی باتیں کر سکتے ہیں، ہمزبانی کاتب تشنۂ دو بدو تھا، والا نامہ پڑھتے ہی خط لکھنے بیٹھ گیا - خط لکھ رہا ہوں اور جانتا ہوں کہ جب تک یہ نگارش ختم نہ ہو کوئی چین نہیں آئے گا، لیکن ہر آن یہ دغدغہ ہے کہ حضرت ٹونک میں ہیں اور [آپ کے برادرگرامی] سید ارشاد حسین خاں سفر میں - خط لکھا جائے تو کہاں بھیجا جائے - یہ سوچا ہے کہ طالع یار خاں ہی سے پوچھوں اور اس مرد راہ داں کی رہنمائی کے مطابق خط روانہ کروں - [۹ تا ۱۶]

(۳) آپ نے جو اظہار لطف فرمایا ہے اور [میری] سرگذشت پوچھی ہے تو سنئے- کوتوال [فیض الحسن خاں] دشمن تھا اور مجسٹریٹ [کنور وزیر علی خاں] ناآشنا، فتنہ کمین میں موجود اور قسمت خراب - مجسٹریٹ حالانکہ کوتوال کا حاکم ہے لیکن مجھ پر تشدد کے لئے کوتوال کا فرمان بردار بن گیا، اور میری گرفتاری کا حکم صادر کر دیا اور [سشن] جج [. . .] نے اگرچہ میرا دوست تھا، ہمیشہ مجھ پر مہربان رہتا تھا اور بزم مےنوشی میں بارہا میرے ساتھ شریک ہوا تھا، بے اعتنائی اور بیگانگی اختیار کر لی - مقدمہ صدر [عدالت] میں پہنچا، لیکن کسی نے شنوائی نہ کی اور وہی فرمان بیداد بدستور

والی ہے ۔ افسوس کہ میرا خون جگر پینا رائگاں گیا ۔ اس بزرگ کی مدح کا کیوں میرے سر میں سودا سمایا تھا؟ صلے میں نہ دام و درم جیسے بہائے گوہر سخن سمجھوں، نہ اظہار لطف و کرم جس پر قناعت کروں ۔ [۳۳تا۳۹]

(۶) خط کے شروع میں بھی میں نے کہا ہے اور اب آخر میں بھی کہتا ہوں کہ مجھے اپنا بندہ جانیں اور یقین کریں کہ میں آپ سے خوش ہوں ۔ جو کچھ کہتا ہوں از روئے انصاف نظر میں تولیں اور مجھ سے آزردہ نہ ہوں ۔ اس خط کا جواب جلد تحریر فرمائیں، والسلام مع الاکرام ۔ از اسداللہ نگاشتۂ یکم ربیع الاول ۱۲۶۱ھ [مطابق ۱۰ مارچ ۱۸۴۵ء] ۔ [۳۹تا۴۳ آخر]

۴

(۱) داغم ز سوز غم کہ خجل داردم ز خلق
بوی کہ تن ز سوختن استخوان دھد

[از قصیدہ غالب در منقبت امام دوازدہم، دوازدھمین قصیدہ در دیوان فارسی مطبوعہ ۱۸۴۵ء] سبحان اللہ ایک طویل مدت گذر گئی میں یہی سمجھتا رہا کہ قبلہ کعبے میں حجرالاسود کے بوسے لے رہے ھیں ۔ برابر گوش بر آواز رہا کہ کب سننے میں آتا ہے کہ آپ کعبے سے عیاذاً اللہ پھر آئے اور سفر حجاز سے واپس آ گئے ۔ قسم برب کعبہ جب تک طالع یار خاں سے ملنا نہیں ہوا اور ان سے یہ نہیں سنا کہ خان والا شان وطن گئے ہوئے تھے، سات مہینے کے بعد واپس آئے ھیں اور

[عرضداشت کے جواب میں] مکتوب کے نہ آنے کا غم ضرور ہے
ہے ۔ اس باب میں میرا ملول ہونا بیجا نہیں، لیکن ملول
ہونے کے باوجود گلہ نہیں کرتا ۔ یہ جو کچھ کہا برسبیل
حکایت ہے نہ کہ شکایت [۱۰ تا ۲۴]

(۳) اور یہ حکایت اس لئے ہے کہ ان دنوں [ثلث اول سال ۱۸۴۵ء]
میرا فارسی دیوان جو کم و بیش سات ہزار ابیات پر مشتمل
ہے [مطبع دارالسلام، دھلی میں] چھپ رہا ہے ۔ غالباً دو مہینے
کے اندر اندر اس کا چھاپا مکمل ہو جائے گا ۔ ایک جلد ھدیے
کے طور پر جناب کی خدمت میں بھیجوں گا، تاکہ جس طرح
میری نثر کا مجموعہ [پنج آھنگ، قلمی] آپ کے پاس ہے
سفینۂ نظم بھی آپ کی خدمت میں رہے ۔ [۲۴ تا ۲۸]

(۴) چونکہ نواب [ٹونک] نے مجھے در خور اعتناء نہیں سمجھا
اور میری مدح گوئی کو نگاہ میں نہیں لائے اس لئے میں سوچتا
ہوں کہ میں بھی بےحوصلگی سے کام لوں اور اس قصیدے
[ای ذات تو جامع صفت عدل و کرم را، قصیدہ۱۳ در دیوان
فارسی مطبوعہ ۱۸۴۵ء] کو قلم زد کر دوں ۔ دیوان میں
درج نہ کروں، اور چونکہ نواب نے میرا نام اپنے دفتر
[و دربار] میں پسند نہیں کیا میں بھی نواب کا نام نامی اپنے
دیوان میں [درج کرنا] پسند نہ کروں ۔ حضرت اس باب
میں کیا فرماتے ھیں؟ [۲۹ تا ۳۲]

(۵) امیدوار ہوں کہ اس سوال کا جواب دیر سے نہیں بلکہ جلد
عطا فرما کر مسرت بخشیں اور اس تفرقۂ خاطر سے آزادی
دلائیں ۔ ایک ھفتے سے زیادہ جواب کا منتظر نہ رکھیں اس
لئے کہ دیوان کی طباعت جلد اس قصیدۂ نا مقبول تک پہنچے

کیسے کرائیں۔ اس صورت میں مجھے چاہیے تھا کہ مقصود سے قطع نظر کرتا اور آپ کو زیادہ زحمت نہ دیتا اور میرا خدا جانتا ہے قطع نظر کر چکا ہوں اور اپنے کئے پر پشیمان ہو چکا ہوں۔ [۱تا۹]

اس خط سے ہرگز ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ غالب کج اندیش گدائے مبرم ہے۔ یہ خط صرف ایک سوال کی خاطر ہے جس کا جواب چاہتا ہوں۔ حقیقت حال یہ کہ اگرچہ کمترین خلایق اور گوشہ نشین ہوں، لیکن بے نواؤں اور ناداروں کے زمرے میں میری بھی آبرو ہے۔ گدا سہی، لیکن گدائے بارگاہ ہوں اور روشناس شاہ۔ تخت نشین دہلی کی مدح کی ہے تو منشور تفقد شاہانہ میرے نام صادر ہوا ہے اور جب بھی گورنر جنرل کا قصیدہ کہا ہے تو ممدوح نے خوشنودی نامہ مجھے بھیجا ہے، چنانچہ ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ کی ایک توقیع اور جمس ٹامسن [James Thomason] گورنر [صحیح لفٹنٹ گورنر] اکبرآباد [از ۲۲ دسمبر ۱۸۴۳ء تا ۹ ماہ اکتوبر ۱۸۵۳] کا ایک مکتوب میرے پاس موجود ہے۔ ان فرمانرواؤں کے میرے پاس بہت سے مرحمت نامے ہیں، لیکن یہاں ان میں سے صرف ان خطوں کا ذکر کیا ہے جو قصیدہ پہنچنے کی اطلاع اور خوشنودی و مہربانی کے اظہار کے لئے آئے ہیں۔ افسوس نواب عالی جناب [نواب وزیر محمد خان والی ٹونک] نے تحسین کا جواب تحسین سے نہیں دیا اور عرضداشت کا جواب تحریر نہیں کیا۔ صلے اور عطیے اور انعام کے نہ پہنچنے کا غم حاشا و کلا نہیں، لیکن

(۹) دیباچے کے مضمون کی داد پہلے آپ سے اور پھر مخدومی مولوی ظہور الدین علی سے چاہتا ہوں کہ ممدوح کا ذکر کن الفاظ میں کیا ہے اور فن بانک کی تعریف کس انداز سے کی ہے اور اسکے ساتھ دیباچے اور رسالے کی عبارت میں اسلوب بیان کی جدت کو کہیں ہاتھ سے نہیں جانے دیا ہے۔ بیان کا خاص اسلوب برابر قائم رہا ہے۔ با این ہمہ جانتا ہوں کہ اپنی جادو بیانی پر فخر اس وقت کرسکتا ہوں اور مجھے اپنی کاوش کی داد اس وقت ملیگی کہ بندگان نواب صاحب سلطان نشان میرے انداز بیان کو پسند فرمائیں۔ [۲٤ تا ۳۳]

(۱۰) اس عرض مدعا کے بعد قلم ہاتھ سے رکھتا ہوں اور خط کو اس دعا پر ختم کر کے تہ کرتا ہوں 'عمر فراوان باد و دولت روزافزون'۔ [۳۴تا۳۵] [بعد از ۱۸۵۵ء قبل از فروری ۱۸۶۴ء] چار شنبہ چارم ذی الحجہ ۱۲۶۲ھ

۳

(۱) قبلہ جان و دل سلامت، اپنی تقصیر کا عذر خواہ ہوں اور لطف و کرم دوست کا سہارا لے کر لب کشائی کرتا ہوں۔ اس خدا کی قسم جس نے جان و دل کو نور خرد عطا کیا اور کام و زبان کو گنج سخن دیا کہ میں آپ سے خوش ہوں اور جس طرح خدا کے وجود کو مانتا ہوں اسی طرح یہ بھی جانتا ہوں کہ حضرت میری حاجت روائی کے لئے بے حد کوشاں ہیں، لیکن کام ہوتا نہ ہو اور سننے والا کان دھرنے کو اور اس کا دل کچھ کرنے کو آمادہ نہ ہو تو حضرت کیا کریں اور دوسرے سے بجبر میری حاجت روائی

(۵) ایک ہفتے سے زیادہ نہیں گذرا مکرمی قاضی فصیح الدین بداؤنی کا آگرے سے دہلی آنا ہوا ۔ آپ سے مل کر آئے تھے۔ اُن سے آپ کے ٹونک سے متھرا اور متھرا سے اکبر آباد آنے کی اطلاع ملی ۔ انہیں بھی اپنی طرح آپ کی تعریف میں رطب اللسان اور آپ کی مدح و ثنا میں اپنا ہم زبان پایا ۔ [۹تا۱۳]

(۶) اُنہیں مجھ سے رخصت ہوئے آج تیسرا دن ہے ۔ میرا سلام آپکی خدمت میں پہنچائینگے ۔ [۱۳،۱۴]

(۷) شاید آپ بھی جلد ہی آگرے سے ٹونک روانہ ہونے والے ہوں اور وہاں پہنچکر یہ عریضہ جو طالع یار خاں کو دے رہا ہوں آپکی نظر سے گذرے ۔ [۱۴تا۱۷]

(۸) اس دفعہ طالع یار خاں نے جس سے میرے دیرینہ مراسم ہیں مجھ سے ایک بڑے مشکل کام کی فرمائش کی ۔ بانک کے داؤ پیچ پر ایک مختصر ہندی رسالے کا فارسی میں ترجمہ کرنے کو کہا اور یہ مشورہ دیا کہ اس خدمت کی انجام دہی نواب معلی القاب [نواب صاحب، ٹونک، نواب وزیر محمد خان] کی خوشنودی مزاج کا سبب ہوگی ۔ میں چونکہ انکے خوان جود و کرم کا زلہ خوار ہوں اور سپاس نعمت مجھ پر فرض ہے، میں نے اس مشکل کام کے لئے قلم اٹھایا اور ایک رسالہ دیباچے اور خاتمے پر مشتمل ترتیب دیکر اُنہیں کو دے دیا اور ایک عرضداشت بھی لکھکر ساتھ کردی تاکہ اس وسیلہ سے یہ آرزو بر آئے کہ نواب صاحب کی توقیع میرے نام صادر ہو ۔ [۱۷تا۲۴]

(۵) میرزا علی بخش خاں [رنجور تخلص (میرے برادر نسبتی)] سلام کہتے ہیں اور فخرالدین [غلام فخر الدین پسر رنجور] کورنش عرض کرتا ہے [آپکے بھائی] مشفقی مکرمی سید ارشاد حسین کی خدمت میں میرا سلام پہنچے اور میری کوتاہ قلمی کی معذرت بھی - انہیں کسی دوسرے موقعے پر خط لکھوں گا - والسلام مع الاکرام،* اور چونکہ ضروری ہے اس لئے لکھتا ہوں جواب طلب - از اسد اللہ بے ادب - [۳۰ تا ۳۶ آخر] [۱۸۳۶ء] *چہار شنبہ چہار دہم جمادی الثانی مطابق ...

۲

(۱) بخدمت وافرالمسرت حضرت اخوان پناہی مطاع امید گاہی دام بقاؤہ - [۱، ۲]

(۲) قلم کی زبان سے جو ترجمان دل اور سفیر شوق ہے نامہ نگاری کرتا ہوں - [۲، ۳]

(۳) اس سے پہلے مشفقی طالع یار خاں نے جو والانامہ مجھے پہنچایا تھا، اسکا جواب اسی دن لکھکر انہیں دے دیا تھا اور اسکے دو تین دن بعد معلوم ہوا تھا کہ سرکاری ہرکارہ سرسوتی نامی وہ خط لے گیا - [۳ تا ۵] -

(۴) یہ چند دن بڑے اچھے گذرے - طالع یار خاں کا قیام شہر میں تھا - ملاقات ہوتی رہتی تھی اور برابر آپکے اوصاف و محامد کا ذکر رہتا - [۶ تا ۸]

(۳) مجھے یاد ہے والا نامے میں جس کا جواب لکھ رہا ہوں مرقوم تھا کہ آنجناب نے نواب صاحب [وزیرالدولہ نواب ٹونک] کی زبان سے میرے حق میں حکم سنا ہے اور اس کے بعد جناب اس کی تحریک کریں گے کہ وہ حکم باقاعدہ جاری کیا جائے گویا اس حکم کا جاری ہونا تحریک پر موقوف ہے ۔ اس بات سے پریشانی دور ہوئی اور دل کو سکون و اطمینان حاصل ہوا۔
[۱۵ تا ۱۸]

(۴) بات یہ ہے کہ مجھے ان دنوں ایک ایسی ضرورت [بسلسۂ مقدمہ پنشن دوران سال ۱۸۳۶ء] پیش آگئی ہے کہ اکبرآباد جانا پڑے گا اور لفٹننٹ گورنر [Sir Charles Theophilus Metcalfe] سے جو مجھے مدت سے جانتے ہیں اور میرے مربی اور غمخوار ہیں اپنا حال زار بیان کرنا ہوگا ۔ انتظار اس کا ہے کہ ایک دو بارشیں ہو کر ہوا سرد اور زمین خنک ہوجائے تو آگرے روانہ ہوں، اور اس طرح یہ سفر شروع ہونے میں لامحالا ایک مہینہ لگے گا ۔ ایسی صورت میں کتنا اچھا ہو کہ اسی چار ہفتے میں جو جواب مجھے ملنا ہے مل جائے تاکہ ماڈک صاحب [Sir Thomas Herbert Maddock] کا مہر کردہ خط بھی میرے پاس ہو اور اس کا خدشہ بھی نہ رہے کہ شاید آپ کا خط دہلی ایسے وقت پہنچے کہ میں روانہ ہوچکا ہوں اور ڈاک والے مجھے نہ پاکر خط آپ کو واپس کردیں ۔ چونکہ لطف و مرحمت کا درجہ دوراندیشی سے بالا تر ہے مجھے امید ہے کہ آپ آغاز کار کو انجام تک پہنچا دیں گے اور اسی مہینے میں یہ کام اتمام تک پہنچ سکے گا ۔
[۱۸ تا ۳۰]

بنام تفضل حسین‌خان [خیر آبادی]

۱

(۱) حضرت سلامت، تفقد نامہ جے پور سے آیا اور میرے لئے غم زدا بلکہ دلربا بنکر آیا ۔ جے پور میں مخدوم کا مستقل قیام نہیں، اس لئے جواب میں دیر کی اور اب دو ہفتے سے زیادہ ہو گئے ہیں ۔ سمجھتا ہوں آپ جے پور سے اجمیر پہنچ گئے ہونگے چنانچہ یہ عریضہ اجمیر روانہ کر رہا ہوں اور ڈاک کا محصول مخدوم کے ذمے چھوڑ رہا ہوں ۔ عام خیال ہے کہ ڈاک والے محصول کی خاطر بیرنگ خط پہنچانے میں زیادہ اہتمام کرتے ہیں ۔ [۱ تا ۷]

(۲) بندہ پرور، اس سے پہلے میں خود اپنے سے شرمندہ تھا کہ ایک صاحب جاہ کی مدح کر کے دست سوال دراز کیا اور اب آپ کے سامنے شرمسار ہوں کہ آپ کو بار بار زحمت دینی پڑ رہی ہے ۔ اہل فرنگ گداگروں کی سفارش بھی گوارا کر لیتے ہیں ۔ آپ برابر سفارش کرتے رہے اور اب آپ کی تحریر سے مترشح ہے کہ ابھی سفارش کی احتیاج باقی ہے ۔ اگر مراد یہ ہے کہ میں منت‌پذیری اور سپاسگزاری کا اظہار کروں تو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ منت پذیر بھی ہوں اور سپاسگزار بھی، اور احسان کیوں نہ مانوں اور اپنے کو رہین سپاس کیوں نہ جانوں، اس لئے کہ آپ کی طرف سے لطف و کرم کا حق ادا ہو چکا ۔
[۷تا۱۵]

نظر سے گذرا کہ مجھے رئیس زادوں کی صف سے نکال کر رعایا کے جرگے میں جگہ دی ہے اور نذر کے پچاس روپے اور خلعت کے پچھتر روپے مقرر ہوئے ہیں ۔ سخت حیرت میں ہوں اور حیرت کیوں نہ ہو؟ قدیم روش میں وہ تغیر ہوا ہے، جو کمی نہیں بلکہ ایک بدلی ہوئی صورت ہے جو کسی طرح اُس قدیم روش سے نہیں ملتی - [۱۴ تا ۱۹]

(۴) یہ دیکھ کر خون کھولا - حاکم پنجاب [لفٹنٹ گورنر : سر رابرٹ منٹگمری] کے دربار میں فریاد کی اور عرض داشت [مرسلہ بعد ۱۷ ستمبر ۱۸۶۳ء و قبل ۱۶ نومبر سال مذکور] میں کہا کہ اگر یہ کسی جرم کی سزا میں ہے تو مجھے وہ جرم بتایا جائے اور اگر ایسا نہیں ہے تو میرا مرتبہ نہ گرایا جائے اور جو درجہ مجھے حاصل تھا وہ دلایا جائے ۔ [۱۹ تا ۲۲]

(۵) منٹگمری صاحب بہادر [SIR ROBERT MONTGOMERY] نے اس باب میں کوئی گفتگو نہیں کی اور ولایت چلے گئے - اب دیکھیے میکلوڈ صاحب بہادر [SIR DONALD McLEOD جو ۱۰ جنوری ۱۸۶۵ء سے لفٹنٹ گورنر ہیں] کیا رائے رکھتے ہیں اور کیا حکم دیتے ہیں - [۲۲ تا ۲۴]

(۶) یہ روداد سنا کر آنجناب سے میری استدعا یہ ہے کہ اگر اس بارے میں کسی عنایت کی گنجایش ہو تو عنایت، ورنہ ہدایت فرمائیں [کہ غالب کیا کرے] - زیادہ حد ادب - غالب داد خواہ - [۲۵ تا ۲۷ - آخر] [(بعد، ۱۰ جنوری ۱۸۶۵ء]

۲

(۱) ارسطو جاها سکندر سپاها نصیریان نصیرا حیدریان دستگیرا
میری صورت دیکھ کر ھی سمجھ گئے ھوں گے کہ غالب
کا غم جانگداز ہے۔

زینکہ دیدی بہ جحیم طلب رحم خطاست
سخنی چند ز غمہای نہانی بشنو

کہنا بہت کچھ ہے اور بہت کچھ کہے بغیر اُس درد و
غم کی صورت میں ادا ھوگا، جس کے درمان کی زندگی کو
تلاش ہے۔ [۱ تا ۷]

(۲) میرا چچا سرکار انگریزی میں صاحب جاہ و دستگاہ و ملک
و سپاہ تھا۔ جیسے سیلاب کے بعد زمین نمناک رہ جاتی ہے
اس ثروت و جاہ کے آثار میں سے میرے لئے صرف ایک آبرو
رہ گئی تھی اور بس۔ دربار گورنری میں دائیں صف میں
شائستہ نشست ملتی تھی۔ نذر میں قصیدہ گذرانتا تھا اور
اسی نذر کے مقابل، نہ کہ صلۂ مدح کے طور پر، بلکہ رئیس
زادگی کی رعایت سے، خلعت ھفت پارچہ مع جیغہ و سرپیچ
و مالائے مروارید پاتا تھا۔ گورنمنٹ کی طرف سے خلعت
نذرانہ میرے لئے معاف تھا۔ [۸ تا ۱٤]

(۳) اب دربار لاھور [سال ۱۸۶۳ء برائے وائسرائے سر
SIR JOHN LAIRD MAIR LAWRENCE] کی فرد مہر
Precedence List] مجریہ لاھور ۶ ستمبر ۱۸۶۳ء و سر
بہ دفتر کمشنر دھلی بتاریخ ۱۳ ستمبر سال مذکور]

گورنر کے دربار سے خلعت پا کر جو مجھے بارہا ملا ہے اور سلطان دہلی کی طرف سے پیراہن ملبوس خاص ملنے پر جو ایک بار از راہ مہرشاہانہ مجھے عطا ہوا تھا وہ خوشی نہ ہوئی تھی جو خدا گواہ ہے آپ کی طرف سے اس سبز و سرخ چادر کے ملنے پر ہوئی ۔ یہ شاہانہ خلعت نہیں کہ آزاد مرد اسے نگاہ میں نہ لائیں اور ارباب بصیرت اسے اپنے لئے مایۂ فخر نہ سمجھیں ۔ یہ خلعت‌خانہ آل عبا کا عطیہ ہے، اس میں ظاہر کی سرفرازی بھی ہے اور باطن کی سعادت بھی ۔ [۲ تا ۱۵]

) آج منگل کا دن، دسمبر کی چھبیس ہے ؛ آدھا دن گذرا تھا نیراعظم سمت الرأس پر پہنچا تھا کہ یہ دولت گنج باد آورد کی طرح مجھے ملی ۔ فوراً آدمی بازار بھیج کر سبز ریشم منگایا، دونوں ٹکڑوں کو اسی وقت سلوایا، آئینہ سامنے رکھا اور بصد فخر دستار سر پر باندھ کر یہ عریضہ لکھنا شروع کیا ۔ [۱۵ تا ۲۳]

) آپ نے تحریر کیا ہے کہ یہ چادر مانگے بغیر بھیجی جا رہی ہے ۔ گستاخی نہ ہو تو یہ کہوں کہ بے مانگے نہیں ملی ہے ۔ بظاہر فرمائش میں نے جواہر سنگھ سے کی تھی۔ مگر ملنے کی امید خدا سے رکھتا تھا ۔ آپ کو قرب الٰہی حاصل ہے، کچھ عجب نہیں کہ میرے دل کی مراد اظہار میں آنے سے پہلے آپ کے علم میں آگئی ہو ۔ شاعر نے کیاخوب کہا ہے :

کرد ظرف خواہش ما کوتہی قطرۂ آبی ز دریا خواستیم

والسلام بالوف الاحترام، بندۂ درگاہ اسد اللہ، ۲۶ دسمبر، ۱۸۴۸ء ۔ [۲۴ تا ۳۵]

اور چیز ہے اور تخریب اور ہم آپ کو مقرب سمجھے تھے
نہ کہ مخرب :

خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم

افسوس شاہزادے کی زمین بوسی کا ارادہ کرنا اور تم سے
وفا کی امید رکھنا ! ہم فرمانروا پرستوں میں سے عمر
اور کشور کشاؤں کے کف تیغ آزما سے اپنا رزق مقسوم
پاتے ہیں ۔ زاویہ نشینوں سے ہمارا کیا رشتہ اور متفرق
اشخاص سے ہمیں کیا پیوند ۔ یہ نہ سمجھیں کہ اس تحریر
سے میں یہ چاہتا ہوں کہ جناب تلافی کی کوشش فرمائیں،
حاشا وکلا بلکہ میرا مقصد تمامتر یہ ہے کہ یہ نہ سمجھیں
کہ غالب نہیں سمجھتا، والسلام ۔ [۱۸۲۷ء]

مولوی رجب علی خان کے نام

۱

(۱) سپاسی کزان نامہ نامی شود
سخن در گزارش گرامی شود

خدا کے حضور میں اور اس خواجہ مرتضوی تبار کی خدمت
میں بجا لاتا ہوں ۔ [۱۸۲۱]

(۲) پہلی دولت و سعادت جو مجھے حاصل ہوئی وہ یہ ہے کہ
سعادت نشان منشی جواہر سنگھ جوہر کے خط کے ساتھ حضرت
کا والا نامہ ملفوف ملا، اور دوسری نعمت وہ سنہرے حاشیے
کی بہار بداماں سبز سرخ چادر ہے، جو آپ نے بھیجی ہے

اسداللہ گم کردہ راہ کی طرف سے معروضہ بخدمت میر ولایت علی صاحب المخاطب بہ مشرف الدولہ بہادر

خدا کی لعنت ہو مجھ پر کہ میں نے شاہزادہ ماہ لقا [نصیرالدین حیدر ولیعہد شاہ اودھ؟] کے حضور زمین بوسی کی آرزو کی اور وہ بھی آپ کی وساطت سے۔ ہرچند سمجھتا ہوں کہ اہل دانش خوب جانتے ہیں کہ میرے گوہر تاباں کے فروغ میں جو ایک خداداد نور ہے اس فرو گذاشت سے جو مرتبہ ناشناسوں کی طرف سے ہوئی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، لیکن ادائے ناہنجار [میری] طبع [لطیف] کے لئے سازگار کیسے ہو؟ صرف اسی دفعہ میں شاہزادے سے نہیں ملا ہوں، بلکہ اس سے پہلے دو دفعہ اور بھی مل چکا ہوں۔ دونوں مرتبہ فوراً بلایا ہے اور دیر تک بٹھایا ہے اور عزت افزائی کی ہے، لیکن اس مرتبہ شاہزادے کا جو انداز ایسا تھا اسے ہرگز حرکت طبیعی نہیں کہہ سکتے۔ ضرور میرے پہنچنے سے پہلے یہ طے کر لیا گیا تھا کہ گھڑی بھر مجھے پاسبانوں میں بٹھایا جائے، اور جب تک شاہزادے کو صندوقچے کا نظارہ کرنے کے مشغلے میں نہ لگا لیا جائے مجھے حضور میں نہ بلایا جائے، اور جب سامنے آؤں تو صاحب عالم [ولیعہد بہادر] کسی قسم کا اظہار لطف نہ فرمائیں اور مجھے بیٹھنے کے لئے نہ کہیں۔ گویا شاہزادہ ایک ورق سادہ ہے طراحوں اور رنگ آمیزوں کے ہاتھ میں، جس پر [جیسے چاہیں] رنگ چڑھائیں اور [جس طرح کے چاہیں] نقش بنائیں۔ غرض تقریب

(۴) دوسرے یہ کہ یہ خط لالہ هیرا لال لیکر آرہے هیں جو [دہلی کے] شرفای دیار اور خوبان روزگار میں سے هیں۔ ایک عمر [بڑودے کے] حکیم کاظم علی خان کی رفاقت میں گذاری۔ پھر حب وطن کے جذبے میں دہلی [واپس] آکر بیچارگی کا شکار هوئے تو آخرکار خوش و ناخوش، گوالیار کا رخ کیا۔ ان کا خط صاف ہے اور اصول تحریر سے واقف هیں۔ اگر آپ کے لئے مفید هوں تو انہیں اپنے پاس رکھ لیں اور تحریر کا کام ان سے لیں۔ پھر اگر گنجائش هو تو کرنیل [Col. Arthur Spears ریزیڈنٹ گوالیار] صاحب والا مناقب کی سرکار کے متصدیوں میں یا کسی دوسرے افسر کی سرکار میں جگہ دلا دیں، اور اس عریضہ نگار کو ممنون احسان فرمائیں، لیکن اگر یہ دونوں صورتیں امکان پذیر نہ هوں، تو زاد راہ اور سواری عطا فرما کر انکے لئے ایسا اهتمام فرمادیں کہ گوالیار سے بڑودے جاسکیں اور اپنے قدیم مربی کے پاس پہنچ سکیں۔ یہ تینوں صورتیں جو بیان هوئیں ناممکن اور دشوار نہیں هیں۔ گوالیار میں ایک متصدی کو نوکری مل جانا یا ایک بیچارے کا بڑودے تک پہنچ جانا کوئی ایسا مشکل کام نہیں ہے کہ میں گذارش میں تکلف یا سفارش سے اجتناب کروں، خاص طور سے آپ کی خدمت میں جہاں روحانی مودت موجود اور مغائرت مفقود ہے، والسلام نامہ نگار اسد اللہ روسیاہ۔ نگاشتۂ دوم مارچ ۱۸۶۳ء بروز پنجشنبہ کہ کوکب سعد اکبر [یعنی مشتری] سے منسوب ہے۔

[۱۴ تا ۳۰]

جان جیکب (JOHN JACOB) صاحب کے نام

۱) سرور فرخندہ خو، پرسوں منگل فروری کی اٹھائیس کو آپ کی خدمت میں خط ڈاک سے بھیجا ہے - قطعات تاریخ کو بنا دیا ہے اور جہاں [مصرعے] ٹھیک تھے اسی طرح رہنے دیئے ہیں اور جو ورق آپ نے بھیجا تھا، وہی خط کے ساتھ رکھ دیا ہے - اپنے وقت پر [پہنچ جائے گا اور] آپ کی نظر سے گذرے گا - [۱ تا ۵]

۲) غزلوں پر ابھی فکر نہیں کی ہے - چند دن کے بعد ضرور دیکھوں گا - [۶،۵]

۳) یہ خط لکھنے کے خاص طور پر دو مقصد ہیں، ایک یہ کہ جو قصیدہ نواب گورنر جنرل بہادر [Lord Edward Law Ellenborough] کو اس مرتبہ [آغاز سال ۱۸۴۲ء] پیش کیا ہے اور جس کا مطلع یہ ہے :

ای برتر از سپہر بلند آستان تو
تو پاسبان ملک و ملک پاسبان تو

اس میں تین مطلعے اور چالیس شعر ہیں - مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ اس [قلمی] کلیات [فارسی] میں جو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے یہ قصیدہ بھی قصائد میں درج ہوا ہے یا نہیں - اگر ہے تو آگاہی بخشیں، ورنہ سید الاخبار دہلی سے دیوان میں نقل کرلیں - [۶ تا ۱۳]

درمانده تر ہو تو ہم جو عقل کے ایک جزو سے زیادہ کے سالک نہیں 'عقل آفرین' کو جاننے میں عاجزو درمانده کیوں نہ ہوں؟ [۱ تا ۹]

(۲) اس سے زیادہ کیا ہوسکتا ہے کہ خدا کو خالق مانیں اور عقل کو خلقت میں کلام کے ساتھ جو عقل کی جلوہ گاہ کا پر تو ہی ہوسکتا ہے ہمدم و ہمراز جانیں ۔ جوہر عقل کو ترازوئے سخن میں تولیں اور سخن کی نواپردازی معیار عقل کے مطابق کریں ۔ زبان و بیان ہو یا علم و حکمت، سب پرتوایزدی اور عطیۂالہی ہے ۔ [۹ تا ۱۳]

(۳) اسکے ساتھ معلم سے اکتساب علم اور راہ سخن کا راہ شناس کی پیروی میں طے کرنا ضروری ہے ۔ [۱۳ تا ۱۴]

(۴) دیکھنا اے ندیم، برادر زادۂ نامور روشندل روشن گہر میرزا علاؤالدین خان بہادر نے خرد خداداد کی روشنی میں میری رهنمائی سے راہ سخن طے کی ہے اور میرے بڑھاپے میں میری جگہ مجھ سے لی ہے ۔ اب جس طرح قربت و قرابت میں وہ میری چشم جہاں بیں کی پتلی ہے ہنرمندی و فرزانگی کی مسند پر میرا جانشین ہے [۱۵ تا ۱۹]

(۵) [الہی] آئین گفتار اس نوجوان کی قوت فکر سے دائم و قائم رہے اور میرے [فن سخن کے] دوستدار اسکے دلداده و گرویدہ رهیں ۱۲ غالب [۱۹ تا ۲۱ آخر] [(قبل از ۱۵ اکتوبر) ۱۸۶۱ء]

مجھ سے لے لیا، جیسا کہ اہل ہند کا قول ہے :

داتا کے تین گن، دے نہ دے، دے کے چھین لے۔[۱تا۱۱]

(۲) القصہ ایک غزل اسی زمین میں میرے مطبوعہ دیوان [دیوان فارسی، مطبوعہ مطبع دارالسلام دھلی، ۱۸۴۵ء] میں ہے، جو میں نے کلکتے میں [۱۸۲۷ء اور ۱۸۲۹ء کے درمیان] کہی تھی۔ اسکی نقل خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ بھائی صاحب کی نظر غلط نگر، کے حضور میں پیش کرنا۔ غزل

سوخت جگر تا کجا رنج چکیدن دہیم الخ[۱۲تا۳۴]

[پوری غزل اصل خط میں ص۱۳۶ پر دیکھیں]

[۱۸۶۱ء]

(۱) علوم کاملہ اور افکار بالغہ کو خدائے بزرگ و برتر کے حریم میں، جو رسائی سے باہر ہے، بار حاصل نہیں، اور اس قدر آگہی کے سوا کہ 'ہمہ از وست، یا 'ہمہ اوست، کسی اہل علم و بصیرت کے لئے ادراک و شہود کا دروازہ نہیں کھولا گیا۔ عقل جو مخلوق اول ہے چاہئے کہ، ہمہ‌داں، اور، ہمہ بیں، ہو۔ یقیناً جو کچھ عقل کے بعد معرض وجود میں آیا ہو یا آئے گا یہ ذی استعداد فرشتہ اُسکی ماہیت بتا سکتا ہے۔ کلام اس میں ہے کہ اُس ہست و بود کو وہ کس طرح پہچان سکتا ہے، جو اُسکے وجود سے بھی پہلے سے ہے۔ جب عقل بھی عاجز اور [اس عجز میں] ہم سے بھی

نواب علاؤالدین احمد خان بہادر علائی کے نام

(۱)

(۱) جانشین غالب کو غالب کی دعا پہنچے ۔ تمھارا خط اور
بھائی صاحب [نواب امین الدین احمد خاں] کا پیغام پہنچا ۔
ارے کتنا بیدرد اور بدگمان انسان ہے کہ اسے میری بات
کا یقین نہیں آتا اور سمجھتا ہے کہ مجھ میں طاقت گفتار
باقی ہے ۔

خر و خرس نہیں، آدمزاد ہے؛ جاھل نہیں، عالم ہے؛
طفل نادان نہیں، جوان ہے ۔ خدا اسے [سلامت رکھے اور]
بڑھاپا دکھائے ۔ جس کے پاؤں نہیں، کیونکر چلے ۔ جس کے
ھاتھ نہیں، کام کس طرح کرے ۔ جس کا نہ دل رھا نہ دماغ،
شعر کیونکر کہے ۔ کہے گا کہ دل کیسے نہیں، دماغ کیسے
نہیں، [دونوں موجود ھیں] ۔ ارے ظالم کافرمنش، دل ہے
مگر افسردہ؛ دماغ ہے مگر پژمردہ ۔ جس نے میرے پیکر
وجود میں دل و دماغ ودیعت کیا ہے، قوت فکر اور روشنی
طبع اور ذوق سخن سرائی، اسلوب قافیہ پیمائی یہ سب کچھ

کے ہاتھوں لٹے ہیں، کس سے داد رسی چاہیں اور کس سے جا کر داد خواہی کریں؟ غالب فلک زدہ نے حد ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک غزل میں اس انداز سے فریاد کی ہے :

سپہر را تو بتاراج ما گماشتۂ
نہ ہرچہ دزد ز ما برد در خزانۂ تست

[۱۱ تا ۲۲]

۹) صبر سے کام لیں ۔ ایسی دوا کھائیں جو مقوی دماغ ہو اور ایسا سرمہ استعمال کریں جو آنکھوں کی دھند دور کرے ۔ فکرمند نہ ہوں ۔ غم کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ۔ یہ ظاہری اور باطنی قوتیں ہم نے رقم دے کر نہیں خریدی ہیں؛ ہمیں مفت دی گئی ہیں ۔ واپس لے لیں تو ظلم نہیں ہے ۔ [۲۳ تا ۲۶]

۱۰) از اسد اللہ، نگاشتۂ یک شنبہ ۱۹ دسمبر، ۱۸۵۲ء ۔ [۲۶،۲۷]

گوشے میں آفتاب کی روشنی پھیلی ہوئی ہے - [۱ تا ۳]

(۲) میں نے دل میں کہا ایسے اچھے وقت کس سے بات کی جائے۔ دفعۃً دل میں آیا کول (علی گڑھ) میں تیرا عزیز ہوا تر [حقیر] اور اسی شہر میں ایک یار مہر گستر ہے [تفتہ]۔ کیوں نہ صریر خامہ ان دو عزیزان روشن گہر کے گوش حق نیوش تک پہنچائی جائے اور قلم کی نی بے نوا کی زبان سے ان سے باتیں کی جائیں - میں نے کہا جواب کہاں سے ملے گا - کہا گیا دو تین دن گوش برآواز رہنا، پھر جواب سننا - [٤ تا ۸]

(۳) ایک دو ورقے کے دو کاغذ الگ الگ کئے - ایک کاغذ پر تمھارے نام اور دوسرے پر [مرزا ہر گوپال] تفتہ کے نام نامی کو عنوان قرار دے کر خط لکھا اور ڈاک میں بھیج دیا - اللہ اللہ للجنون فنون - [۸ تا ۱۱]

(۴) یہ معلوم ہو کر دل کے رنج و غم میں اضافہ ہوا کہ اس برادر والا قدر کو کمی بصارت لاحق ہوئی - [کارکنان قضا و قدر] جنھوں نے جمشید سے جام اور سلیمان سے خاتم چھین لی اس کام میں چابک دست ہیں - جب تک رہزنی اور غارتگری نہ کر لیں چین سے نہیں بیٹھتے - ہمارے قافلۂ سروسامان یہی ہے: سننا، دیکھنا، بولنا اور چلنا پھرنا - لوٹنے والے کیوں نہ لوٹیں ، ایک سامعہ سے محروم تھے، اب ہمنشیں کیا بات کرے! ایک باصرہ کے ہاتھوں پریشان ہیں کہ کون آ رہا ہے، کیسے دیکھیے - کوئی پاؤں سے معذور ہو گیا اور کسی کی طاقت رفتار جواب دے گئی - ہم زمانہ

کیا، بلکہ یہ بھی فرمایا کہ لڑکے کی ایسی قابلیت ہے تو اسے بلاتے کیوں نہیں۔ [۵ تا ۱۲]

۲) [رائے عالی پر] مخفی نہ رہے کہ اقبال نشان جواہر سنگھ علم سے بہرہ مند ہے۔ سخن شناسی کا سلیقہ مجھ سے سیکھا ہے، اور جیسا رائے جی کا بیٹا ہے میرا بھی نور نظر ہے۔ [اکثر ملاقات رہتی ہے اور] میں اس سے مل کر خوش ہوتا ہوں۔ ہرچند مجھے اس کی جدائی گوارا نہ تھی، لیکن چونکہ رائے جی نے اس طرح کا ذکر کیا، اس لئے اس کی ناموری اور توانگری کی امید میں اسے رخصت کر کے خوش ہوں اپنے سے بہتر کے سپرد کر رہا ہوں اور اس میں اس کی بھی بہتری ہے اور میری بھی۔ غرض اس موقع پر آپ کے حسن اخلاق کی سپاسگزاری میں رائے جی کا ہم زبان ہوں اور نور چشم منشی جواہر سنگھ کی کامیابی کی صورت میں اُن کا شریک غالب۔ اس باب میں زیادہ عرض کرنے کی حاجت نہیں۔ آفتاب کو تابانی اور دریا کو روانی کون سکھائے گا ع کہ خواجہ خود روش بندۂ پروری داند۔ و السلام بالوف الاحترام۔ [۱۲ تا ۲۲ آخر ۱۸۵۶ء]

منشی نبی بخش [حقیر] مرحوم کے نام

۱ صبح کا وقت ہے۔ ایوان کے پردے گرے ہیں۔ انگیٹھی میں آگ روشن ہے اور میں انگیٹھی کے پاس بیٹھا ہاتھ تاپ رہا ہوں۔ مشرق کی سمت کا پردہ اٹھا ہوا ہے اور اس

مجھ سے آزردہ ہیں تو میری خطا بخش دیں، میری تقصیر
معاف کر دیں اور تشریف لائیں کہ خاص اس معاملے میں
بہت سی باتیں کرنی ہیں - [۱۰ تا ۱۵]

(۴) زیادہ کیا لکھوں - اسد اللہ [۱۵]

(۵) اقبال نشان جواہر سنگھ کو دعا پہنچے - انہیں والد بزرگوار
کے حضور میری شفاعت کرنی چاہئے [۱۵ تا ۱۷ آخر]
[۱۸۵۶ء]

محمد فضل اللہ خان دیوان راج الور کے نام
جواہر سنگھ کی سفارش کا خط

(۱) مخلص نوازا! غمگسارا! اس دفعہ مشفقی رائے چھجمل کا
دہلی آنا ہوا اور عریضہ نگار کے زندان گمنامی میں تشریف
لائے تو ادھر ادھر کی باتوں کے بعد بڑی سپاسگزاری کے
ساتھ آپ کے حسن اخلاق کا دیر تک ذکر کرتے رہے - میرے
خیال کی تائید ہوئی اور مجھے اپنے دعوے کی ایک اور دلیل
مل گئی - [۱ تا ۵]

(۲) رائے جی کہتے تھے کہ روح پیکر مروت محمد فضل اللہ خاں
میرا بہت خیال کرتے ہیں اور مجھ پر کرم کی نظر رکھتے
ہیں - ان کی آرزومندنوازی اور کارسازی سے توقع وابستہ
کرکے جواہر سنگھ کو ساتھ لے جارہا ہوں - میں نے کہا کہ تم
سے پوچھ کر ایسا کرنا چاہئے تھا - کہنے لگے ایک دن میرے
بیٹے کی تحریر جو میرے نام تھی انھوں نے ملاحظہ کی تھی
اس کے طرز تحریر اور قابلیت کی نسبت پسندیدگی کا اظہار

بنام رائے چھجمل کھتری

(۱) مہاراج، مجھ جیسے کے ساتھ کہ میرا محبت کے سوا کوئی کیش نہیں، عتاب کا انداز کیوں اور غصہ کس لئے ؟ کہلا بھیجا ہے کہ میں الور جا رہا ہوں اور پھر رخصتی ملاقات کو نہیں آئے ! لاحول ولا قوۃ الا باللہ [۱ تا ۴]

(۲) سنو کل دن ڈھلے جیسا کہ میرا معمول ہے نواب امین الدین خان کے گھر جا رہا تھا، راستے میں خواجہ رحمت [علی] صاحب مل گئے - چونکہ مدتوں پہلے میر خیراتی [میر محمد حسین عرف میر خیراتی] صاحب خواجہ صاحب سے میری ملاقات کرا چکے ہیں، آپس میں سلام علیک ہوئی - [راستے میں] تھوڑی دیر کھڑے ہو کر ایک دوسرے کی مزاج پرسی کی اور میں نے [محمد فضل اللہ خان] دیوان [راج الور] اور راجہ [انی سنگھ، مہاراجہ الور] کا حال پوچھا - انھوں نے بتایا کہ ایک معمولی سی رنجش ہو گئی تھی، اب دور ہو گئی ہے - میں نے پوچھا اب کیا صورت ہے؟ انھوں نے کہا اب سب کچھ ٹھیک ہے، راجہ خوش ہیں - یہاں تک خواجہ رحمت کی کہی ہوئی بات تھی - [۴ تا ۹] -

(۳) اب میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ ہرگز خیال نہ کرنا کہ یہ تحریر مناظرانہ ہے اور میں اپنے خیال کو ثابت کرنے کے لئے دلیل دے رہا ہوں، بلکہ صرف اطلاع دینا مقصود ہے - میں نے نہیں چاہا کہ جو بات میری معلومات میں آئی ہے وہ تمھارے لئے مجہول رہے - برائے خدا اگر بالفرض

مجھے ملا ہے ۔ در اصل میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ
مجھے کیا لکھنا چاہئیے اور اس مجموعے کا کیا کروں ۔ اگر
دیباچہ یا تقریظ در کار تھی تو جو لکھوانا تھا ان اوراق
میں لکھ دیتے اور مجھے بھیج دیتے ۔ میں دیکھ لیتا اور اس
کے مناسب نثر لکھ دیتا ۔ تم نے ایسا نہیں کیا تو اب یہ
کام کرو کہ مجھے لکھ بھیجو کہ میں کیا لکھوں ۔ سیدی
و مولائی [سید رجب علی خان بہادر] کی انجمن میں باریاب
ہو تو میری طرف سے کورنش اور تسلیم عرض کرنا ۔

(۳) از اسداللہ، نگاشتہ پنجشنبہ ۱۳ اگست ۱۸۴۹ء [۸ تا ۱۶ آخر
فوائت : اس مکتوب الیہ کے نام کے خط شمارہ(۳) عبارت ۸
میں ذیل کی توضیحات بہ ترتیب درج ہونے سے رہ گئی ہیں
شاہزادہ شاہرخ [میرزا محمد شاہرخ پسر بہادر شاہ ظفر
مدارالمہام و مختار عام بادشاہ]

وہیں انتقال ہوا [روز چہار شنبہ، ۵ جمادی الاول ۱۲۶۳
مطابق ۲۱ اپریل ۱۸۴۷ء] شہر [دہلی]

کلاری باغ [کلالی باغ، جو شہر دہلی کے باہر مسجد
رسول نما سے دو سو قدم جنوب میں واقع ہے ۔]
شاہزادے کی والدہ [ذکیۃ النساء بیگم بنت شاہزادہ
سلیمان شکوہ]

[تاریخ تحریر : خط ۱ : [۱۲۶۱/۱۸۴۵ء]، خط ۲ : [۱۸۴۵
خط ۳ : [چہار شنبہ ۹ ذی الحجہ ۱۲۶۶/۲۳ اکتوبر ۱۸۵۰
خط ۶ : [۱۶ ربیع الثانی ۱۲۶۶/۱ مارچ ۱۸۵۰ء]

ہے کہ تم پوری طرح اس کے لئے آمادہ رہو کہ وہاں جا کر نوکری کرنی ہے ۔ گوش بر آواز رہو کہ تمہیں کب بلاتا ہوں ۔ عاقلان را اشارۂ کا فیست [غالب نے یہاں عربی مقولہ لکھا ہے : العاقل تکفیہ الاشارہ۔] [٦ تا ١٢ آخر] (فارسی خط میں سطور کی شمارہ بندی میں ۵ کے بجائے ۲۰ اور ۱۰ کے بجائے ۲۵ غلط چھپا ہے) ۔

[(بعد از ۲۷ اپریل ۱۸۳۷ء)]

۱۳

(۱) کامگار سعادت آثار اقبال نشان منشی جوہر سنگھ جوہر کو دعا پہنچے اور جان لیں کہ میں ہمیشہ دعا گو ہوں ۔ [۱،۲]

(۲) تمہارے خط جو رای چھجمل کے نام آتے ہیں برابر دیکھتا ہوں اور تمہاری خیر و عافیت اور سلامتی پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں ۔ [۱ تا ۳]

(۳) کل شام کے وقت قرۃالعین ہیرا سنگھ تمہارا خط جو تمہارے والد کے نام تھا، لیکر آیا ۔ میں نے خط پڑھا اور دیکھا کہ تمہاری صریر خامہ میری شکوہ سنج ہے ۔ میری جان: کوئی خط تمہارا ایسا نہیں رہا جس کا میں نے جواب نہ دیا ہو اور تم لکھتے ہو کہ میں نے خط لکھے اور فلاں شخص نے جواب نہیں دیا ۔ تمہیں بتاؤ کہ جو خط آئے ہی نہ ہوں اُن کا جواب کیسے دیا جائے ۔ [۴ تا ۸]

(۴) ہاں وہ مجموعہ جس کے پہنچنے کی میں نے اطلاع نہیں دی

که خط میں اپنا حال تفصیل سے لکھو - یه بھی لکھو
که قرض کا مقدمه اور دوسری ادھر آدھر کی نالشیں
ختم ہوئیں یا ابھی اس ہنگامے کا سلسله کچھ باقی ہے
والدعاء از اسدالله، رواں داشته روز شنبه، ۶ مئی ۱۸۵۴ء

۱۲

(۱) اسد الله کی دعا پہنچے - باوجود اسکے که مجھے تم نے
بھلا دیا ہے، تم برابر یاد آتے ہو - [۲،۱]

(۲) تمہارے خط جو رائے [چھجمل] جی کے نام آتے ہیں اُن سے
مترشح ہوتا ہے که تمہارا اراده تجارت کا ہے - ایسا
نه ہو نفع کی ہوس میں سرمایه بھی گنوا بیٹھو - مجھے
تمہارا یه خیال ٹھیک نہیں معلوم ہوتا - میں تمہیں اس
سے روکتا ہوں - نوکری کی کوشش کرو اور کسی
ولینعمت کا دامن پکڑو تاکه زندگی میں کامیاب ہو سکو
خواه مخواه وقت ضائع نه کرو [۲ تا ۶]

(۳) لکھنؤ کا حال تم سے مخفی نہیں ہے، شروع میں اگرچه امجدعلی شاه
کے مر جانے سے مجھے مایوسی ہوگئی تھی، لیکن پھر صورت
حال سازگار ہوگئی ہے،اور معلوم ہوا ہے که [اعتقادالدوله]
نو روز علی خان کی رسائی نئے بادشاه [واجد علی شاه]
تک اس سے بھی زیاده ہے جتنی سابق بادشاه تک تھی
[نو روز علی خان] نے مجھے لکھا ہے که میں فرمان
طلب جلد بھجواؤنگا - غرض (اس لکھنے سے) مدعا یه

۱۱

(۱) میری جان، اس موقع پر پریشانی حد سے زیادہ تھی اور دل [تمھارا] حال معلوم کرنے کے لئے بیچین تھا۔ هیرا سنگھ نے تمھارا خط، جو اسکے نام آیا تھا، مجھے لاکر دکھایا۔ معلوم ہوا کہ تم پیشور پہنچ گئے ہو، اور شہر کی آب و ہوا موافق آئی ہے۔ خدا تندرست رکھے اور پہلے سے بہتر کام اور برتر عہدہ دلائے۔ [۱ تا ۵]

(۲) دیوان [زین العابدین خان] عارف رای [چھجمل] صاحب کو دیدیا گیا۔ والا جاہ ضیاء الدین [احمد] خان [نیر رخشان] نے قیمت طلب نہیں کی ہے۔ جب طلب کرینگے دے دی جائیگی۔ ایسی کیا جلدی ہے۔ اگر میں سمجھتا کہ جلد ادائگی کرنی ہے، تو تمھارے کہنے کی تعمیل کرتا اور اور گیارہ روپے [اُنھیں] بھیج دیتا۔ کوئی تقاضا [اُدھر سے] نہیں ہے، تو جلدی کیا ہے۔ [۵ تا ۹]

(۳) تمھارے گھر کے لوگ یہیں ہیں؛ امروہے نہیں گئے ہیں۔ هیرا سنگھ کہتا تھا ہر طرح خیر و عافیت ہے۔ [۱۰، ۱۱]

هیرا سنگھ کی بیوی کے مرنے کی خبر تمھیں پہنچ چکی ہوگی۔ ہائے جوان موت، بلکہ کہنا چاہئے بچین کی موت۔ هیرا سنگھ تنہا رہ گیا۔ میں دیکھتا ہوں بہت اداس ہے۔ [۱۱ تا ۱۳]

(۵) تم سے اس خط کا جواب جلد چاہتا ہوں، اور چاہتا ہوں

مجھے پہلے سے معلوم ہے ؛ اس لئے کہ تم نے [یہاں
غالب نے ''عزیز تراز جاں،، کہکر مخاطب کیا ہے]
مجھے بتکرار لکھا ہے۔ خدا [تمھیں] اپنی حفظ و امان
میں رکھے ۔[۲ تا ٤]

(۳) هیراسنگھ عارف [زین العابدین خاں] مرحوم کا دیوان
اسی طرح جیسے مہرنمیروز بھیجی تھی بھیج رہا ہے
اپنے وقت پر پہنچ جائے گا ۔ [٤ تا ٦]

(۴) مولوی رجب علی خاں دو دفعہ دہلی آئے تھے ۔ پہلی
دفعہ آئے، چند روز آرام کر کے جودھ پور، جہاں
[اُن دنوں] راجستھان کے صاحب ایجنٹ بہادر [کرنل
هنری لارنس] تھے چلے گئے ۔ پھر واپس ہوئے تو پھر
دہلی آئے اور چند روز یہاں قیام کر کے وطن [جگراؤں]
واپس گئے ۔ یہ کسی کو نہیں معلوم ہوا کہ کیوں
گئے تھے اور کیسے واپس آئے؟ انکے بڑے بیٹے [موبود
سید شریف حسن خاں] راجستھان کے ایجنٹ کی سرشتہ‌داری
میں ملازم ہیں؛ یقیناً اُن سے ملنے گئے ہونگے ۔ اپنے
چھوٹے بیٹے [مولوی شریف حسین خاں] اور اپنے چھوٹے
بھائی [سید رستم علی خاں] کو پہلی دفعہ [ادھر سے
گزرتے ہوئے] ساتھ لے گئے تھے؛ واپسی میں وہ دونوں
ساتھ نہیں تھے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب ایجنٹ
بہادر کے پاس چھوڑ آئےہونگے، تا کہ انہیں کسی کام
پرلگادیں ۔ [٦ تا ١٥]

(۵) آرزوئے دیدار کے سوا اور کیا لکھوں۔ از اسداللہ، نگاشتۂ
روز شنبہ، ۱۲ مئی ۱۸۵۵ء ۔

۹

(۱) نور دیدہ و سرور سینۂ غالب منشی جواہر سنگھ عمر و دولت میں کامگار رہیں۔ خط پہنچا، لنگی پہنچی، غزل پہنچی۔ خط سے تمھاری خیر و عافیت معلوم ہوئی اور معلوم ہوا کہ مہر نیمروز تمھیں مل گئی ہے۔ یقیناً خط کے آنے کی خوشی ہوئی، چوما اور آنکھوں سے لگایا، لیکن لنگی اور غزل کی بات یہ ہے کہ دونوں کا ہونا نہ ہونا برابر ہے ۔ لنگی مجھے اس لئے درکار ہے کہ سر پر باندھوں تم خود ہی انصاف کرو کہ کیا یہ لنگی سر پر باندھی جاسکتی ہے! بارے بے مصرف بھی نہیں ہے! گرمیوں میں رات کو بستر کی چادر، اور جاڑوں میں دن کو حمام کی لنگی بن سکتی ہے؛ دستار نہ بن سکے نہ سہی ۔ اسی طرح غزل بھی مہمل ہے ۔ لنگی دوبارہ بھیجو اور غزل دوسری کہو، والدعاء ۔ از اسداللہ، نگاشتۂ شنبہ ۲۰ مارچ ۱۸۵۸ء ۔

۱۰

(۱) سعادت و اقبال نشان منشی جواہر سنگھ عمرو دولت میں کامگار رہیں ۔ خط باعث مسرت ہوا [۲۰۱]

(۲) آب و ہوا کا خراب اور پہاڑی لوگوں کا بد خو ہونا

جیسا کہ مولانا نے لکھا ہے [موصوف نے] دو چادریں دی ہیں؛ تم نے فی الحال ایک بھیجی ہے، دوسری رکھ چھوڑی ہے کہ چند دن کے بعد اپنی طرف سے بھیجو اور میری فرمائش پوری کرنے سے بچ جاؤ۔ [۱۵ تا ۱۶]

(۵) اس لطیفے کے بعد جو از راہ محبت و مسرت ہے یہ بات کہنی ہے کہ تمہارے خط میں تھا کہ لنگی کا پارسل آج بھیجا ہے اور یہ بات ۳۱ دسمبر کی تھی، لیکن آج دسمبر کی تیئیس ہوگئی، پارسل مجھے نہیں ملا۔ تم نے لکھا ہے پندرہ دن کے اندر مل جائے گا۔ یا الٰہی انگریزی ڈاک کو کیا ہوگیا ہے کہ لاہور سے دہلی دو ہفتے میں پہنچے گی! کیا یہ چھ مہینے کی مسافت ہے؟ مظفرالدولہ سیف الدین حیدر خاں، نواب حسین مرزا (یعنی معین الدولہ ذوالفقار الدین حیدر خاں ذوالفقار جنگ) کے بڑے بھائی نے لکھنؤ سے ایک کتاب کا پارسل بھیجا ہے، تین دن میں لکھنؤ سے دہلی پہنچ گیا ہے۔ [دہلی سے] ان دو بڑے مقامات، لاہور اور لکھنؤ کی مسافت برابر ہے۔ خدا کی پناہ اگر وہ چادر کسی منزل بہ منزل پیادہ جانے والے مسافر کو دی ہوتی تو کیا ہوتا۔ لامحالہ دسمبر ۱۸۴۹ یعنی آئندہ سال جاڑوں میں پہنچتی۔ [اس مقام پر اصل متن میں 'برسد' ہے، لیکن قرینے سے ظاہر ہے کہ 'میرسید' تھا جو غلطی سے 'برسد' لکھا گیا]۔ بہر حال یہ مسئلہ جواب چاہتا ہے۔ [۱۷ تا ۲۶]

(۶) تمہارے والدین، تمہارا بھائی اور تمہارے متعلقین سب بخیر و عافیت ہیں۔ از اسد اللہ، مرسلہ شنبہ، ۲۳ دسمبر ۱۸۴۸ء

۸

(۱) اقبال نشانا، تمھارا ۱۳ دسمبر کا لکھا ھوا خط ملا ، دل خوش ھوا اور اس خط میں مولانا [سید رجب علی خاں بہادر] کا خط دیکھکر خوشی اور بھی بڑھ گئی ۔ معلوم ھوا کہ مولانا نے کوئی ھدیہ بھیجا ھے ۔ میرے لئے یہ ھدیہ بخشش ایزدی اور توقیع سرفرازی ھے ۔ [۱ تا ٤]

(۲) لوگ شاھوں اور شہزادوں کے آگے زمین بوس ھوتے ھیں، اور اُن سے خلعت پاکر ھزار فخر کرتے ھیں؛ میں جو بندۂ علی بن ابیطالب علیہ الصلواۃ و السلام ھوں مجھے اُنکی اولاد میں سے ایک منتخب ھستی کی طرف سے عطیہ ملے تو اپنے اوپر ناز کیوں نہ کروں؟ [٤ تا ۸]

(۳) مولانا کے خط کا جواب ابھی میں نے نہیں لکھا ھے ۔ چاھتا ھوں کہ میرے لئے یہ سامان فخر و ناز مجھ تک پہنچے تو جواب میں سپاسگزاری کا اظہار کروں ۔ [۸ تا ۱۰]

(٤) اور ھاں [جوھر] عزیز تر از جان یہ کیا معاملہ ھے کہ حضرت [مولانا] دو چادریں یعنی دو لنگیاں لکھتے ھیں اور تم ایک بتارہے ھوا خط چونکہ خود حضرت مولانا نے لکھا ھے، یہ سہو کاتب بھی نہیں ھو سکتا ۔ یقیناً

گراں بہا عطیہ، یعنی دستار کا کپڑا مجھے ملا ۔ خط اس
کے ساتھ نہ تھا ۔ ڈاک کے ہرکارے نے بھی مجھ سے
کچھ نہیں مانگا ۔ عنوان پر پوسٹ پیڈ لکھا تھا، لیکن
چونکہ میں جانتا تھا اس میں کیا ہے ، لانے والے کو
انعام دے دیا ۔ پارسل کھولا ۔ کپڑا دیکھکر جامے
میں پھولا نہ سمایا ۔ اسی وقت کپڑے کے دونوں
ٹکڑے جوڑ کر سر پر دستار باندھی ۔ [۳ تا ۹]

(۳) مگر بھئی یہ کپڑا مجھے اس لئے چاہئے ہے کہ سر پر
باندھوں اور دستار ہر سر نکلوں ۔ دھلی والوں کی طرح
[رومال سموسہ بنا کر] شانوں پر نہیں ڈالتا ۔ بارے مولانا کا
جواب اور عطیے کا سپاس لکھکر اور اسی ورقے میں
تمھارے نام کا خط رکھکر حضرت مخدوم [مولانا
رجب علی خان بہادر] کی خدمت میں بھیج رہا ہوں
[۹ تا ۱۳]

(۴) [اپنے بھانجے، مرزا] عباس بیگ [کی نوکری] کا
تمھارے خط سے معلوم کرکے خوشی ہوئی ۔ یہ حضرت
مولانا کی سرپرستی کی بدولت ہے ۔ خدا اس عالی نسب
مخدوم کو سلامت باکرامت رکھے ۔ [۱۳ تا ۱۵]

(۵) اب تمیں لکھتا ہوں کہ تمھارے ہاں سب خیریت
ہیں ۔ کنبھ لگن میں [یعنی یکشنبہ، ۱۱ فروری ۱۸۴۹
مطابق ۱۷ ربیع الاول ۱۲۶۵ھ و ۴ پھاگن سمت ۱۹۰۵
[تمھارے چھوٹے بھائی] ھیرا سنگھ کی شادی ہو
اسد اللہ، ۲۶ دسمبر ۱۸۴۸ء روز سہ شنبہ [۱۳ تا ۱۸]

رقم یا قیمتی زرتار لنگی نہ بھیجنا؛ خدا کی قسم میں نہیں لوں گا - [۱۵ تا ۱۹]

(۴) انگریزوں کی فتح اُس جماعت کے ہواخواہوں کو مبارک ہو، اور سکھوں کی شکست کا غم ہنگامہ پسندوں کو - میں ان دونوں گروہوں میں سے کسی میں نہیں ہوں - بارے تم نے مجھ پر کرم کیا کہ یہ خبر لکھ بھیجی - انگریزوں کے بارے میں بے بنیاد خبریں سنانے والوں کو یقین نہیں آتا تھا؛ اب تمھاری تحریر سے میں نے اُن کے منہ بند کر دئے - [۱۹ تا ۲۳]

(۵) پندرہ شعر میں نے بنا دئے، تین قلم زد کردئے؛ بارہ رکھے - آخری شعر کو مقطع بنا دیا اور اس کے مصرع ثانی کا انداز بدل دیا - پہلے مصرعے میں 'شب و روز' اور دوسرے مصرعے میں 'مہر و ماہ' محسنات کلام میں سے ہے - اسداللہ، نگاشتۂ شب جمعہ، صبح کو مارچ کی دوسری ہے، والدعا - [۲۳ تا ۲۷]

۷

(۱) سعادت و اقبال نشانا جانا، تمھارا خط اور اُس میں ملفوف مولانا [سید رجب علی خان بہادر] کا عطوفت نامہ مجھے ملا، اور اب عطیے کا امیدوار ہوں - [تمھارے اِس خط کا جواب لکھکر میں نے تمھیں بیرنگ بھیجا ہے - [۱ تا ۲]

(۲) آج منگل کا دن، دسمبر کی چھبیسویں تاریخ ہے - وہ

(۲) لنگی [دستار] کا کپڑا تم نے ڈاکخانے کے ذریعے
بھیجا تھا ۔ رائے جی کے آنے پر ڈاک سے
آن سے مجھے ملا ۔ چونکہ میرے ڈھب کا
واپس کر دیا، یعنی تمہارے والد کو لوٹا
اس بارے میں فکر نہ کرنا ۔ میں نہ رقم
نہ لنگی ۔ میرے حکم کی تعمیل کرنا اور
لکھتا ہوں ہرگز اس کے خلاف نہ کرنا، یعنی نظر
رکھنا کہ جب ملتان کا راستہ کھلے اور
لنگیاں لاہور آئیں، تو ایک لنگی خرید کر مجھے
ایسی جیسی میں لکھتا ہوں، لیکن جلدی
جب بھی عمدہ میری پسند کی اور ارزاں ملے، اس
لے کر بھیجنا ۔ یہ لنگی ایسی ہو کہ ریشم اور
کے تار اس کی بناوٹ میں قطعاً نہ ہوں، نہ
نہ بانے میں فقط 'ریسمان' [= فارسی 'نخ'] کی
ہو جسے ہند کی زبان میں سوت کہتے ہیں ۔
یا نیلے ہوں اور کپڑا باریک دھاریوں کا، کالی
یا زرد دھاریوں کا، باریک بناوٹ کا نرم اور
ہو، غرض ایسے نمونے کا کپڑا ہو جیسا
اور قلندر منش لوگوں کو زیب دیتا ہے [۵ تا ۱۵]

(۳) اس وقت میرے پاس مولانا [سید رجب علی] کی عطا
دو لنگیوں میں سے ایک اور ایک حضرت کالے صاحب
[حاجی غلام نصیر الدین] کی بخشیدہ ہے ۔ یہ دونوں
استعمال میں ہیں؛ سر پر باندھتا ہوں ۔ مولانا
عطا کردہ لنگیوں میں سے ایک، میں نے یوں کہہ
'زرین طیلسان' میں نے اپنے گھر میں دیدی ہے ۔ دیکھو

(۹) اچھا اب میں نے جو یہ خبریں لکھی ہیں تو اس عزیز سعادت آئین سے مکافات بالمثل کا طالب ہوں، یعنی خبروں کے عوض خبریں - [۳۷ ، ۳۸]

(۱۰) اول میرے مخدوم [سید رجب علی] کی خیروعافیت لکھو، اور یہ لکھو کہ اس خط کے ملاحظے کے بعد انہوں نے دعا و سلام کے طور پر کیا ارشاد فرمایا ۔ پھر یہ بتاؤ کہ تم کیسے ہو اور آنے کے بارے میں، جیسا کہ میرا خیال ہے، کیا ارادہ ہے ۔ تیسرے اس علاقے [پنجاب، ملتان] کی کچھ کیفیت بھی تحریر کرو کہ مولراج کے بارے میں کیا حکم ہوا ہے اور [راجہ شیر سنگھ اور [راجہ کے باپ] چترسنگھ کے لئے کیا کر رہے ہیں، نیز یہ کہ افاغنہ [سرحدی افغانوں] کے غلبے کا کیا مداوا کریں گے، والدعاء اسداللہ،

نگاشتہ سہ شنبہ، ۲۰ فروری ۱۸۴۹ء، جواب طلب ۔ [۳۹ تا ۴۵]

۶

(۱) سعادت نشانا، ۲۰ فروری کا تحریر کردہ خط اور ۲۵ فروری کا لکھا ہوا خط یک بعد دیگرے ملے، پہلا رانے چھجمل کی امروہے سے واپسی سے پہلے اور دوسرا ان کے آنے کے دو دن بعد ۔ میں نے پہلا خط بھی رکھ چھوڑا تھا، اب دونوں خط رانے جی کو دکھائے ۔ انہوں نے پڑھکر خدا کا شکر ادا کیا کہ تم بخیر و عافیت ہو ۔ [۱ تا ۵]

(۶) میر احمد حسین جو فن سخن میں تمھارے رفیق
شاگرد غالب] ہیں اور میکش تخلص
لکھنؤ گئے ہوئے ہیں۔ ہر خط میں، جو مجھے لکھتے ہیں
تمھارے نام سلام ضرور ہوتا ہے۔ [۲٤، ۲۵]

(۷) غیاث الدولہ حکیم رضی الدین حسین خاں بہادر
ہر شنبے کو تشریف نہیں لاتے، کبھی آ جاتے ہیں
کبھی نہیں۔ تمھیں پوچھتے ہیں تو تمھارا سلام کہہ
دیتا ہوں۔ نقل مکان کی وجہ سے وہ بزم نہ رہی اور
مجمع احباب منتشر ہو گیا۔ [۲۶ تا ۲۹]

(۸) تم نے سنا ہو گا کہ [شہزادہ شاہرخ کے برادر حقیقی
شہزادہ [میراں شاہ] دارا بخت ولیعہد بہادر شاہ کا انتقال
ہوگیا جو [ذکیۃالنساء بیگم بنت مرزا سلیمان شکوہ کے
بطن سے تھے] ۔ اب بادشاہ دہلی چاہتے ہیں کہ
سب سے چھوٹے بیٹے جواں بخت کو، جو زینت محل
بنت صمصام الدولہ احمد قلی خاں کے بطن سے ہیں ولیعہد
بنائیں۔ [مرزا محمد سلطان] فتح الملک المعروف
[غلام فخرالدین] فخرو [رمز تخلص] اس بنا پر کہ
سلطان کے فرزند اکبر ہیں خود ولیعہدی کے مدعی
ہیں ۔ ابھی اس امر کا تصفیہ نہیں ہوا ہے اور گورنمنٹ
[ایسٹ انڈیا کمپنی] کی طرف سے اس باب میں کوئی
فرمان نہیں پہنچا ہے۔

ع تا یار کرا خواہد و میلش بہ کہ باشد۔

[۳۰ تا ۳۶]

ادا کیا ہے اور جواب لکھا ہے ۔ امید ہے کہ ہر چیز
اپنے وقت پر اُس خواجۂ بندہ نواز کی نظرگاہ التفات میں
گذری ہوگی ۔ تم سے یہ چاہتا ہوں کہ میری طرف
سے عرض نیاز کرنا اور یہ خط جو تمھارے نام ہے
مولانا کے ملاحظے میں لانا اور میری منت پذیری کا مکرر
یقین دلانا ۔ چند دن کے بعد ایک اور عرضداشت میں
قلم کو سجدہ گزاری کا موقع ملے گا ۔ تمھیں میری
جان کی قسم سہل انگاری نہ کرنا، اس تحریر کو ضرور
سیدی و مولائی [سید رجب علی] سلمہ اللہ تعالی کی
نظر میں لاکر آب و تاب بخشنا ۔ [۵ تا ۱۶]

(۳) رائے چھجمل، جو بعض اعزہ اور احباب کے ساتھ
امروہے گئے ہوئے ہیں ابھی واپس نہیں آئے ہیں ۔
امید ہے اسی ہفتے میں آجائیں گے ۔ خدا خیریت سے
لائے ۔ [۱۶ تا ۱۸]

(۴) ہیرا سنگھ کی تقریب کتخدائی تمھیں مبارک ہو ۔
[۱۸ تا ۱۹]

(۵) خدا کا شکر ہے اوباشوں کا بلوا [پنجاب اور ملتان
کا ہنگامہ] ختم ہوا اور خلق خدا کو امن اور فتح
[یعنی فتح ملتان] نصیب ہوئی ۔ جو خرخشہ باقی ہے وہ
بھی جلد ختم اور ملک خار و خس سے پاک و صاف
ہو جائے گا ۔ غالباً اس فساد کے فرو ہونے کے بعد
تمھارا افسر تمھیں اجازت دے دے اور ادھر آ سکو اور
ہم سب تمھیں دیکھ سکیں ۔ [۱۹ تا ۲۳]

کہ الگ الگ کاغذوں پر مسودہ لکھ کر پھر اس
مسودہ کو تمھاری بھیجی ہوئی کتاب میں صاف کر کے
لکھتا ہوں اور تمھارے لئے محفوظ رکھتا ہوں ۔ کاہل
قلم ہوں، بیمار ہوں، بیدل و بیدماغ ہوں، دیر میں
لکھتا ہوں، تھوڑا تھوڑا کر کے لکھتا ہوں اور کبھی
کبھی لکھتا ہوں ۔ بہر حال جس رنگ سے جو کچھ
لکھتا ہوں تمھارے لئے تمھاری کتاب میں جمع کرتا
رہتا ہوں ۔ آؤ دیکھو اور لطف اٹھاؤ ۔ [۶۳ تا ۶۸]

۵

(۱) اقبال نشانا! ۱۲ فروری کا لکھا ہوا خط پہنچا ۔
تمھاری مہر کا نقش دیکھا ۔ اس مصرعے سے جو اتحاد
نمایاں ہے وہ تمھاری نظر سے مخفی نہ ہوگا ۔ ہم نے
بھی اس اتحاد کے بارے میں تمھارا دعویٰ تسلیم
کیا ہے ۔ امید ہے کہ فن سخن میں بلند رتبے کو
پہنچو گے اور اس نام سے تمھیں ناموری حاصل ہوگی ۔
[۱ تا ۵]

(۲) مولانا [سید رجب علی] مدظلہ العالی کے مکرمت نامے کا
جواب نہ پہنچنے پر تمھیں حیرت ہے اور مجھے تمھاری حیرت
پر تعجب ۔ ان مبارک ایام میں ولی نعمت [سید رجب علی]
کی طرف سے دو دوپٹوں کا ریشمی کپڑا، ایک سرخ
شال اور دو توقیع نامے مجھے ملے، اور میں نے ان تینوں
عطیوں اور دونوں مکرمت ناموں کا الگ الگ سپاس

کرتا تھا ۔ اب اُس کا بیٹا مٹرو اگرچہ باپ کے قدم بہ قدم چل رہا ہے، مگر جو مال باپ لاتا تھا وہ نہیں لا پاتا ۔ اب تم [یہاں غالب نے نور چشم کہہ کر خطاب کیا ہے] آھی رہے ہو اور جاڑے ابھی بہت باقی ہیں ۔ یہ چیزیں خریدنے کے لئے بہت وقت ملے گا ۔ [۳۸ تا ۴۶]

(۸) آج چہار شنبہ اور اکتوبر کی تیئیس ہے اور صبح کا وقت ۔ میں یہ خط لکھ رہا تھا اور سوچتا تھا کہ ڈاک کے لئے بھیج دوں ۔ اتنے میں ہیرا سنگھ دوڑا آیا اور رائے صاحب [یعنی چھجمل] کا حکم لایا کہ جواہر سنگھ کے نام خط لکھا ہو تو بھیج دو تاکہ میں اپنے خط کے ساتھ رکھ کر روانہ کردوں ۔ میں نے یہی کیا اور یہ خط پتہ لکھے بغیر ہیرا سنگھ کو دے دیا ۔ خدا کرے کہ تمھارا باپ آج ھی ڈاک سے بھیج دے ۔ والدعاء ۔ اسداللہ ۔ [۴۶ تا ۵۲]

(۹) ایک بات لکھنی میں بھول گیا تھا ۔ اب خط ختم کرنے کے بعد لکھتا ہوں ۔ تم بار بار لکھتے ہو کہ تاریخ سلاطین تیموریہ [مہر نیمروز] جتنی لکھی جا چکی ہو تمہیں بھیج دی جائے ۔ میری جان یہ صرف کتاب کا لکھنا نہیں ہے، جگر کا خون کرنا ہے، آج کے دن تک حمد، مدح، نعت ثنا اور سبب تألیف کتاب اور امیر تیمور کے حالات و واقعات تمام کے تمام اور بابر کے حالات، جو ابھی ادھورے ہیں، کسی قدر تحریر ہوئے ہیں ۔ میرا طریقہ یہ ہے

چھجمل میرے دیرینہ دوست ہیں ۔ ہر ہفتے دو
دفعہ میرے پاس آتے ہیں اور بہت بیٹھتے ہیں ۔
اُن کے درمیان اگر کوئی جھگڑا تھا تو قماربازی
اور اب وہ بساط اٹھ گئی ہے تو محبت ہی محبت
کوئی نزاع نہیں ۔ غرض خط میں نے اُنھیں دے دیا ۔
پڑھ کر بہت خوش ہوئے ۔ [۸ تا ۳۱]

(٦) کہنے لگے [یعنی رائے چھجمل] ان دنوں میں اس
کا آنا میرے لئے بہت مناسب اور بہت مفید ہوا ۔ میرے
پوچھنے پر کہا کہ جواہرسنگھ کی ساس نے ابھی
کو امروہے بلایا ہے ۔ مجھے اُس کی جدائی شاق تھی
اور اُن لوگوں کی خواہش کو نہ ماننے کی کوئی وجہ
نظر نہ اتی تھی ۔ اب یہ خط میں امروہے بھیج دوں
اور ان لوگوں کو لکھ دوں گا کہ اُس کا شوہر آرہا ہے
آپسے امروہے کیسے بھیج دوں ۔ لالہ چھجمل کی
جو انھوں نے مجھ سے کہی یہاں ختم
[۳۱ تا ۳۷]

(۷) کل وہ [یعنی چھجمل] آئے تھے تو دو قسم کی شال
لائے تھے ۔ ان میں سے ایک کا تمھارے لئے میں نے
انتخاب کر دیا ۔ اس سے پہلے ایک اور کپڑا
اُنھوں نے بھیجا ہے ۔ وہ بھی میں نے تمھارے
پسند کیا تھا ۔ جس دن سے تم نے واسکٹ
شال دریز کے لئے لکھا ہے تمھارا باپ بیچارہ
ڈھونڈتا پھرتا ہے ۔ کاش فرنگی مل زندہ ہوتا ۔ اس
طرح کی واسکٹیں اور قسم قسم کا کپڑا وہ لایا

شوقین آدمی ہوں گے، جنھوں نے نگینے بھیج کر کشمیر میں مہریں کھدوائی ہیں اور سب ہی کو پچھتانا پڑا ہے۔ اب تم اس درد سر میں نہ پڑنا اور دوسری مہر کھدوانے کو نہ دینا۔ آج اس فن میں بدرالدین [بدرالدین علی خان نقشی مرصع رقم] دہلوی کا مثل و نظیر دنیا میں نہیں۔ اب اُس نے بھی برا لکھا تو میری قسمت و سرنوشت کی خوبی ہے۔ [۱۲ تا ۱۶]

(۳) بارے اس خط سے جس کے ساتھ رکھ کر تم نے مہر کا نگینہ بھیجا ہے یہ اسی آشکار ہوا کہ تم آ رہے ہو اور جلد آ رہے ہو۔ آؤ اور دیدۂ دیدار طلب کی داد رسی کرو۔ [۱۶ تا ۱۸]

(۴) کل عجیب بات ہوئی۔ شام ہونے والی تھی کہ [تمھارا چھوٹا بھائی] ہیرا سنگھ آیا۔ اُس کا معمول ہے روز مدرسے سے چھٹی ہوتے ہی میرے پاس آ جاتا ہے اور ایک دو گھنٹے بیٹھتا ہے، چنانچہ تھوڑی دیر بیٹھا اور چلا گیا۔ ہیرا سنگھ ابھی گیا ہی تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ آیا [اور تمھارا خط لایا]۔ ورق کھولا تو اُس میں میری مہر اور رائے جی [چھجمل] کے نام کا خط تھا۔ میں سوچنے لگا کاش ہیرا سنگھ نہ گیا ہوتا اور یہ خط لے جاتا۔ اتنے میں رائے چھجمل آگے آگے اور رام دیال اُن کے پیچھے پیچھے بغل میں بقچہ لئے آئے۔ میں نے مہر صندوقچے میں رکھ لی تھی، اپنے نام کا خط چاک کر دیا تھا اور اُن [رائے جی] کے نام کا خط میرے ہاتھ میں تھا۔

مرا مایہ گر دل وگر جان بود
ازو دانم ار خود زیزدان بود
[۷٤ تا ۸۱]

(۱۶) از اسد اللہ، نگاشتۂ سہ شنبہ ۲۷ اپریل سنہ ۱۸٤۷ء
جواب طلب - [۸۲ و ۸۳]

۴

(۱) میری جان، ایک دن مجھے خط ملا، تحریر تمھاری، [illegible]
مہر میری - میں نے کہا سبحان اللہ کیا یگانگی اور [illegible]
کہ خط میرے ھی نام کا اور میری ھی مہر کا!

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ خود [illegible]
خود برسر آن کوزہ خریدار بر آمد بشا کیست و [illegible]
[۱ تا [illegible]]

(۲) قسم بجان جوھر فرخندہ گوھر کہ جب یہ [illegible]
ملا ھے (اور اُس وقت کوئی دوسرا میرے پاس نہ [illegible]
اپنے نام کے خط پر اپنا نقش نگیں دیکھ کر [illegible]
وجد طاری ھوگیا - پھر حال مہر کا مجھے [illegible]
کل سہ شنبہ ۲۲ اکتوبر کو مجھے ملی - معلوم [illegible]
کشمیر میں اب کوئی مہرکن نہیں رھا - ع [illegible]
بر شکست تماشا بما رسید - [٦ تا ۱۱]

(۳) معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ دھلی میں کوئی

پہنچانا اور یہ خط میرے اُس مخدوم قدسی صفات کے ملاحظے میں لانا اور درخواست کرنا کہ از اول تا آخر پڑھ لیں تاکہ میری ارادت و عقیدت کا اندازہ کر سکیں ۔ [۶۰ تا ۶۶]

اور ہاں جواہر سنگھ ، یہ خیال دل میں نہ لانا ، کہ غالب خوشامد گو اور دنیادار ہے ۔ تم جانتے ہو کہ میں فقر میں غنی اور تہیدستی میں توانگر ہوں ۔ آسمان اور آسمان کے ستاروں کے سامنے سر نہیں جھکاتا اور شاہوں اور شہزادوں کی خوشامد گوئی نہیں کرتا ۔ تم نے جو لکھا کہ مولوی سید رجب علی خان بہادر کا مسلک و مشرب حیدرپرستی و حیدرستائی ہے تو یہ لکھ کر گویا مجھے اُن کا بندہ بے درم بنا دیا اور میرے دل میں اُن کی محبت کا چراغ جلا دیا ۔

تم جانتے ہو کہ میں بندۂ علی بن ابیطالب ہوں [illegible] جیسے [illegible] ہوں [illegible] خدا [illegible] سمجھ [illegible] نور [illegible] کا [illegible] بکوش [illegible] ہوں ۔ [۶۶ تا ۷۳]

کنم از نبی روی در بوترابم
به مه بنگرم جلوهٔ آفتاب

[illegible]زدان نشاطم به حیدر بود
[illegible]زم به جو آب کمتر بود

[illegible] به پیمان او
[illegible]

پہنچانا اور یہ خط میرے اُس مخدوم قدسی صفات کے ملاحظے میں لانا اور درخواست کرنا کہ از اول تا آخر پڑھ لیں تاکہ میری ارادت و عقیدت کا اندازہ کر سکیں - [۶۰ تا ۶۶]

(۱۴) اور ہاں جواہر سنگھ ، یہ خیال دل میں نہ لانا ، کہ غالب خوشامد گو اور دنیادار ہے - تم جانتے ہو کہ میں فقر میں غنی اور تہیدستی میں توانگر ہوں - آسمان اور آسمان کے ستاروں کے سامنے سر نہیں جھکاتا اور شاہوں اور شہزادوں کی خوشامد گوئی نہیں کرتا -
تم نے جو لکھا کہ مولوی سید رجب علی خان بہادر کا مسلک و مشرب حیدرپرستی و حیدرستائی ہے تو یہ لکھ کر گویا مجھے اُن کا بندہ بے درم بنا دیا اور میرے دل میں اُن کی محبت کا چراغ جلا دیا -

تم جانتے ہو کہ میں بندۂ علی ابن ابیطالب ہوں اور جسے سنتا ہوں کہ اُن کا بندہ ہے اُسے اپنا آقا و خداوند سمجھتا ہوں اور اُس کا حلقہ بگوش ہو جاتا ہوں - [۶۶ تا ۷۳]

(۱۵) کنم از نبیؐ روی در بوترابؑ
به مه بنگرم جلوۂ آفتاب

ز یزدان نشاطم به حیدرؑ بود
ز قلزم به جو آب کمتر بود

نبیؐ را پذیرم به پیمان او
خدا را پرستم به ایمان او

معلوم ہے کہ فارسی اور انگریزی میں ہر مہینے ہر
طرف سے میرے نام دو چار خط آتے ہیں اور پتہ اس
سے زائد نہیں ہوتا کہ دہلی میں اسد اللہ کو ملے
تمہارے خیال میں فرومایہ اور گمنام سہی ، اور عزت
کے سوا اپنے نام کا مستحق نہ سہی ، لیکن دوسرے
لوگ تمہارے خلاف مراد مجھے نامور گردانتے ہیں ۔
خصوصاً ڈاک لانے والے جو میرے مسکن کا
رستہ جانتے ہیں اگر پتے میں صرف میرا نام ہو خط
پہنچا سکتے ہیں ۔ تمہارے خط کے جواب میں ...
بات ہوئی ۔ [۵۷ تا ۵۴]

(۱۱) اب یہ کہنا ہے کہ ہرگز کوئی دوسرا خیال دل میں
نہ لانا اور اس شہر و دیار میں در بدر نہ پھرنا ۔ ...
وقار اور اپنی خوش‌نصیبی اسی میں سمجھنا ...
حضرت مولوی معنوی [سید رجب علی خاں بہادر]
دامن مضبوط پکڑے رہو ۔ قسم بخدا یہ بزرگ ...
مروت و شرافت و سخاوت میں پروردگار عالم کی ...
میں سے ہے ۔ [۵۶ تا ۵۹]

(۱۲) افسوس تم نے ایک الگ ورق پر ان کے قیمتی ارشاد
مجھے لکھکر نہ بھیجے ۔ [۶۰]

(۱۳) تمھیں میری قسم کہ جب یہ خط تمھیں ملے تو ...
کے بعد "آستین" [غلاف] میں رکھکر مولوی سید رجب
علی خان بہادر کی خدمت میں لے جانا ۔ میرا ...
بصد ہزار اشتیاق دیدار اور بصد ہزار تمنائے زبان ...

... کے لئے ایک طویل مدت چاہیئے ۔ اس کے بعد ممکن ہے کہ راجہ جوالا پرشاد اور [وقار] اعتقاد الدولہ نوروز علی خان میرے لئے پھر کوشش شروع کریں اور میرے نام [دربار اودھ سے] فرمان طلب [دعوت نامہ] بھجوائیں ۔ [۲۷ تا ۳۶]

(۸) شاہزادہ شاہرخ کی موت پر تمھیں حیرت کیوں ہے؟ کیا شاہوں اور شاہزادوں پر موت کا قابو نہیں چل سکتا؟ شاہرخ شکار سے واپس ہوتے ہوئے میرٹھ کے قریب پہنچا تھا کہ ہیضہ ہوگیا اور وہیں انتقال ہوا ۔ جنازہ شہر میں لا کر کلاری باغ میں شاہزادے کی والدہ کے پائین پا دفنایا گیا ۔ [۳۸ تا ۴۲]

(۹) حیرت کی بات ہے کہ تم نے مجھے خط لکھا اور یہ نہ لکھا کہ تمھیں خط لکھوں تو خط پر پتہ کیا لکھوں ۔ اس دفعہ یہ تحریر تمہارے باپ رائے چھجمل کو دے رہا ہوں کہ اپنے خط کے ساتھ رکھکر تمھیں بھیجدیں۔ اب اس کے بعد ، اپنی قیام گاہ کا پتہ لکھنا تاکہ آئندہ میرا خط تمھیں (فارسی متن میں اس مقام پر یعنی صفحہ ۱۱۸ سطر ۴۷ لفظ 'بواسط، غلط چھپ گیا ہے 'بیواسطہ، ہونا چاہئے) براہ راست ملا کرے ۔ [۴۳ تا ۴۷]

(۱۰) پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ خط کا پتہ لکھنے میں تم نے پوری جگہ میرے نامۂ اعمال کی طرح سیاہ کیوں کر ڈالی ہے اور عرف اور تخلص اور چاہ و گذر تک سب کچھ لکھ ڈالا! اسکی آخر کیا ضرورت تھی ؟ تمھیں

[عارف] کے نام کا میرے پاس ہے ۔ وہ نواب علی محمد خاں [والی جھجر] کے ساتھ جھجر گئے ہوئے ہیں ۔ جب انھیں خط لکھوں گا تو تمھارا خط بھی ساتھ بھیج دوں گا ۔ [۲۰ تا ۲۳]

(۶) حضرت مولوی گل [علی] شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ [اس زمانے کے محاورے میں دام ظلہ یا دام بقاؤہ کا مترادف] کی خیریت تمھارے خط سے معلوم ہوئی ۔ حق نہ ہے کہ تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے جو ایک دوست کی خیریت سے مجھے اطلاع دی ہے ۔ میری طرف سے انھیں بہت بہت پوچھنا، میرا سلام کہنا اور میری طرف سے اظہار ارادت کرنا ۔ [۲۳ تا ۲۷]

(۷) لکھنئو کا اب اور عالم ہے ۔ جس بادشاہ [امجد علی شاہ] کی میں مدح گوئی کرتا تھا اور میرے ایک دوست [اعتقادالدولہ نوروز علی خان] کو اس بادشاہ تک رسائی حاصل تھی اس کی اچانک وفات ہو گئی ۔ اس کا بیٹا [واجد علی شاہ] جو اب تخت‌نشین ہوا ہے بدحواس اور بدتدبیر ہے ۔ اس نے ہندوؤں کے مندروں کو گرانے کا حکم دے دیا، چنانچہ ایک فتنہ و فساد برپا ہوگیا ۔ شہر کے غنڈوں نے وزیر دربار [امین‌الدولہ نواب امداد حسین خان] کو بازار میں پکڑ کر تلوار کے دو تین وار کئے اور زخمی کر ڈالا اور وہیں بازار میں پڑا چھوڑ گئے ۔ بادشاہ کو نغمہ بجانے والوں کے سوا کسی سے دلچسپی نہیں، عقل و تدبیر سے بے بہرہ ہے ۔ اب یہ ہنگامہ فرو ہونے اور قیام امن

نہ ہو تجارت میں کامیابی کی امید نہیں کی جا سکتی ۔ دکان کی کمائی سے دکان چلانی ممکن نہیں ۔ [۷تا۸]

(۳) غالب نے لکھا ہے کہ خدا کا شکر ہے تم ایسی جگہ پہنچ گئے ہو کہ اب اپنی مراد کو پہنچ جانا مشکل نہیں ۔ مولوی سید رجب علی خان جن سے اب تمہاری

امیدیں وابستہ ہیں شرافت و مروت کی روح و رواں ہیں ۔ ان کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا ۔ [۸ تا ۱۱]

(۴) جوہر نے لکھا تھا کہ کچھ اپنا کلام نظم و نثر بھیجئے ۔ غالب پوچھتے ہیں کہ اگر میرا مجموعہ نظم [یعنی دیوان فارسی مطبوعہ ۱۸۴۵ء] جو منشی نورالدین احمد کے مطبع [دارالسلام، دہلی] میں چھپا ہے وہاں پہنچ چکا ہے اور اس کے بعد جو کہا ہے وہ مانگتے ہو تو فتح پنجاب کے تہنیتی قصیدے کے سوا میں نے کچھ نہیں کہا ہے اور اگر میرا یہ دیوان ابھی کوئی اس علاقے میں [پنجاب] نہیں لے گیا ہے تو تمہیں یہ مجموعہ [دیوان] مانگنا چاہئیے تھا نہ کہ متفرق اشعار ۔ بہر حال اگر اب لکھو گے تو میں دیوان تمہیں بھیج دوں گا تا کہ میری طرف سے حضرت مولانا [سید رجب علی] کی خدمت میں پیش کر کے میری عقیدت کا اظہار کر سکو ۔ [۱۲ تا ۲۰]

(۵) تمہارا خط اقبال نشان مرزا زین العابدین خان بہادر

معلوم ہے مجھے جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ دریا کے راستے
کشتی سے اکبر آباد گئے ہیں، مگر آج تک کسی جگہ
سے خط یا زبانی پیغام نہیں بھیجا ہے۔ مجھے سخت تشویش
ہے۔ شہر میں اُن کا پتہ کرنا اور اگر کانپور چلے
گئے ہوں تو مجھے اطلاع دینا اور اگر وہیں ہوں تو
اُن سے ملنا اور میرا سلام پہنچانا اور لکھنا کہ کیسے
ہیں اور اب کیا ارادہ ہے۔ اکبر آباد میں کب تک
ٹھہرینگے۔ اس بارے میں تاکید جانو اور جواب جلد
دو والدعا۔ [۲۳ تا ۳۰ آخر]

۳

(۱) غالب کو جوہر کا خط کئی خط لکھنے کے بعد ملا ہے۔
غالب لکھتے ہیں کہ جواب نہ آنے سے اب تک جو
اذیت خاطر رہی تھی اُس کی اس خط سے تلافی ہو گئی۔
ع عمرت دراز باد کہ اینہم غنیمت است (فارسی متن
میں یہ مصرعہ غلطی سے خط کی چوتھی سطر پر چھپ
گیا ہے۔ تیسری سطر میں شمار کرنا چاہیئے) [۱ تا ۳]

(۲) جوہر تجارت کا سلسلہ شروع کرنا چاہتے تھے۔ اب
[۱ تا ۳] اُن کے خط سے معلوم ہوا کہ تجارت کا خیال
چھوڑ دیا ہے۔ جوہر کے والد تجارت کرانا پسند نہیں
کرتے تھے۔ غالب نے جوہر کو لکھا ہے کہ تمھارے
والد کا خیال بیجا نہیں۔ واقعی جب تک خاصہ سرمایہ

(۲) پھر جوہر کو لکھتے ہیں کہ تمہارے باپ رائے چھجمل تمہیں بے انتہا چاہتے ہیں اور تم سے جدا رہ کر بیحد مغموم ہیں۔ اکثر میرے پاس آتے اور تمہاری باتیں کر کے غم غلط کرتے ہیں۔ تمہاری جدائی اس لئے گوارا کی ہے کہ تم زندگی کا تجربہ اور کاروکوشش کی تربیت حاصل کر کے ترقی کر سکو اور اعلیٰ مراتب پر پہنچ سکو۔ اگر یہاں [اکبر آباد (آگرے) میں] ایسا ممکن نہیں ہے اور تم پریشان ہو تو وطن [دہلی] واپس چلے آؤ۔ بوڑھے باپ پر ہرگز بار نہیں ہو اور تمہارے واپس چلے آنے میں تمہارے لئے کسی طرح کی سبکی یا شرمندگی کی بات قطعاً نہیں ہے۔ [۱۰ تا ۱۷]

(۳) جوہر نے خان صاحب [ضیاالدین احمد خان] کی خیریت پوچھی تھی۔ غالب لکھتے ہیں کہ تمہارے سامنے کچھ بیمار سے تھے۔ اب اچھے ہیں۔ پرسوں شنبے کو غسل صحت کیا ہے۔ [۱۷ تا ۲۰]

(۴) جوہر کا کوئی کام تھا۔ غالب نے لکھا ہے کہ اس کا کوئی سرانجام ہوتا نظر نہیں آتا، بلکہ خود اس کام کا کوئی سر پیر ہی نہیں ہے۔ بہر حال اس بارے میں جو کچھ ہوگا تمہیں لکھ دیا جائے گا۔ [۲۰ تا ۲۳]

(۵) رائے چھجمل نے جوہر کے نام خط لکھ کر دیا تھا۔ غالب لکھتے ہیں کہ یہ خط جس پر پتہ نہیں ہے میرے خط کے ساتھ ملفوف تمہیں ملے گا۔ [۲۲ و ۲۳]

(۶) اعتقاد الدولہ نو روز علی خان خواجہ سرا جیسا تمہیں

(۱۰) خط ختم کرتے ہوئے جوہر کو لکھتے ہیں: تمھارے
باپ رائے چھجمل صاحب سلمہ، میرے پاس بیٹھے ہیں۔
میں ان سے باتیں کر رہا ہوں اور تمھیں یہ خط لکھ
رہا ہوں۔ وہ [رائے جی]، تمھاری والدہ، بھائی اور بیوی
سب تندرست ہیں اور ہر طرح خیریت ہے، والدعا۔
[۳۴ تا ۳۷ آخر]

۳

(۱) رای جواہر سنگھ جوہر کا خط اکبرآباد [آگرے] سے
آیا تھا۔ غالب نے اس کا جواب مولانا [مولوی سراج الدین
احمد] کے خط کے ساتھ رکھ کر بھیجا کہ مولانا یہ
خط جوہر کو دے دیں۔ اس بارے میں جوہر کو
اطمینان دلاتے ہیں کہ میں تم سے ہر طرح خوش ہوں
اور یہ جو تمھارے نام کا خط مولانا کے خط کے ساتھ
رکھ کر بھیجا ہے صرف اس مقصد سے کہ مولانا کے
ساتھ جو مجھے خصوصیت اور اخلاص ہے اس کا اظہار
تم پر ہو جائے اور سمجھ لو کہ غالب اور مولوی
سراج الدین احمد ایک ہیں، تاکہ مولانا کو میری جگہ
سمجھو اور اکبر آباد میں انھیں اسی طرح اپنا سرپرست
ہمدرد جانو جیسا [دھلی میں] مجھے جانتے ہو
[۱ تا ۹]

میں درد اُٹھا تھا اور جسم پر پھوڑا نکل آیا تھا ۔ تین مہینے صاحب فراش رہا ۔ نواب امین الدین احمد خان بہادر کے مکان اور اپنی حرم‌سرا تک چل کر نہیں جا سکتا تھا ۔ اب یہ دونوں تکلیفیں دور ہوئی ہیں تو پورے بدن پر سرخ دانے نکل آئے ہیں ۔ ان میں جلن ہوتی ہے ۔ حکیم امام الدین خان کے مشورے سے فصد کھلوائی ہے اور شاہترے کا عرق پی رہا ہوں ۔ [۱۸ تا ۲۶]

(۶) اس کے بعد لکھا ہے : اس عالم میں سخن سرائی کا حوصلہ کہاں تھا ۔ ہاں ایک قصیدہ مولوی صدرالدین خان بہادر کی مدح میں کہا ہے ، چنانچہ اس کی نقل اس خط کے ساتھ مولانا [سراج الدین احمد] کی خدمت میں بھیج رہا ہوں ۔ تم یہ قصیدہ مولانا سے مستعار لے کر اپنے لئے نقل کر لینا ۔ [۲۷ تا ۳۰]

(۷) دیوان فارسی منشی نورالدین احمد کے مطبع [مطبع دارالسلام ، دہلی] میں چھپ رہا ہے ۔ طباعت قصائد تک ہو چکی ہے ۔ ایک نسخہ تمہارے لئے بھیجوں گا ۔ [۳۰ تا ۳۲]

(۸) تمہارا خط مرزا زین العابدین خان بہادر [عارف] کو دے دیا ہے ۔ [۳۲ تا ۳۳]

(۹) آخر میں بتایا ہے کہ یہ خط جمعرات کی صبح کو لکھا ہے ، ربیع الاول کی چوتھی اور مارچ کی تیرہ تاریخ ہے ۔ [۳۳ تا ۳٤]

همه وقت غالب کے پاس حاضر رهتے تھے اور یه کیفیت
تھی که غالب کی صحبت میں آنھیں گھر بار اور گھر
کے کام کاج کی بھی فکر نه رهتی تھی - اب غالب نے
لکھا هے: مولانا سراج‌الدین احمد کو میری جگه سمجھیں
بلکه میرے پاس کیا تھا، سوائے سلیقۂ شعر کے، جو
نه دنیا کے کام کا نه دین کے، مولانا سے وابستگی پیدا
کریں که علم بھی حاصل هو اور دنیوی ترقی کے ذرائع
بھی هاتھ آئیں - [۷ تا ۱۰]

(۳) جوهر نے میجر [جان جا کوب] کا حال پوچھا تھا - غالب
لکھتے هیں که میں نے آنھیں قلعه [معلی] کے دانه و
دام سے آج تک بچائے رکھا هے، اور کچھ خود بھی
اهل قلعه کی روش دیکھ کر آدهر سے دل برداشته
هو گئے هیں - [۱۱ تا ۱۳]

(۴) جوهر نے خیال ظاهر کیا تھا که بزم‌سخن آراسته
رهتی هوگی، طرحیں دی جاتی هوں گی اور میجر صاحب
اور [نواب] محمد ضیاالدین احمد خان بہادر غزلیں کہتے
هوں گے- غالب نے لکھا هے که یہاں آج کل سخن سرائی
کا قطعاً کوئی سلسله نہیں - میجر صاحب اب یہاں
[بلیماران میں] ٹھہرے هوئے نہیں، یہاں سے کوٹھی
فیض طلب خان [فیض‌بازار، دریا گنج] چلے گئے هیں، جو
اُنهوں نے کرائے پر لے لی هے- وهیں رهتے هیں -
[۱۳ تا ۱۹]

(۵) غالب جوهر کو اپنے بارے میں لکھتے هیں: جس دن
سے تم گئے هو میں برابر بیمار چلا آتا هوں - شامک

تلخیص

مکاتبات باغ دو در بزبان اردو

یاد داشت :

خط کے مضامین کا ترتیبی شمارہ قوسین میں اور عبارت کے درمیان ہماری طرف سے توضیحات قلابین میں درج ہیں۔ اسی طرح ہر مضمون کے آخر میں خط کی سطور کا حوالہ بھی قلابین میں ہے۔

خطوط بنام منشی جواہر سنگھ جوہر

خط : ۱

(۱) جواہر سنگھ جوہر نے [اکبر آباد سے] غالب کے خط کا جواب تأخیر سے دیا تھا۔ غالب کو اور جوہر کے والد [رائے چھجمل کھتری] کو [جو دہلی میں ہیں] تشویش رہی تھی۔ [۱ تا ۴]

(۲) غالب نے جوہر کو مولانا [سراج الدین احمد اکبر آبادی] سے وابستہ رہنے کی ہدایت کی تھی اور اُن سے جوہر کی سفارش کی تھی، لیکن [جوہر کے خط سے] غالب کو اندازہ ہوا کہ وہ مولانا کے پاس بہت کم جاتے ہیں۔ غالب نے پھر تاکید کی ہے کہ مولانا سے متوسل رہیں اور اُن کی خدمت میں حاضر رہ کر علم بھی حاصل کریں اور زندگی کی تربیت بھی، تاکہ اُن کی سرپرستی ترقی درجات کا ذریعہ بن سکے۔ جوہر جب تک دہلی میں تھے

ترتیب

باغ دو در کے خطوط کی اہمیت کی بنا پر اُن کے
مضامین کی ترتیبی تلخیص کو، جو اردو میں پیش کی
جا رہی ہے، اس تحقیق نامے میں مقدم رکھا گیا ہے۔
اس کے بعد منظومات پر اور پھر منثورات پر تحقیقی تبصرے
اور اشارات ہیں۔

عابدی

تحقیق نامہ

باغ دو در

تالیف

سید وزیرالحسن عابدی

۱۷٤ : ۷ : ۹	جنبانید	جنباند
۱۷۹ :۱۰: ۱۲	از انجام	انجام
۱۸۰ :۱۰: ۱۸	میکنند	میکند
۱۸۲ :۱۲: ۵	حرون	حزون
۱۹۰ : بنام قطب الدوله بهادر : ۲۱	ذیقعده	ذیقعد
۱۹۱ : ۲ : ۱۱	انگلیسیه	انگلسیه
۱۹۱ : ۲ : ۲۵	بالجمله	باالجمله
۱۹۷ : بنام منشی هیرا سنگه: ۲	سلام و آرزوی	سلام آرزوی

فائت فهرست خطا و صواب

صفحه: شمارهٔ نثر: سطر	نادرست	درست
۹٦ : ۱ : ٤٤	دانسان	بدانسان
۱۲۰ : ٤ : ۱۲	بژوهش	پژوهش
۱۳۳ : به‌مهد فضل الله خان: ۱۱	روشن	روشنی
۱٤۲ : ۲ : ۲۱	رانم	بدانم
۱٦۸ : بنام جانی: ۲٤	اینان	واینان
۱۷۹ : ۸ : ٤	چهارم	چارم

١٣٣: به‌مهدفضل الله خان: ١١	روشنی	روشنی
١٤١: بنام‌مولوی‌رجب علیخان: ١٥	بست‌وششم	بست ششم
١٤١: ،، : ٣٣	خواستیم	خواستم
١٤٢: ٢ : ١٧	هر	بر
١٤٢: ٢ : ١٧	بشگفتی	شگفتی
١٤٣: ١ : ٤	پیشن	پیش
١٤٣: ١ : ٥	برات	برآت
١٤٤: ١ : ٢٩	وخواهم	خواهم
١٤٦: ٢ : ٢٩	جریده‌نوی	جریده‌رازنوی
١٤٧: ٣ : ٣٤	پیش	پیش]
١٤٩: ٤ : ٢٠	ششن(کذا)	ششن
١٥٠: ٥ : ١	ناگه	ناگهه
١٥٢: ٥ : ٤	نگزاردم‌شرمسارم	نگزاردم‌وشرمسارم
١٥٢: ٦ : ١١	بالفضل	باالفضل
١٥٣: ٦ : ١٥	سوم	سیوم
١٥٦: ٢ : ٨	برد	مبرو
١٦٦: ١٠ : ٤	دستنبو	دستنبوی
١٦٨: بنام‌جانی‌بانکے لال: ٥	نبازد	بنازد
١٧٠: ٢ : ٣	بجائی	بجای
١٧٤: ٧ : ٣	،،	،،
١٧٤: ٧ : ٢	نویسیم	نویسم
١٧٤: ٧ : ٥	پادشاه	پادشه

فائت پاورقی‌های متن باغ دو در
درچاپ حاضر

صفحه:منظومه:بیت	تصحیح ما	دراصل
۳۰ : ٤۵ : ۲	شد	شده
صفحه: نثر:سطر		
٩٤ : ١ : ٩	پامزد	پامژد
٩٦ : ” : ٤۵	آینه	آئینه
٩٩ : ۲ : ۲۰	ناشناسان	ناشناسا
١٠٠ : ۲ : ٤٦	گنه	گنهه
١٠٠ : ۲ : ٤٨	آذر	آدر
١٠٠ : ۲ : ۵١	سوی	سومی
١٠٨ : ۵ : ۳	امان	آمان
١١٠ : ٦ : ١۳	ذکراست	دکراسمه
١١٠ : ٦ : ١٤	به	بهه
١١۲ : ٧ : ٨	بستایشگری	ستایسنگری
١۲۵ : ٦ : ١٩	انگلیسیان	انگلستان
١۲٧ : ٨ : ١۵	دومین	دویمین
١۲٨ : ٨ : ١٩	سوم	سیوم
١۳٠ : ١١ : ١۵	درج کنید	درج کنند
١۳٠ : ١١ : ١۵	برنگارید	برنگارند

۱۹۵ : ایضاً : ۳۷	کارویار	کاربار
۱۹۶ : ایضاً : ۳۹	اگر	که اگر
۱۹۶ : ایضاً : ۴۴	نا	تا
۱۹۶ : ایضاً : ۴۵	فرمائند	فرمائید
۱۹۶ : ایضاً : ۴۶	نومبر	نوامبر
۱۹۷ :بنام‌دوستی:۱۸	همان	رسیدن همان
۱۹۷ : ایضاً : ۲۱	وقد	وچه قدر
۱۹۷ : بنام منشی	بیگناه‌وروسیاه	بیگنـــاه روسیـــاه
	و عذرخواه	عذرخواهٌ

هیراسنگھ‌صاحب : ۶

۱۹۸ : خاتمه کاتب : ۳	قلرو	قلمرو
۱۹۸ : ایضاً : ۵	اسد الله	میرزا اسد الله
۱۹۸ : ایضاً : ۶	گندی	گندهی
شمارهٔ صفحه :	۱۸۹	۱۹۱
,,	۱۹۰	۱۹۲
,,	۱۹۱	۱۸۹
,,	۱۹۲	۱۹۰

۱۷۹ : ۹ : ۳۳	۱۲٤۵	۱۲٦۵
۱۸۰ : ۱۰ : ۱۸	خود	کارخود
۱۸۰ : ۱۰ : ۱۹	دانش دانش	دانش
۱۸۰ : ۱۰ : ۲۳	قطعهٔ را	و قطعه را
۱۸۰ : ۱۰ : ۲۸	بخایش	بخشایش
۱۸۰ : ۱۰ : ۲۹	ینگرند	ننگرند
۱۸۳ : ۱۲ : ۲۹	بذل وتفقد	بذل تفقد
۱۸۳ : ۱۲ : ۳۵	منشی	منشی بهد
۱۸۵ : ۱۳ : ۲۰	صله	صلهٔ خود

صفحه : نثر : سطر	نادرست	درست
۱۸۸ : ۱۳ : ۱۰	فرارسیده	وارسیده و فرار
۱۸۹ : ۱۳ : ۱۱۸	زادراه	بقدر زاد راه
۱۹۰ : خط بنام قطب الدوله بهادر : ۱۰	ناخواست معدن	ناخواسته
۱۹۰ : عنوان: ۲۲	٤	۲
۱۹۰ : ۲ : ٦	بجای	بجا
۱۹۱ : ۲ : ۲۷	تفقد	به تفقد
۱۹۲ : نامه بنام نامی شاه صاحب : ۱	(مصراع اول بیت باید مصراع [illegible] باشد)	
۱۹۵ : نامه بنام نامی نوروز علیخان بهادر: ۳۰	میپیمودم	پیمودم
۱۹۵ : ایضاً : ۳۲	آموختی	آموختمی
۱۹۵ : ایضاً : ۳٤	سخن	سخنم

۱۵۷ : ۳ : ۱۱	غزل	غزلی
۱۵۷ : ۳ : ۱۶	و خلوت	خلوت
۱۵۸ : ۳ : ۱۷	راهرانست	رهروانست
۱۵۸ : ۳ : ۱۸	فرمان	و فرمان
۱۵۸ : ۳ : ۳۳	باگویم	باشماگویم
۱۵۹ : ۳ : ۳۷	نومبر	نوامبر
۱۵۹ : ٤ : ۸	ملازمان	بوکه ملازمان
۱٦۰ : ٤ : ۱۷	کمتر	و کمتر
۱٦۰ : ٤ : ۱۸	جوازجامی	جواز
۱٦۰ : ٤ : ۱۹	تسویه	جامی تسویه
۱٦۰ : ٤ : ۲۳	و چشم	چشم
۱٦۳ : ٦ : ۹	نامهٔ،دیگر	نامهٔ دیگر
۱٦۳ : ٦ : ۱٤	میدهیم	میدهم
۱٦۸ : خط بنام جانی بانکے لال		
وکیل راج بهرتپور : ۱۵	پا	پای
۱٦۸ : ایضاً : ۲٤	واینان	واپنان
۱٦۹ : ایضاً : ۳٦	وانجام	انجام
۱۷۲ : ٤ : ۲۷	منحصر	منحصراست
۱۷۳ : ۵ : ۸	مهر شما	بهرشما
۱۷٤ : ۷ : ٤	رسیدند	رسیدید
۱۷۵ : ۷ : ۱۸	غمگین	غمین
۱۷۵ : ۷ : ۲۳	نمانده‌است	نمانده
۱۷۵ : ۷ : ۲۷	اندیشیده‌اید	اندیشیده باشید
۱۷۵ : ۷ : آخرین سطر	کشایش	کشاکش
۱۷٦ : ۸ : ۱۲	درین	درین

۱٤٤ : ۱ : ۳٤	اسدالله	از اسد الله
۱٤۵ : ۲ : ۳	میزد	میزند
۱٤۵ : ۲ : ٤	آن	پاسخ آن
ایضاً	هم	وهم
۱٤۵ : ۲ : ۷	افتاده	افتاد
۱٤۵ : ۲ : ۲۵	مولوی	حضرت مولوی
۱٤۷ : ۳ : ۲۵	کم‌وبیش	کما بیش
۱٤۷ : ۳ : ۳۲	نه‌نپسندم	نپسندم
۱٤۸ : ٤ : ۱۰	پیداست	وپیداست
۱٤۸ : ٤ : ۱۱	زد.	زد
۱٤۹ : ٤ : ۱۵	اندیشیده‌ام	این‌اندیشیده‌ام
۱۵۰ : ۵ : ۱۵	بن	بن
۱۵۲ : ٦ : ۲	راهرو	رهرو
۱۵۲ : ٦ : ۱۰	نه‌هفت‌اختر	ونه‌هفت‌اختر
۱۵۲ : ٦ : ۱۱	بالفضل	وبالفضل
۱۵۲ : ٦ : ۱۲	رابه	را
۱۵۳ : ٦ : ۱۸	آن	این
۱۵٤	ایضاً : ۶	ایضاً : ۷
۱۵۵ : خطوط‌بنام‌منشی		
هرگوپال تفته: ٤	لاچرم	لاجرم
۱۵۵ : ایضاً: ۵	هرق	عرق
۱۵٦ : ۲ : ۸	برد	مبرو
۱۵٦ : ۲ : ۲٦	ڈاک	به‌ڈاک[روان]
۱۵۷ : ۲ : ۲۸	گفتی	گفتنی

صفحہ : کالم : سطر	غلط	صحیح
۱۳۷ : ۲ : ۱۵	ای ندیم هان بنگر	هان ای ندیم بنگر که
۱۳۷ : ۲ : ۱۷	در پیری من	در پیری من و برنائی خویش به بزمستان سخن گستری
۱۳۷ : خطبنام جان جاکوب صاحب: ۱	فرخنده خو	فرخنده خوی
ایضاً	بست و هشتم	بست هشتم
۱۳۸ : ایضاً: ۸	آنبست	اینست
۱۳۹ : میر ولایت علی المخاطب به مشرف الدوله بهادر: ۳	آفتاب	فرتاب
۱٤۰ : بنام مولوی رجب علی خان: ۳	حالی	فالی
۱٤۰ : ایضاً: ۱	این	آری این
ایضاً	ان	بدان
۱٤۱ : ایضاً: ۱۳	بخانه	بخامه
۱٤۱ : ایضاً: ۳۵	۱۲۱۸ء	۱۸٤۸
۱٤۲ : ۲ : ۱٦	زر	نذر
۱٤۲ : ۲ : ۲۰	مکافات	بمکافات
۱٤۳ : ۱ : ۲	امیدافزائی	امیدفزائی
۱٤۳ : ۱ : ۷	بیرنگه	بیرنگ
۱٤٤ : ۱ : ۱۷	یس	پس
۱٤٤ : ۱ : ۲۹	دوراندیشی	در اندیشه
ایضاً	و خواهم	خواهم
۱٤٤ : ۱ : ۳۲	حسین	حسین صاحب

۱۲٦ : ۷ : ۳	نیشته	نبشته
۱۲٦ : ۷ : ٤	رسد	رسید
۱۲٦ : ۷ : ۱۲	پیچیده	پیچیدم
۱۲۷ : ۷ : ۱٤	پدیه	پدید
۱۲۷ : ۸ : ۷	التحیهٔ	التحیة
ایضاً	زمده	زبده
۱۲۷ : ۸ : ۸	رسید	رسد
۱۲۸ : ۸ : ۱۰	سپاس	سپاس عطیه
۱۲۷ : ۸ : ۱۱	عزیز	عزیز تو
۱۲۷ : ۸ : ۱۵	چند	چند بنام
۱۲۸ : ۸ : ۱۸	نامه	نامهٔ شما
۱۲۸ : ۸ : ۲۰	میداند	میدادند.
۱۲۸ : ۸ : ۲٦	برسد	برسند
۱۳۱ : ۱۲ : ۱۹	این را	این رای را
۱۳۱ : ۱۳ : ٦	مینویسید	مینویسی
۱۳۱ : ۱۳ : ۱۰	سفینه	این سفینه
۱۳۲ : بنام رای چهجمل		
کهتری : ۱	چومنیّ	چون منی
۱۳۲ : ایضاً : ۱٤	آورند	آرند
۱۳۵ : بنام منشی نبی بخش		
مرحوم: ۲۲	خزانه در تست	در خزانهٔ تست
۱۳۵ : ۱ : ۲	سخن	سخن من
۱۳۵ : ۱ : ۵	بائی	بهای
۱۳۷ : ۲ : ۵	پیدائی	بهدائی

۱۱۷ : ۳ : ۲۲	خان	خان‌بهادر
۱۱۷ : ۳ : ۲٦	سلام من	سلام
۱۱۷ : ۳ : ۳٦	ع	بیت
۱۱۸ : ۳ : ٤٦	فرو آمدن	فرود آمدن
۱۱۸ : ۳ : ۵۸	دامن	دامان
ایضاً	این	این بزرگوار
۱۱۹ : ۳ : ۷۱	که	که من
۱۲۱ : ٤ : ۲٦	ردآمد	در آمد
۱۲۱ : ٤ : ۲۷	بوی	وی
۱۲۱ : ٤ : ٤۳	وای	وای که
۱۲۲ : ٤ : ۵۵	بشمار	بشما
۱۲۲ : ٤ : ۵٦	حمدومدح و نعت	حمد و نعت و مدح شاه و ثنا
۱۲۳ : ۵ : ۱۲	منت پذیری	منت پذیری های
۱۲۳ : ۵ : ۲۰	خس	خسی
۱۲۳ : ۵ : ۲٤	میکش	میکش
۱۲٤ : ۵ : ۲۵	میفوستد	میفرستد
۱۲٤ : ۵ : ۲۸	آن	وآن
۱۲٤ : ۵ : ۲۹	شهزاده	شهزاده که
۱۲۵ : ٦ : ۳	داشه	داشته
۱۲۵ : ٦ : ۱۳	من	متن
۱۲۵ : ٦ : ۱۷	بهر	از بهر
۱۲٦ : ٦ : ۲٤	درازده	دوازده
۱۲٦ : ۷ : ۲	به	به

٩٩ : ٢ : ٣٥	لغات	لغت
ایضاً	ننگاشته	ننگاشته اند
١٠٠ : ٢ : ٤٦	کات	کاست
١٠٠ : ٢ : ٤٧	داری	دارای
١٠٠ : ٢ : ٥٣	و نبشین ببین	بنشین و ببین
١٠٠ : ٢ : ٦٠،٦١	سخندان‌خرد‌راستی جوی	سخندان راستی جو
١٠١ : ٢ : ٦٦	داده	داده اند
ایضاً	آوردهٔ	فراز آوردهٔ
١٠٣ : ٣ : ١٦	با	یا
١٠٨ : ٥ : ٤	آوردند	آورند
١٠٩ : ٦ : ٥	یاشی	یابش
١٠٩ : ٦ : حاشیه	ارزد	آرزو
١١٠ : ٦ : ١٤	سخن	سخنی
١١٠ : ٦ : ١٨	آموزگا است	آموزگار است
١١٠ : ٦ : ١٩	علی	علی خان
١١٢ : ٧ : ٣	گفقار	گفتار
١١٢ : ٧ : ٥	اسم ـ	اسم سامی
١١٢ : ٧ : ١٢	یاد	باد. فقط
١١٤ : ١ : ٣٧	زن	زن شما
١١٥ : ٢ : ٧	سراج‌دین	سراج‌الدین
١١٥ : ٢ : ٢٢	خواهیم	خواهم
١١٦ : ٢ : ٢٤	سرای از	سرای را از
١١٦ : ٣ : ٦	دولاب	به دولاب
١١٦ : ٣ : ٩	بر برگ	به برگ

۷۶	۵	*(بیت ۹)	هراناری راکه افشاریم از وی خون چکد هر نهالی را که بنشانیم دل بار آورد
۷۹	۸	غزل:۷	غزل:۸
۷۹	" ۷	بزم باغ	بزم و باغ
۸۰	۱۰ ۷	رازق	رزاق
۹۲	حاشیه ۳	طبیب	طبیب

منثورات

صفحه : نثر:سطر	نادرست	درست
۹٤ : ۱ : ٤	نه	ونه
۹۵ : ۱ : ۱٤	هفتادوسه	هفتادسه
۹۵ : ۱ : ۱۷	کوتا	کوتاه
۹۵ : ۱ : ۱۹	سودائی	سوادی
۹۵ : ۱ : ۳۳	زاید	زایده
۹۵ : ۱ : ۳٤	روی‌دست‌تازی	نقدروی دست پای عربی وکاف تازی
۹۵ : ۱ : ۳۵	مشهدی	مشهد
۹۶ : ۱ : ٤۹	مجموعه	مجموع
۹۶ : ۱ : ۵۵	چشم	اما چشم
۹۶ : ۱ : ۵۷	سر	که سر
۹۷ : ۱ : حاشیه	۵۵	۶۰
۹۸ : ۲ : ۱۶	هر که	هر در که
۹۹ : ۲ : ۲۹	منم که	منم

صفحه	منظومه	بیت	نادرست	درست
۵۸	قصیده:۴	۸	ملک	فلک
۵۹	,,	۱۵	بدین خرام بدین قامتت بدین رفتار(نادرست) بدین خرام و بدین قامت و بدین رفتار (درست)	
,,	,,	۱۶	فانی	جانی
,,	,,	۲۲	زنده دلان	زنده دل‌آن
۶۰	,,	۲۴	رفت آن	رفت و آن
۶۰	,,	*(بیت ۲۷)	من‌آن کسم که زافراط ورزش‌اخلاص نه‌غیبت‌است مرادعوی‌دوام حضور	
		*(بیت ۲۸)	توئی‌رحیم دل و من سقیم دوری‌به مباد رنجه شوی از نظارهٔ رنجور	
۶۱	قصیده:۵	۱	بختیاری	بختیارک
,,	,,	*(بیت ۷)	بمهر روی نو گردیدم آفتاب پرست نه ایرجم که‌عبث‌تن‌دهم‌بدین‌خواری	
		*(بیت ۸)	سپس بمذهب تورج که بود ماه پرست ترا پرستم‌ازین‌رو که ماه رخساری	
۶۲	,,	,, ۱۵	خوب	چوب
۷۰	,,	۷ ۲۶	صلهٔ گرنفرستی	صله گرمی‌نفرستی
۷۲	غزل:۱	۵	شد نشین	شه نشان
۷۴	۳	۱۱	بر	برد
,,	,,	۱۳	بهر	بحر

صفحه	منظومه	بیت	نادرست	درست
۲۲	۲۸	۱۰	قعطه:۲۸	قطعه:۲۸
۲۳	۳۰	٤	تفتهٔ اسد الله	تفته‌جان اسد الله
۲٤	۳۰	۱٤	پوت	پوٹ
۲۸	۳۸	۱	باما	بابا
۳۱	٤۵	۹	بود	بدی
۳٤	ترکیب بند	*(بیت ۲۱)	آه‌ازین‌خانه که‌روشن‌نه‌شود‌درشب‌تار جز‌بدان‌خواب که‌درچشم‌نگهبان‌سوزد	
۳٦	ترکیب بند	٤۷	مرگ عزادار	مرگ، عزادار
٤۰	ترجیع بند	٤	رابطه	رابطهٔ
٤۳	مثنوی:۱	۸	پیری	پیر
,,	,,	ع	یافث	یافت
٤۷	قصیده:۱	٤	برین	بدین
٤۸	,,	۱٦	خواهد	خواهم
٤۹	,,	۲۱	گوم	گویم
,,	,,	*(بیت ۲۷)	در آن‌دیار که‌گوهر‌خریدن‌آئین‌نیست دکان کشو دهام و قیمت گهر گویم	
۵۱	قصیده:۲	۱۵	بنور	به نور
۵۳	,,	۳٦	رقم	رقمی
۵۷	قصیده:٤	,,	قصیده:۳	قصیده:٤
۵۸	,,	٦	مبین هم پیالهٔ	ببین هم نوالهٔ

صفحه	منظومه	بیت	نادرست	درست
۷	٦	۱۰	خودم	خرد
,,	,,	۱۲	داوارا	داورا
,,	حاشیه		۱۱	۱۲
۸			قصیده	قطعه : ۷
,,			قصیده : ۸	قطعه : ۸
۸	۸	حاشیه	٦	۲
۹	۸	۵	گوند	گونه
۹	۸	۸	حسن والتفات	حسن التفات
۹	۸	۱۰	زدود	رود
,,	,,	۱۰	سل	سال
۱۰	۹	۳	ممنی	معنی
۱۲	۱۷	,,	نباشه	نباشد
۱۲	۱۸	,,	قصیده :۱۸	قطعه:۱۸
۱۳	۱۹	۲	خاکه	خاک
,,	,,	٤	حواله	حوالهٔ
,,	,,	۵	حان پدر	جان پدر
۱٤	۲۰	۳	کفقی	گفتی
۱٤	۲۱	۵	بکی	یکی
۱٦	۲۲	۱۵	فیروزهٔ نغر	فیروزهٔ نغز
۱۷	۲۲	۲۰	پاس	پاس
۱۹	۲۵	۱	ککته	کلکته
۲۰	۲٦	۱۰	اعلی	اعلیٰ

فهرست خطا و صواب در چاپ

باغ دو در

(* نشانهٔ عبارت حذف‌شده است که باید اضافه شود.)

دیباچه

صفحه	سطر	نادرست	درست
۲	۵	انطبع	انطباع
"	۶	بداده	نداده
"	آخرین‌سطر	نکارش	نگارش‌این
"	"	دیکردارده	دیگر دارد

منظومات

صفحه	منظومه	بیت	نادرست	درست
۳	قطعه: ۱	۲	لب تشنه	لب‌تشنهٔ
٤	٤	۱	زانتفات	کزالتفات
"	"	٤	تعلم	تعلیم
٥	٤	حاشیه		۸
٥	٥	حاشیه	۲	۲
"	"	٥	ینده	بنده
٦	حاشیه		ے	ئی

۱۸۷ : ۱۳ : ۸۲	کمک غالب به زن و دختر میکش.
۱۸۷ : ۱۳ : ۸۶	هدایات دربارهٔ گذراندن قصیده در دربار علی شاه.
۱۸۸ : ۱۳ : ۱۰۸	آخر عمر غالب.
۱۸۹ : ۱۳ : ۱۱۲	صلهٔ شاه اود.
۱۸۹ : ۱۳ : ۱۱٤	بار قرض.
۱۸۹ : ۱۳ : ۱۱٦	تنخواه انگریزی.
۱۸۹ : ۱۳ : ۱۱۹	عزم کعبه و مدینه و نجف.
بنام قطب الدوله	
۱۸۹ : ۱ : ٤	قصیده و عرضداشت برای دربار شاه اود قصد زیارت عتبات عالیات.
۱۹۱ : ۲ : ۲۰	سفارش برای میکش، قصیده در مدح واجد علی شاه.
۱۹۲ : بنام شاه صاحب : ۷	اقامت شاه صاحب در قلعه دهلی نرسیدن غالب به ایشان.
۱۹۳ : رر : ۱٦	قصیدهٔ غالب در مدح نصیر الدین حیدر و صلهٔ آن، وابستگی غالب با دربار شاه
۱۹۳ : رر : ۲۹	قصیده و قطعهٔ غالب در مدح واجد علی‌شاه
۱۹٤ : بنام نوروز علی خان : ۲	فرستادن دو نامه بواسطهٔ حسین مرزا به مظفرالدوله.
۱۹٤ : رر : ۱۲۰	سفارش برای میکش
۱۹۵ : رر : ۱۵	درددل غالب، بیزاری از دهلی و اهل دهلی
۱۹٦ : بنام دوستی : ۸	روزنامه‌هائی که از دهلی منتشر می شود
۱۹۷ : رر : ٤	عذر خواهی از هیرا سنگه.

(پایان)

۱۸۰ : ۱۰ : ۲۴ سخن فهم.

۱۸۰ : ۱۰ : ۲۵ بیزاری از نوروز علی خان.

۱۸۱ : ۱۱ : ۱۱ امیدواری منشور طاب از دربار اود مبدل به‌یاس.

۱۸۲ : ۱۲ : ۵ بحث کلمهٔ 'حرون'.

۱۸۲ : ۱۲ : ۶ کلمهٔ 'حرون' در قصیدهٔ غالب.

۱۸۲ : ۱۲ : ۷ تلفظ کلمهٔ 'لعب'.

۱۸۲ : ۱۲ : ۱۸ غسل صحت شاه اود.

۱۸۳ : ۱۲ : ۱ جشن غسل صحت شاه اود، قصیدهٔ مدح.

۱۸۳ : ۱۲ : ۴۳ غم روزگار.

۱۸۴ : ۱۲ : ۴۵ بزم جشن غسل صحت شاه اود.

۱۸۴ : ۱۳ : ۹ قصیدهٔ غالب در مدح واحد علی شاه به میکش فرستاده شد.

۱۸۴ : ۱۳ : ۱۲ حصول صله از شاه اود.

۱۸۵ : ۱۳ : ۲۵ هنڈوی.

۱۸۵ : ۱۳ : ۲۶ ساهوکاران.

۱۸۵ : ۱۳ : ۲۹، ۳۱، ۳۸، ۴۱، ۵۰ هنڈوی.

۱۸۵ : ۱۳ : ۳۸ خطی مهری.

۱۸۶ : ۱۳ : ۴۷ قرضدار، ڈگری داران.

۱۸۶ : ۱۳ : ۴۸ ڈگری ها

۱۸۶ : ۱۳ : ۵۰ هنڈوی صرف شاه جوگ.

۱۸۶ : ۱۳ : ۵۸ صندوقچهٔ غالب

۱۸۶ : ۱۳ : ۵۹ "بر تخت‌ها . . . . نشسته بودم"

۱۸۷ : ۱۳ : ۷۸ میوه دادن غالب به کودکی

۱۷۵ : ۷ : ۳۰	سومین نوبت در امیدواری صله از دربار اود.
۱۷۵ : ۷ : ۲۹	صله دادن نصیرالدین حیدر و نرسیدن آن به غالب.
۱۷۵ : ۷ : ۳۱	ندیمی امجد علی شاه برای غالب.
۱۷۶ : ۸ : ۳	ترسیل تاریخ یمنی [یمینی] از طرف غالب برای میکش .
۱۷۶ : ۸ : ۱۰	بیماری شاه اود.
۱۷۷ : ۸ : ۲	نامهٔ بیرنگ .
۱۷۷ : ۸ : ۳	بیماری شاه اود .
۱۷۷ : ۸ : ۲۱	بلا بهتر از بیم بلا.
۱۷۷ : ۸ : ۲۹	مهتمم ڈاک آشناست.
۱۷۸ : ۹ : ۱	بیماری شاه اود.
۱۷۸ : ۹ : ۵	تاریخ یمنی [یمینی] خریداری و ترسیل برای میکش .
۱۷۸ : ۹ : ۱۲	بیماری شاه اود، قصیده.
۱۷۸ : ۹ : ۱۴	پنجاه و سه سال طالع بد برای غالب.
۱۷۸ : ۹ : ۲۰	غسل صحت شاه اود.
۱۷۹ : ۱۰ : ۸	آهنگ گفتن قصیدهٔ و آغاز سرودن آن.
۱۷۹ : ۱۰ : ۱۱	در بارهٔ قصیده .
۱۷۹ : ۱۰ : ۱۲	فکر قطعه.
۱۷۹ : ۱۰ : ۱۲	فکر قصیده.
۱۸۰ : ۱۰ : ۱۷	قلمدان .
۱۸۰ : ۱۰ : ۲۰	رسم عزاداری.
۱۸۰ : ۱۰ : ۲۳	قطعه.

۱۶۷ : بنام‌جانی : ۱۸ غم‌زن و فرزند، یکی از ابیات غزل
بانکے لال غالب.

بنام میکش

۱۶۹ : ۱ : ۱۰ سفارش غالب برای میکش در دربار لکهنئو.

۱۷۱ : ۳ : ۲ سهر بیگم صاحب.

۱۷۱ : ۳ : ۳ مختار نامه بنام تفضل حسین خان.

۱۷۱ : ۳ : ۵ زر از خزانه برای بیگم صاحب.

۱۷۱ : ٤ : ۷ قصیده مدح امجد علی شاه.

۱۷۱ : ٤ : ۱۲ قصد ساختن قصیده درمدح واجد علی شاه و قطعه در مدح نواب قطب‌الدوله.

۱۷۲ : ٤ : ۲۲ بار گران قرض.

۱۷۲ : ٤ : ۲۸ صله از شاه اود.

۱۷۲ : ۵ : ۲ هنڈوی.

۱۷۲ : ۵ : ۵ قطعه در مدح قطب‌الدوله.

۱۷۳ : ۵ : ۷ شیوهٔ نظم و نثر غالب.

۱۷۳ : ۵ : ۱۳ نامه و قطعه برای قطب‌الدوله .

۱۷۳ : ۵ : ۱۵ فرستادن قصیدهٔ مدحیه شاه اود.

۱۷۳ : ٦ : ۱ رسیدن نامه و قطعه برای قطب‌الدوله.

۱۷۳ : ٦ : ٤ سر انجام ابیات قصیده.

۱۷۳ : ٦ : ۸ نامه و قطعه برای قطب‌الدوله.

۱۷٤ : ۷ : ۱٤ آمدن سید اکبر علی برای دیدن غالب.

۱۷٤ : ۷:۷،۸،۱۲ قصیده.

۱۷۵ : ۷ : ۲۲ توقع صله از شاه اود باقی نمانده.

۱۳۹: بنام مشرف: ۵ غالب در پیشگاه شاهزاده صاحب عالم، الدوله

بنام رجب علی خان

۱٤۰ : ۱ : ۵ طیلسان عطیه رجب علی خان.

۱٤۱ : ۱ : ۴۴ یکی از ابیات غزل غالب.

۱٤۲ : ۲ : ۸ عم غالب.

۱٤۲ : ۲ : ۱۰ منزلت غالب در در بارگورنر و خلعت وغیره.

۱٤۲ : ۲ : ۱٤ غالب در فرد فهرست دربار لاهور.

بنام تفضل حسین خان

۱٤۳ : ۱ : ۷ نامهٔ بیرنگ.

۱٤٤ : ۱ : ۱٦ صلهٔ مدح نواب [ٹونک].

۱٤٤ : ۱ : ۱۹ قصه مسافرت به اکبر آباد.

۱٤۵ : ۲ : ۱۹ ترجمه غالب از رسالهٔ در ''آئین بیجهای بانک،، از هندی [=اردو] بفارسی برای نواب ٹونک.

۱٤۵ : ۲ : ۲۳ دیباچه و خاتمه غالب برای رساله در ... بیجهای بانک.

۱٤٦ : ۲ : ۲۹ نوی طرز نگارش [در نثر فارسی]

۱٤۷ : ۳ : ۱۵ توقیع بهادر شاه ظفر و مکتوب انگریزی گورنر اکبرآباد برای غالب.

۱٤۷ : ۳ : ۲۰ نرسیدن صله و پاسخ عرضداشت برای غالب از نواب ٹونک.

۱٤۷ : ۳ : ۲۵ چاپ دیوان فارسی غالب در عرض دو ماه آینده بپایان میرسد.

۱۲۶	: ۷ : ۱۰	لنگ برای پیچیدن بسر.
۱۲۷	: ۷ : ۱۴	استخدام عباس بیگ بوساطت رجب‌علی‌خان
۱۲۷	: ۸ : ۶	بندۀ مرتضی علی.
۱۲۷	: ۸ : ۱۱	دو طیلسان عطیه رجب علی خان.
۱۲۸	: ۸ : ۱۸	پلنده لنگ.
۱۲۸	: ۸ : ۲۰	ڈاک انگریزی.
۱۲۸	: ۸ : ۲۲	پارسل کتابی از لکهنئو.
۱۲۸	: ۹ : ۲	لنگ فرستادهٔ جوهر.
۱۲۹	: ۱۰ : ۶	ورود رجب علی خان در دهلی.
۱۲۹	: ۱۰ : ۱۱	پسران و برادر رجب علی خان.
۱۳۱	: ۱۲ : ۲۵	توقع منشور طلب از لکهنئو.
۱۳۱	: ۱۳ : ۱۰	تقریظ برای جوهر.
۱۳۲	: بنام چهجمل : ۷	قضیه دیوان الور و راجه الور.
۱۳۲	: ” : ۱۳	آرزده شدن چهجمل از غالب و عذر خواهی غالب.
۱۳۳	: به‌فضل‌الله خان : ۲	سفارش غالب برای جوهر به‌دیوان راج الور.
۱۳۴	: به‌نبی‌بخش حقیر : ۲	بیتی از غزل غالب.
۱۳۵	: بنام علائی : ۳	معذوری غالب از سخن سرائی.
۱۳۶	: ” : ۲	غزل غالب.
۱۳۷	: ۲ : ۱۹	علائی جانشین غالب.
۱۳۷	: بنام جان جاکوب : ۱	اصلاح شعر.
۱۳۷	: ” : ۸	قصیده غالب در سید الاخبار منتشر شد؛ مطلع آن.
۱۳۷	: ” : ۱۲	نسخه خطی کلیات غالب برای جان‌جاکوب، بسفارش غالب برای لاله هیرا لال.

۱۱۸ : ۳ : ۳۸ فوت شاهزاده شاهرخ.

۱۱۸ : ۳ : ۵۱ هدایات غالب برای نوشتن عنوان نامه بنام ...

۱۱۹ : ۳ : ۷۱ غالب بندهٔ علی بن ابیطالب ع.

۱۱۹ : ۳ : ۷٤ ابیاتی از مثنوی ابرگهربار.

۱۲۰ : ٤ : ۷ سهر غالب.

۱۲۱ : ٤ : ۳۰ قمار بازی.

۱۲۲ : ٤ : ٥٤ تألیف سهر نیمروز.

۱۲۳ : ۵ : ٦ دو طیلسان و یک شال رومال و دو نامه
برای غالب از طرف سید رجب علی خان بهادر

۱۲٤ : ۵ : ٤ نقل مکان ـ تغییر منزل دادن غالب.

۱۲٤ : ۵ : ۱۹ سرآمدن هنگامهٔ ملتان.

۱۲٤ : ۵ : ۲۹ فوت دارانجت و قضیه تعیین ولی‌عهد بهادر شاه

۱۲٤ : ۵ : ٤۳ استیلای افاغنه.

۱۲۵ : ٦ : ۵ لنگ برای غالب، خریداری آن ...
جوهر و وصول آن و رد آن به پدر ...

۱۲۵ : ٦ : ۱۰ لنگ‌های ملتان در لاهور.

۱۲۵ : ٦ : ۱۱ وصف لنگی که غالب دوست داشت

۱۲۵ : ٦ : ۱٦ لنگ عطیه رجب علی خان.

۱۲۵ : ٦ : ۱٦ لنگ عطیه کالے صاحب.

۱۲۵ : ٦ : ۱۸ طیلسان زرین عطیه رجب علی خان.

۱۲۵ : ٦ : ۱۹ ظفر انگلیسیان و شکست سکھ.

۱۲٦ : ٦ : ۲۲ اخبار انگریزی.

۱۲٦ : ٦ : ۱۳ اصلاح شعر.

۱۲٦ : ۷ : ۳ ڈاک بیرنگ.

جدول مطالب مهم

در

مکاتبات باغ دو در

(شماره اول صفحه را و شماره دوم پس از دو نقطه مکتوب را وشماره سوم سطر مکتوب را نشان میدهد.)

بنام جوهر

ب - اسامی جغرافیائی

الف - اسامی و القاب اشخاص

(شمارهٔ پیش از دو نقطه صفحه را و شمارهٔ بعد از دو نقطه سطر صفحه یا در مورد نظم بیت صفحه را نشان می دهد)

فهارس :

فہارس باغ دودر

خاتمه کاتب

آفریدگار مہر و ماہ را سپاس کہ درین زمان فرخندہ توا...
کتاب فیض انتساب سبد چین از تصنیف جناب والا شان شہنشا...
قلرو سخن گستری، یکہ تاز عرصۂ معنی پروری علامۂ عصر ...
مبانی نظم و نثر رشک عرفی و فخر طالب نجم‌الدولہ دبیرالملک
اسداللہ خان غالب رحمۃاللہ علیہ حسب فرمایش منشی ہیرا سنگھ
صاحب کہتری ساکن دہلی واقع کوچہ گندی گلی کہ یکی از
شاگردان حضرت مصنف اند بخط بد نمط احقر العباد عنایت علی
بتاریخ ہفتم جولائی سنہ ۱۸۷۰ع روز پنج شنبہ صورت اختتام
پذیرفت .

..السعدین در مطبع مدرسه سرکار انگریزی و چون ازین سه گانه
..ترنش در گذرند همان سید الاخبار است؟ بارها نزد من دیده و به
..بها خوانده اند. ازین‌ها هر کدام را که پسندند روان داشته آید.
.. موسومه حکیم احسن الله خان به معتمدی سپردم تا برد (۱۵)
به مکتوب‌الیه سپرد. هنوز پاسخی ازان سو نرسیده. هرگاه
.. همان خواهد بود و بسوی شما فرستادن همان. نامهٔ که بنام
..علی خان بود خود بدان ناموز سپردم. زود نه دیر جواب
..ت و او را بمن حوالت کرد، چنانکه در نورد این ورق
.. میگذرد. غیاث‌الدوله حکیم رضی‌الدین حسن خان چه گویم (۲۰)
.. چه می گویند و قدر شما را یاد می کنند. روزی نیست که
..تی چند ذکر خیر شما بزبان نگذرد. روزی که نامهٔ شما میرسد،
.. روز بست سلام شما بدان ونلا جاه میگویم تا شمرده سلام‌ها
..بمن سپرده اند یا هرگاه که نامه بشما نویسم نگارش را بدان سلام
..انجام دهم. میر کرم‌علی صاحب نیز سلام میرسانند از اسدالله، (۲۵)
.. سه شنبه پانزدهم مئی و فرستادهٔ چهار شنبه شانزدهم ماه
..لور سنه ۱۸٤۹ عیسوی.

بنام منشی هیرا سنگه صاحب

..عادت و اقبال نشان منشی هیرا سنگه صاحب سلمه‌الله تعالیٰ
بعد سلام و آرزوی دیدار باور کنند و یقین دانند که دل بسوی
شما نگرانست. آیا چه روی داد که چهار روز برابر گذشت و تشریف
نیاوردند. اگر گناهی کرده ام گناه مرا ببخشند و اگر نیامدن را
وجهی دیگر است مرا ازان خبر دهند و اگر این چنین نیست، (۵)
بیایند و بار غم از دلم بردارند والسلام. اسدالله بیگناه و روسیاه
..عذر خواه.

حیف که در عهد اکبر و شاهجهان به گیتی نفرستادند. گ...
من و یزدان اگر دران خجسته روزگار بودمی، همچنین خسته و خ...
بودمی، خورش من از خوان دهر جز خون نبودی و دستگاه (۱)
من ازین دو روپیه روزینه افزون نبودی. سخن کوتاه از ا...
با خویش عهد کرده ام که در هفته یک نامه بسبیل ...
انگریزی بشما فرستم و محصول بر شما حوالت کنم تا از ...
نامه خاطر فراهم باشد. بنگرم تا چند ستوه نمی آئید و پاسخ ...
نمی فرمائید والسلام. از اسدالله نگاشته و فرستادهٔ دو شنبه ...
۲۷ نومبر سنه ۱۸۴۵ع.

بنام دوستی

خامه که گویای خموش است بزبان غالب آشفته ...
میزند. گفتار این بیزبان بوکالت بیدلان شنیدن دارد. ...
ورود آورد و جاذبهٔ نگاه شوق فروریخته کلک نواب ...
را از روی ورق در دل فرود آورد. دوباره رسیدن تحفه...
گره در ابروی مخدوم نیندازد. چه ارسال آن اوراق دو ...
پیش از رسیدن فرمان منع صورت بسته است. اکنون روانی ...
منع آن اخبار را از روانی باز داشت. فرمان داده اند که ...
از اخبار بهر فرستادن گزین باید کرد. رهی را پرورا جز این ...
که تحفةالحدایق نام دارد و شرف قبول نیافت، چهار ...
دیگر در شهر منطبع میگردد: سراج‌الاخبار در مطبع ...
و دهلی اردو اخبار در مطبع مولوی محمد باقر سلمه الله ...

---

۱ - دراصل :هی پرورا

غمزده غمخواری بیشتر خواهد جانگزا تر ازآنست که توان گفت.
یاری بخود آیند و لختی به غمزدگان گرایند. بیش ازین جگر تشنه
پاسخ نامه نمیتوانم زیست. اگر مشفقی منشی احمد سلمه الله تعالی
از حاضران انجمن نه بود میر احمد حسین را فرمان دهند تا سطری
چند از جانب شما بمن نویسد و اگر او نیز نمی آید حسبةلله (۲۰)
خود زحمت کشند و دو کلمه به جنبش بنان گهر فشان خویشتن به
نگارش آورند، بو که آن نگاشته حرز دفع اندوه تواند بود،
بالله العظیم[1] حالیاً به دهلی در آن گونه پیچتابم که ماهی در آتش
و سمندر در آب. شعر:

هر لحظه دل بسوی بیابان کشد مرا (۲۵)
آب و هوای شهر بمن سازگار نیست

هیچ صاحبدولتی در هند نیست که ازین گروه بیشکوه بگسلم و
خود را بدامن دولت وی بندم. چه کنم دستمایه من سخن است
و این را درین قلمرو کس بجوی نمیخرد. گوئی همه عمر باد
میپمودم. دریغ از روزگاری که در مشق سخن گذشت. کاش (۳۰)
از نخست به زمزمهٔ و سرود دل بستمی و چنگ و چغانه زدن
آموختمی. هیهات چه میگویم مگر درین طائفه که بمزدنوا نان
میخورند بی نوایان نیستند. اگر بمثل سرود سرائی نیز پیشه داشتمی
هم از نکبتیان آن فرقه بودمی، چنانکه اکنون سخن را کس
خواستار نیست نوای مرا نیز کس خریدار نبودی و عمرم (۳۵)
همچنین به ناکامی و تیره سر انجامی گذشتی. روزی یکی از همنفسان
را دل بر من و کاروبار من سوخت، اندوه من خورد و گفت

---

۱ - دراصل : باللهالعظیم

همت نواب صاحب قطب الدوله بهادر از جانب من درنگ نیست. ...
همین که حضرت جواب این عرضداشت مشتمل بر قبول التماس ...
به سید صاحب خواهند داد آن رأفت نامه بمن خواهد رسید ، فورا
قصیده و قطعه بواسطه میر احمد حسین ستوده خوی بعالی خدمت
خواهد رسید. عرضداشت اسد الله ، نگاشتهٔ دو شنبه، ...
ذی الحجه، ۱۲۶٤ هجری.

نامه بنام نامی نوروز علی خان بهادر

عالیجاها مخلصان‌امیدگاها، دیر است که به نامه نامور نه ...
ند. دوتا نامه بواسطه حسین مرزا به مظفرالدوله بهادر روان ...
آمد و کتابتی بدست میر احمد حسین فرستاده شد. میر احمد ...
خود در آن شهر رسید و شرف پابوس شما دریافت و بمن نوشته ...
رسیدم و نامه رساندم. مظفرالدوله بهادر چون گویم که نامه‌های
من بشما نداد و به روزن دیوارهای کاشانه نهاد. یارب این ...
بی‌التفاتی از چه راهگذر است، یا خود آن بود که غیاث‌الدوله و
دیگر احباب حال شما از من میپرسیدند یا خود از ناسازی روزگار
طرح آن افتاد که من از هر در دریوزهٔ خبر میکنم. ...
میر احمد حسین حال آن فرخنده خوی رقم کرده و بهم بر آمدن ...
دیده و دل را چاره‌گر آمده، همانا کمتر بخدمت میرسند و ...
تشنهٔ التفات است. پندارم به وی نپرداخته و او را به ...
بزرگانه ننواخته اند. بوی نپرداختن و او را ننواختن نیز ...
خبر میدهد که دل از من بر کنده و مهر از من برداشته اند
بیمهری شما خاصه درین روزگار که سخت غمینم و پیداست که ...

ر عالم اعیان ثابته که محل نزول فیض قدس، است هستی این خاکسار
ر هستی آن زبدهٔ اعیان روزگار مربوب یک اسم است. هر آئینه
اگرچه بصورت روشناس نباشم از روی معنی هیچگونه بیگانگی (۱۰)
درمیان نیست. امید که تفقد دریغ نفرمایند و حال مرا ازین
عرضداشت مجملاً و به اظهار سعادت و اقبال نشان میر احمد حسین
... عمره مفصلاً دریافته مرهم نه خستگیهای دل ریش این درویش
... زنند. واقعه این است که از عهد اورنگ نشینی فردوس منزل
... الدین حیدر پادشاه اود به صیغهٔ صلهٔ مدح زله خوار خوان (۱۵)
عطای آن سلطنتم. قصیدهٔ من بوساطت روشن الدوله بهادر به
پیشگاه سلطان گذشته و پنجهزار روپیه مرحمت گشته. در روزگار سریر
آرائی محمد علی شاه ذریعه نیافتم و در وقت فرمانروائی حضرت امجد علی شاه
... از ناسازگاری روزگار بر من رفت میر احمد حسین که ازان راز
... بعرض خواهند رسانید. حالیاً آن میخواهم که اگر نواب صاحب (۲۰)
والا مناقب رفیع الشأن قطب الدوله نواب قطب علی خان بهادر دام
اقباله مربی گری من فرمایند، قصیده را نزد برخوردار میر احمد حسین
فرستم تا آن سعادت نشان اول به نظر کیمیا اثر حضرت گذراند و پس
ازان بخدمت والای نواب صاحب رسانند و نواب صاحب به آئینی شایسته
بنظرگاه خاقان دارا دربان گذرانند و حال ثنا گستری و سخنوری من و (۲۰)
نوازش و بخشش فردوس منزل بعرض خسرو سپهر بارگاه رسانند. اگر بخت
نارسائی کند و عطیه بقدر جاه و دستگاه شاه نباشد، باری هم بدان
مایه بخشش که از عهد فردوس منزل معمول است قناعت میتوانم
کرد. حالیاً در فرستادن قصیده مدح شاه و قطعهٔ ستایش حضرت والا

است که بر خار و گل یکسان بارد. آنجا که تا خواست معدن (.)
معدن لعل و گهر می بخشند ، محرومی سایل بعدسؤال چه معی
دارد. سخن درینست که آن والا مناقب بدین درویش دلریش نپرداخته
و قصیده و عرضداشت را روشناس نگاه التفات حضرت خدیو آفاق
نساخته اند . وقت میگذرد ، قافله میرود ، همرهان بنده بسفر آماده
و برفتن مستعجل و من همچنان از تهیدستی و بی نوائی پابه گل. از
خدا را برین گوشه نشین اندوهگین ببخشایند و قصیده و عرضداشت
را بحضور فیض گنجور گذرانند و هر عطیه که بدان فرمان رود بی
آنکه درنگ بمیان رود بدین گدای امیدوار ارسال دارند. زیاده ازین[1]
جز دعای دوام دولت حضرت ظل سبحانی که دمادم وردزبانست
چه عرضه دارد. نامه نگار هوا خواه اسد الله، نگاشتهٔ روز شنبه ،
هژدهم ذیقعده ، سنهٔ ۱۲۶۵ بمطابق ششم اکتوبر سنه ۱۸۴۹ع

ایضاً : ٤

نامه بنام نامی نواب

بخدمت وافرالمسرت نواب صاحب جمیل المناقب رفیع الشان
امیدگاه آرزومندان دام بقاوه و زاد علاؤه، بعد اهدای هدیه سلام
که سنت سنیه حضرت خیرالانام است، نخست سپاس آن رأفت و
عطوفت که بر حال برخوردار کامگار میر احمد حسین طال عمره
و زاد قدره مبذول است و در حقیقت خود را موردآن میدانم
بجای می آرم و سپس به نگارش سطری چند که آئینهٔ صورت نمای
حال نامه نگار تواند بود مبادرت میکنم. بر ضمیر منیر که

---

۱ - دراصل : از بجای ازین

لہ شاہ اود چنانکہ جز من و شما دیگری نداند بمن خواهد رسید، (۱۰)
رٰی ازین پس هر قدر عمر من کہ باقیست در سایہ احسان
ما خوش خواهد گذشت. حالیاً ازین قرض کہ بار آن
وش‌فرسای منست سخت ستوهم چون این بار گران از دوش خواهد
تاد دیگر بہ تنخواه انگریزی کہ بمن می رسد قانع خواهم بود،
نان خشک قناعت کرده اوقات زندگی مستعار بسر خواهم کرد (۱۵)
دیگر وام نخوام گرفت بلکہ اگر توفیق همرهی خواهد کرد و
اِدراہ باقی خواهد ماند عزم کعبہ و مدینہ و نجف خواهم کرد.

شعر

یارب این آرزوی من چہ خوش ست
تو بدین آرزو مرا برسان والدعا

نامہ بنام نامی قطب الدولہ بہادر

.. همایون خدمت جناب نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان
بدہٴ مخلصان دام بقاؤه و زاد علاوهٗ. بعد اهدای هدیہ سلام مسنون
سلام و تمنای مواصلت وافرالمسرت بہ گزارش مدعا میگراید.
زگاری دراز سپری شده کہ قصیده و عرضداشت بخدمت عالی روان
نہ وبهزار آرزو آن خواستہ کہ این نظم و نثر را بنظر ربوبیت (۵)
حضرت قدر قدرت ظل اللهی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ گذرانند.
نا آهنگ آن داشت کہ چون بہ عطیہ شاهی کامیاب گردد بہ
عالیات روی آورد ـ آه از ناسازی طالع نامہ نگار کہ هنوز
ازآن بهار پدیدار نیست. دست کرم حضرت شاهنشاهی ابر رحمتی

درخور باشد گزارش کرده آن هر دو آرزو را روائی بخشند، یعنی هم
این فرخنده خوی فرخ تبار درسلک ملازمان و بندگان سلطان
فریدون فر دارادربان منسلک گردد و عمر خود را که یارب
باد همانجا بسر برد و هم این تهیدست بی نوارا بسبیل جایزه
سرمایه فراز آید تا برگ سفر ساخته بسوی دشت نجف بسر شتابد
ازآنجاکه فضولی آئین درویشی نیست و معهذا بزرگان گفته اند.

ع : که خواجه خود روش بنده پروری داند

بیش ازین زحمت نمی دهم و نامه را بدعاً ختم میکنم. چرخ
فرمان‌بر و ستاره فرمان‌پذیر باد. نامه نگار هواخواه اسد الله
نگاشتهٔ پنجشنبه، یکم رجب ۱۲۶۵ هجری مطابق ۲۴ مئی ۱۸۴۹ ع

نامه بنام نامی شاه صاحب

شعر: عجب که تشنه بمانم، سفال ریحانم
اگرچه نیک نیم خاک پای نیکانم

بجناب شاه صاحب قبله و کعبهٔ دوجهان رجوع آورده
مستمندانه ناصیه بر زمین می سایم و عرضه میدارم آه ازان روز
که با آنهمه خجستگی که داشت بخت مرا نکرد. همانا سخن دران
میرود که حضرت روزی بلکه ماهی چند در قلعهٔ این شهر
داشتند و من سوخته اختر به پابوس نرسیدم هر چند در معرض
محرومی هر قدر حیف خورده شود بجای خود است ، لیکن چون
پرده آفرینش به عنوان اندیشه نظر میکنم مکشوف میگردد که

فروغ خرد خداداد روشن است هویدا باد که این سید زاده ستوده
خوی را با کمترین پیوند روحانی است. پدر والا گهرش
میر کرار حسین سلمه‌الله تعالی از عمایـد سـادات والا تبار و
روشناس شاه و شهریار و از جانب فرماندهان انگلیسیه مخاطب به (۱۱۵)
شرف‌الوکلاء است. پسر را بناز و نعمت پرورده، علم و ادب
آموخته و منشوروکالت‌عدالت از پیشگاه حکام بنام وی حاصل
ساخته. این والا همت بلند اندیشه را بدان کار سر فرود نیامد و
خود را ریزه‌خوار خوان نوال شاه سپهر بارگاه اود خلد الله ملکه
و سلطانه خواست. ازان رو که راز خود از من نهان نداشتی (۱۲۰)
و جز رضای من کار نکردی ، آهنگ خود را با من سرود. همتش
را آفرین گفتم و کامیابی وی از حق به دعاً خواستم و چون خود از
عهد حضرت فردوس منزل ستایش‌گر و زله خوار آن دولت جاویدطراز
بزنم حق ستایش گزاردم و قصیده انشاً کردم و بوی فرستادم. از
آنجا که بخت همره بود و دولت یاور و اقبال رهنما میر احمد حسین (۱۲۵)
آرزومند ستوده را دامن آن والا جاه بچنگ آمد. ستاره چشم روشنی
گفت و چرخ گردنده پوزش‌گزار آمد. خاطرم از تفرقه آسود و غم
از دل رخت بر بست . انجام کاری که آغازش این باشد پیداست
که جز فرخی و خجستگی نخواهد بود. بالجمله دو گونه آرزو
گرد دل میگردد و از مدح سرائی و قصیده طرازی مقصود همین‌است (۱۳۰)
که ابر رحمت یعنی آن عالی همت که عالمی را تفقد پناه اند و
جهانی را امیدگاه، فرزانگی و مردانگی فرمایند و اقبال نشان میر احمد حسین
موصوف را بنظرگاه گیهان خدیو برند و حقیقت حال را به آئینی که

مضمونی که منظور باشد بنویسید تا بدان مضمون خط بنام شما بنگا
اگر حاجت باشد بنام قطب الدوله نوشته بشما ارسال دارم و نیز بعد
رسیدن قصیده حال‌ها بمن باید نبشت که چون نواب صاحب
قصیده را دیدند چه گفتند و چون پیش شاه گذراندند شاه چه گفت
بالجمله این همه حال‌ها میباید نوشت و بعد نوشتن این حالات در
باب صله آنچه رای شما اقتضا کند، بمن رقم باید کرد تا به
مضمون خط بنام شما یا بنام نواب صاحب نوشته بفرستم و
نیز بخاطر باید داشت که بدهلی بر هیچکس ظاهر نگردد، بلکه
خوشتر آنست که بمجرد رسیدن قصیده یک خط مشتمل بر رسیدن
قصیده فوراً روانه کنند تا دلم بیاساید. وزان پس حال گذشتن
آن به شاه و حقیقت صدور حکم شاه و آن که مرا چه می باید
کرد و خط بنام شما یا بنام نواب صاحب می باید نوشت و
بکدام مضمون میباید نوشت، همه نوشته می باید فرستاد و پس
سخنی که من نوشته‌ام فرا رسیده و اندیشه‌های دقیق به کار برده
جوابی که سراسر صلاح و عین صواب باشد رقم می باید کرد.
آغاز کار به خوبی و خوشی قرین بوده است و فی‌الحقیقت کاری
بزرگ کرده اید. اگر بجای شما روح‌الامین را فی‌المثل برین کار داشتمی
خوشتر و بهتر ازین نتوانستی کرد. اما هوشیار و خبردار
باشند که انجام نیز هم بدین خوشی و خوبی باشد که آغاز بوده
است. مباد در انجام کار لغزش پای روی دهد یا غفلتی واقع
بشود و کار ساخته شده دگرگون گردد. بالله آخر عمر منست
سخت درمانده و حیرانم. لختی بدین علاقه امیدوار شده ام و
بر توقع شما زندگی می کنم. فرزندان خدمت پدر پدر بسیار
کرده اند. اگر از حسن تردد شما این کار سر انجام خواهد یافت

رنجور شد. دیگر از وی خبر ندارم که چه شد و کجا رفت و حالیاً کجاست، بلکه از مرگ و حیاتش بیخبرم. گفت شنیده ام به لکهنئو رسیده و در آنجا زن کرده و زنی مالدار که دو صد و پنجاه روپیه ماهانه از سرکار شاه اود می یابد بعقد نکاح در آورده. گفتم والله بالله ثم تالله ازین واقعه هیچ خبرم نیست و سوگندمن حق (۷۰) بود که این خرافات نشنوده بودم. باری از بهرفریب‌دادن‌آن مردساده گفتم که اگر احمد حسین به لکهنئو رسیده بودی، چه امکان داشت که بمن ننوشتی، چه جای آنکه به لکهنئو رسید و زن کرد و صیدی فربه گرفت و مرا خبر نه کرد. بیچاره دو دل فروماند و ندانست که حق چیست؟ سپس از وی پرسیدم که (۷۵) ظفری بیگم خوش است. گفت خوش است و ایستادن و بپای خود به رفتن می تواند و میگوید که پدرم راست گوی هست و شما همه دروغ گوی. مرا مهر بجنبید. یک قوتی انگور و چهار رنگتره و یک انار ولایتی بدان کودک، دادم و گفتم این به ظفری بیگم دهی و خواهر خود را از من دعاً رسانی. گرفت و رفت و (۸۰) پدرش نیز با وی رفت. من با خود وعده دارم که اگر دستم رسد بجائی[۱]، صدی با ظفری بیگم و مادرش فرستم و گویم که تا از شوی تو خبری رسد بدین زر خوشنود باش. نامه بپایان رسید و سردی دل همچنان جوش میزند ناچار نوشته را مکرر مینویسم که این همه اندیشه‌های‌من استوار است و هیچ یک وسوسه بیجا (۸۵) نیست. باری بعد رسیدن این قصیده فکرهای بجا کنید و اطراف و جوانب کارها را نگرید و بسنجید که چه می باید کرد. بهر

---

۱ - دراصل : بجای

این خواهد بود، من در خط شما این نخواهم نوشت که پانصد روپیه بشما دادم. این خواهم نوشت که پانصد روپیه را فلان فلان جنس خریده از عقب ارسال خواهند داشت. جواب این سؤال (۶۴) زود باید نوشت و بس، اما وسوسهٔ دیگر از همه جان‌سوزتر است، یعنی من در شهر قرضدارم و ڈگری‌داران هستند. اگر خبر خواهند یافت ڈگری‌ها پیش کرده به حکم زر از من خواهند برد و سعی من و شما رایگان خواهد رفت و این زخم را به دو مرهم حاجت است یکی این که هنڈوی بنام من نباشد صرف شاه جوگ باشد، دوم (۶۵) آنکه آن سعادت آثار چنانکه اطلاع فرستادن خط قطب الدوله به دوستان خود نگاشته بودند این خبر را به هیچ کس ننویسند و چنان کنند که جز من و شما دیگری نداند که چه شد و کار به کجا انجامید، سبحان الله، سبحان الله!!

جهان بیمهر و گیتی دشمن و دلدار مستغنی (...)
مرا بر آرزوهای ثنائی خنده می آید

جان من دیروز که دو شنبه ۲۲ دسمبر و روز عید نصارا بود این ورق را تا بیت نوشته در صندوقچه نگهداشته بودم. امروز که سه شنبه ۲۳ دسمبر است بر تخت‌ها که زیردیوار گسترده اند در آفتاب نشسته بودم که ناگاه آن کودک که گاه گاه همپای (...) شما نزد من می آمد از در در آمد و گفت که پدرم بر در استاده است و بارمی طلبد. گفتم مانع کیست بیایند. رفت و با خود آورد چون نشستند، پرسیدم اسم شریف؟ گفتند میر امام الدین گفتم چگونه قدم رنجه فرمودید؟ گفتند پرسش حال میر احمد حسین دارم. گفتم که میر احمد حسین ازینجا به رامپور و از آنجا به بریلی رسید و در آنجا (۶۶)

نمی شناسم، لاجرم قطب الدوله را باید که مرا محتاج دیگری
نگذارند و قصیده را خود پیش کنند و صله بستانند و خود بمن (۲۰)
رسانند. چون این نقش درست نشیند و حاجت بوزیر نیفتد
و محض بمهربانی نواب قطب الدوله چنانکه گفته‌ام مقصود حاصل شود،
چون آن مقصود زر است خود بیندیشند که زر از لکهنئو بمن چگونه
خواهند فرستاد، مگر بسبیل هنڈوی خواهند فرستاد. شهر بیگانه (۲۵)
و مردم‌شهر عیارپیشه و شما را با ساهوکاران شهر شناسائی نه،
مبادا قباحتی روی دهد. ناچار داروی‌این‌درد آنست که چون
حکم‌عطای‌زر حاصل شود، بخدمت نواب صاحب عرضه دارند که
من مسافرم و طریق‌حصول‌هنڈوی نمی‌دانم. حضرت کدام
ساهوکار معتمد و متوسل خود را بحضورخود طلبیده زر بوی (۳۰)
دهند و هنڈوی از وی نویسانده درنامه‌خود ملفوف ساخته هم
بمن عنایت کنند تا من آن‌نامه‌را به اسد الله خان ارسال
دارم، اما این جا یک سخن باقیست یعنی آنچه برای شما قرار داده‌ام،
چگونه بشما دهم و این‌امر حوالهٔ‌رضای‌شماست. من میخواهم
که از پنج‌هزار روپیه پانصد روپیه بشما دهم. اگر رضای شما (۳۵)
باشد همدرینجا بگیرند و اگر رضای شما در آن نبود که این معنی
بر قطب الدوله ظاهر شود بنویسید تا بعدازرسیدن‌مجموع از
هنڈوی پانصد روپیه ازینجا بشما فرستم. در صورت‌اول خطی
مهری جداگانه بشما ارسال دارم و شما آن‌خط‌وسودهٔ‌خود را
بنظر نواب صاحب در آورده پانصد روپیه نزد خود دارید و (۴۰)
هنڈوی چار هزار و پانصد روپیه چنانکه نوشته‌ام از نواب صاحب
گرفته سوی من روان کنید و بشما میگویم که اگر صلاح‌شما

ستوه آمده ام زنهار درنگ نکنند و قطب الدوله را بر آن آورند که هم در بزم جشن غسل صحت کار مرا سرانجام دهند [...] و شما را خود آن باید که جواب این نامه زود نویسید. چهار شنبه یازدهم ربیع‌الثانی و هفتم مارچ روانه کرده شد.

ایضاً : ۱۳

سعادت نشان ما بشنوید و مضمونهای این مکتوب را بضمیر فرا گیرید، بلکه خود این مکتوب را نزد خود نگه دارید تا آنچه از دل رفته باشد باز به نگرستن ورق یاد آورید. نخست این سخن گفته میشود که نامهٔ شما رسیده بود، رقعه که بنام ناظر صاحب بود به ناظر صاحب فرستاده شد. مولوی اکرام الدین از جهان [...] رفتند و جهان جهان حسرت با خود بردند. تا اینجا آنچه نوشته‌ام برای اطلاع محض است، ورنه این حکایت ها بکار نیاید. اکنون گوش هوش بمن دارید که سخن‌های سودمند میگویم. چون [...] قصیده میرسد، خود بخوانند و به نواب صاحب رسانند و [...] کوشند که بنظر شاه گذرد و صله حاصل شود. یقین دارم که [...] از حسن‌سعی‌شما و عنایت نواب‌صاحب تا شاه خواهد رسید [...] باز چه خواهد شد؟ مردم میگویند که لامحاله حکم عطای [...] اگر صادر خواهد شد بنام وزیر صادر خواهد شد و بی وزیر کار از پیش نخواهد رفت. درین‌صورت می اندیشم که کار [...] خواهد شد. چارهٔ این کار همین قدر میباید‌کرد که این وسوسه [...] را بر نواب‌صاحب ظاهر باید کرد و از طرف من باید گفت که فلانی میگوید که من گدای یک درم و جزقطب الدوله دیگری [...]

---

۱ - در اصل: نویسند

گراید. جشن غسل صحت از بهرگذشتی قصیدهٔمدح پاکیزه تفریبی (۲۰)
ست. چه خوش باشد که این نامه که من امروز مینویسم و
فردا روان خواهد شد بشما نرسیده باشد که قصیدهٔمن به شاه بلکه
عطیهٔ شاه بمن رسیده باشد. لله در من قال :

جهان بیمهر و گیتی دشمن و دلدار مستغنی
مرا بر آرزوهای تمنائی خنده میآید (۲۵)

میخواستم نامه بنام نامی قطب‌الدوله بهادر نوشتن و بشما فرستادن
و از شما آن خواستن که این را به نواب صاحب دهید و بر این
نامه بنای گفتگو نهید، لیکن اندیشیدم که این فضولیست. شما خود
وقت‌کار در نظر دارید و غافل نیستید و نواب صاحب در بذل و تفقد
مضایقه نمی فرمایند : (۳۰)

کار ساز ما بفکر کارما
فکر ما در کار ما آزارما

باری اگر مناسب دانند سلام من به نواب صاحب رسانند، بلکه
اگر توانند و جا یابند این نامه را بنظر گاه شان‌گذرانند. آنچه از مهربانی
و مهرورزی مشفقی منشی یحیی علی خان نسبت بخویشتن رقم (۳۵)
کرده اند، محبت آن فرخنده گهر در دلم جا کرد. آنکه شما را
چون من عزیز دارد، من چون عزیزش ندارم؟ شفقتی که بر شما
میکنند منتی است که بر من مینهند. هم از نوشتهٔ شما پدید آمد که
تخلص میکنند و سخن میگویند. سلام من بایشان و کلام ایشان
من باید رساند. از اسد الله، نوشتهٔ سه شنبه ۱۰ ربیع‌الاول (۴۰)
مارچ، جواب طلب. چون دیروز تا شام بلکه تا این‌وقت که
چهار شنبه صبحدم است خطی از هیچ جانب نرسید، من این خط
روان میکنم و بشما اطلاع میدهم که اکنون ازغم‌روزگار

دیگر جز اظهار حزن و ملال و طاب تفصیل حال چه نویسد. اسدالله
نامه سیاه.

ایضاً : ۱۲

جانا سعادت نشانا، لفظ و معنی نامه، نبشتن هنوز در دیده و
دل جا داشت که نامهٔ دیگر رسید. از آنجا که اندران نامه ...
پیش ازین رسیده است نوشته بودند که تا من نامهٔ دیگر نفرستم
پاسخ نباید نبشت. اکنون که دستوری پاسخ نگاشتن رسید مینویسم.
نهان نماناد که حروف لفظ عربی و املای آن به حای حطی است.
اگر در قصیده بهای هوز رقم گشته است، گنه از جانب کاتب است
نه از جانب من. هر آئینه باید که باصلاح این لفظ کوشند. لعب
هم بحرکت کسری عین جائز است و هم بسکون عین روا ...
فی‌الصراح. آرمیدن شما بسایه‌دیوارمشفقی قطب‌الدوله هم در ...
بر شما مبارک باد و هم بر من. زنهار ازین جوانمرد صاحبدل ...
دوری نگزینند و دولت هم ازین در جویند. آنکه این مایه غمخوارگی
میکنند شما را ضایع نخواهد گذاشت. نامه میر مهدی به میر مهدی
و نامه میر امام‌الدین به میر امام‌الدین رسانده شد. من خود امروز
این نامه بشما انشأ میکنم و نگاه میدارم. اگر نامه از آن هر دو
تن بمن میرسد هم درنوردایین‌ورق میفرستم، ورنه فردا ...
تنها همین ورق را به ڈاک روان میدارم. خبرهای ناخوش از
شاه اود سامعه گزا بود. جاودان مانید که دلم را به جای آورده‌اید.
برخاستن فرجام رنجوری و تهیه غسل صحت بتعین روز پنج شنبه ...
یارب هم‌چنین باد نوشتید لیکن آن ننوشتید که دل‌نیرو پذیرد و خاطر ...

---

۱ - دراصل : نامه

های شما پدید آمده که شمارا با قطب الدوله که از ندیمان خاص سلطان است قربی و انسی دست بهم داده است در دل میسنجیدم و میگفتم که ع:

باشد که همین بیضه بر آرد پر و بال

سخن کوتاه هوسهای رنگ رنگ داشتم و یقین من بود که میر احمد حسین که بمنزلهٔ فرزند منست و سیمای سعادت دارد. عجب نیست که قطب الدوله را بران آورد که ذکر من با شاه اود کنند و منشور طلب از پیشگاه خسروی بمن فرستند تا من به لکهنؤ رسم و شاه را دریابم، روزگار ناکامی سرآید. اما نازم به بخت و قسمت خویشتن که آن هنگامه خیال برهم خورد و آن همه امیدواری به یأس مبدل شد و چگونه چنین نبود که اقبال‌نشان میر مهدی نامهٔ موسومهٔ خود که نگاشتهٔ شما بود بمن نمودند. یا الله تا آن نامه را دیده ام از خود رمیده ام و بفکرهای دور و دراز[1] افتاده ام. آخر این چه خواهد بود که شما را ناکام از لکهنؤ میباید رفت برای خدا دل غمزدهٔ صبر و قرار بهم زده را چاره گر شو و ترا بخدای توانا و ارواح ائمهٔ اطهار علیهم‌السلام حال خود راست‌راست باز بنویس. آنچه در نامه میر مهدی نوشته سراسر خلاف آنست که در اندیشه داشتم و در تصور میگذشت و عجب که گاهی بمن ازین حالات ننوشتی. اکنون هم بجان تو سوگند که تا نامهٔ دیگر از تو بنام من نرسد و حال ترا سر بسر ندانم که چیست دلم آرام نگیرد. لله زود باش و نامه بسوی من روان دار و حال خود موی بموی برنگار. ع:

ای بسا آرزو که خاک شده

---

۱ - دراصل: دور دراز

گفتم از کجا دانستید که نواب نامه بمن فرستاده است. گفتند (...)
از روی نگارش میکنش. باری آن نامه پیش ایشان نهادم، خواندند و
باز بمن دادند. حالیا آرایش قلمدان منست. پدید آمد که شاه جی
التفات کمتر میکنند. باری از درویشان دعا کافیست. خود را به
نیروی دانش دانش خدا داد سرانجام دهند و از خدا امیدوار
باشند. هرچند تا بستم صفر رسم عزاداری شایع است، اما باشد (...)
که همدرین مدت سر رشته بچنگ آید ، ورنه اگر حیات باقیست
بستم صفر نیز دور نیست . آرزومند آن ماندم که دانستمی مرجع
به لطف سخن وارسید. قطعهٔ را که سوای مدح فصلی از گزارش
مدعا نیز داشت بکدام زبان ستود . حیف که سخن‌فهم در عالم
نیست. پشیمانم که به نوروز علیخان خط چرا نوشتم. من خود (...)
میدانستم که جواب چه خواهد بود، لیکن بپاس خاطر شما نوشتم.

شعر

خدا گر بحکمت ببندد دری
گشاید به بخایش خود دری (کذا)[۱]

بنگرند تا خواهش الهی چیست. امید که کامیابی شما روی (...)
و یزدان شمارا بپایه بلند رساند والدعا ، از اسدالله نگاشته (...)
شنبه، ۱۲ محرم الحرام، سنه ۱۲۶۵ هجری.

۹ ایضاً : ۱.۱

شعر

باآنکه هیچ مطلب‌ممکن روا نشد
دل خوش نمیکنیم مگر از محال ها

از روزی که لکهنئو آرامشگاه شماست و خود از روی نگارش

۱ ـ رک تحقیق نامه

علی محمد خان رساله دار که در لکهنئو رسیده از منتسبان رضی الدوله است در یافته رقم میتوان کرد والدعا. از اسدالله نگاشتهٔ روز یکشنبه، ۲۰ صفر ۱۲۶۵ هجری مطابق ۲۱ جنوری سنه ۱۸۴۹ع . فردا که دو شنبه بست و ششم صفر و بست و دوم جنوری است به ڈاک فرستاده خواهد شد انشأ الله العزیز العظیم . (۳۰)

ایضاً : ۱۰

صاحب من ، دلنواز نامه رسید و اندرز های سودمند دلنشین شد. نامه بنام نامی نواب مظفر الدوله بهادر میرسد و رقعه معین الدوله[1] یعنی حسین مرزا که موسومهٔ من است نیز با آن نامه میفرستم . نشان مسکن مظفر الدوله از روی آن رقعه خاطرنشان دربنس کنند و بجویند و چون بیابندم[2] نامه سپرده کتاب بستانند و (۵) به شیخ صاحب رسانند و هرگاه شیخ‌صاحب باز دهند بسبیل ڈاک به سوی من روان دارند . نامه نامی نواب مسرت فزای خاطر غمناک شد. آغاز خوش است. یارب انجام نیز خوش باد. آهنگ گفتن قصیده دارم و گفتن آغاز کرده ام. از سه روز آتش تب در نهاد من زده‌اند و این کشاکش ازفکر باز داشته. بهر تقدیر آخر (۱۰) این ماه یا اول صفر قصیده برکاغذ مذهب و مطلا بخدمت شما خواهد رسید. فکر قطعه نیز دارم. اگر خدا میخواهد، بعد از انجام پذیرفتن فکر قصیده فکر آنهم میکنم، خاطر جمع دارند . نامهٔ موسومهٔ ناظر جی فرستاده شد . همان روز خود آمدند و خط نواب از من خواستند .

---

۱ - دراصل : معیّن الدوله

۲ - در اصل : بیابند

همانا دانسته باشد که من بد شما نمیتوانم شنود. تاریخ یمنی (
عجالةً[۱] بهر قیمت که دست بهم داد خریده در مومین جامه پیچیده
بعد ادای[۲] محصول بشما فرستاده ام . از تصرف کار پردازان شما
پرمٹ شاهی محفوظ باد. بی تکلف از جانب خود به خدمت راجه امداد
علیخان بهادر پیشکش کنند و نام من نبرند . راجه مرا چه
که من کیستم، بیهده از من بروی سپاس چرا نهند، ممنون
خودش سازند که ناموری شما بلند نامی منست و بس . به استماع
رنجوری شاه از قصیده دلسرد شده ام تا دیگر چه روی دهد و انجام
کار چه باشد. بخت بد مرا به سعی و کوشش نکو نتوان کرد. من
طالع بد خود را نیک می شناسم و پنجاه و سه سالست که نمونهٔ
ناخجستگیهای اینم. یزدان در عمر و دولت شما بیفزاید و نتیجه (
سعی شما را بروزگار من عاید گرداند . پنج آهنگ نوشته میشود
چون تمام نوشته میشود، آن نیز همچنان فرستاده میشود . مخفی
نماند که من این تاریخ یمنی و پنج آهنگ بشما میدهم ، راجه
و منشی را نشناسم خود بهر رنگ بهر که خواهید و مناسب دانید
بدهید. خبر رسیدن کتاب و غسل صحت شاه و حال قصیده زود (
میباید نوشت و این نیز می باید نوشت که باوجود این همه مهربانی
های نواب از چه راه است که تا امروز بهر شما کاری و خدمتی
معین نشده؛ عمر به بیکاری میگذرد. صرف از کجا میکنید و نان از
کجا میخورید و در مستقبل امیدواری چیست . دیگر
حامد علیخان مفصل میباید نوشت و نیز احوال شاه سمن خان پسر

---

۱ - دراصل : عجالتاً
۲ - در اصل : آدای

در باب کتاب نیز اندیشه دارم که مباد نرسیده باشد[1]. از بهر خدا
این چه روش است. دستوری داده ام که نامه بیرنگ می فرستاده
باشید. از شما جز یک فرد کاغذ چه میرود. می سنجم که شاه
بیمار است و کارها درهم و شما را از فرط محبت دل نمیخواهد (۲۰)
که خبر ناامیدی بمن نویسید. هی‌هی نمیدانید که بلا بهتر از بیم
بلاست. جانا من‌غمزده محروم‌ازلم و به نا امیدی خوی کرده‌ام، از
بوت مطلوب آنقدر غمین نمی شوم که کار من بهلاک انجامد. زنهار
محابا نکنند و هرچه روی داده باشد اگر خوش است و اگر ناخوش
بنویسند و زود نویسند و پر زود نویسند ، حال‌خود و رسیدن کتاب‌و (۲۵)
حال شاه و حال حامد علی خان. از حال شما مقصود آنست که
چون خیریت شما دریابم، دل از تفرقه وا رهد و شکیبائی روی
دهد. از کتاب آن میخواهم که اگر رسیده است فهوالمراد،
ورنه از مهتمم ڈاک که آشناست باز پرس بمیان آرم و حال
شاه از بهر آن می پرسم که فرا رسم که بخت من در چه کار (۳۰)
است و از حال حامد علی خان محض اطلاع مطلوب است که علم
شی به از جهل شی، والدعا. از اسد الله مرسلهٔ یکشنبه، چارم
فروری، سنه ۱۸۲۹ع. جواب طلب.

ایضاً : ۹

نامهٔ شما رسید و رنجوری شاه دل گدا را بدرد آورد . یارب
به عطیهٔ صحتش بنواز و کار من از وی به سامان ساز . آنچه در
بارهٔ مهر امام الدین نوشته بودند ، مسلم که چنین باشد، اما برب
کعبه که درین دوبار که نزد من آمده هر گز شما را ناسزا نگفته

---

۱ - دراصل : باشید

روزگار است و پرورش دختر بر وی دشوار، والدعا. از اسد الله
نوشتهٔ پنج شنبه، پنجم جولائی مطابق سیزدهم شعبان. جواب طلب.

ایضاً : ۸

اقبال نشانا، بحساب متعارفه رسمیه روزها و بشما رنگرانی خاطر
من سالها گذشته که نامهٔ شما نرسیده. روز سه شنبه، بست و سوم،
جنوری بود که پارسل کتاب تاریخ یمنی بعد ادای محصول در
ڈاک روان داشته‌ام. تا امروز که یک شنبه، چهارم فروری است
از رسیدنش خبر نه یافته ام. مدت سیزده روز اندک نیست که زیرا
رسیدن کتاب از دهلی به لکهنئو و رسیدن نامه از لکهنئو به
دهلی درین مایه مدت صورت نتواند گرفت. ثانیاً بشما نوشته بودم
که حال حامد علی خان باید نبشت. اینجا در باره آن بیچاره سخنها
میرود. یزدان از بند و زندانش نگه دارد. این‌ها همه یک طرف،
آوازه رنجوری شاه اود نه آنچنان بلند است که خود را از
اضطراب نگه توانم داشت. خاصه وقتی که شما نیز نوشته باشید که
شاه بیمار است. درین صورت چون از هر سو شنوم که بیمار است، چرا
مضطرب نشوم. با این همه منشأ فراوانی قلق[2] و اضطراب نرسیدن
نامهٔ شما است که در پیچ و تابم افگنده است. نخست از جانب شما
که مبادا بیمار شده باشید، سپس از جانب شاه که مبادا
چنانکه مشهور است، رنجوریش دراز کشیده باشد[3]. بعد از این

---

۱ ـ دراصل: سویم
۲ ـ در اصل : خلق
۳ ـ در اصل : باشید

لي است نهان میدارند، اما این چنین رازهای بزرگ کی نهان میاند.
ون آفتاب نیمروز روشن است که شاه اود مجنون محض است. وزیر به
نجدار و مریز روزگار بسرمی برد. مدعاً از تحریر این سطور آن
له ازین علاقه قطع نظر کرده ام و هر گز هیچ گونه شائبهٔ توقع
اق نمانده است. از بهر شما اندیشه‌ناکم و نیز از بهر
طب‌الدوله غمگینم و هیچ نمی دانم که پایان صحبت چه خواهد
ود. اکنون از امیدواری و ناامیدی من یکسو شده حال سلطان (۲۵)
ماجرای سلطنت و آنچه بر قطب‌الدوله و دیگر ندمای شاه میرود
آنچه در حق خود اندیشیده اید راست راست بی کم و کاست بمن
نویسید. من خود بموجب این مصرع :

گذشتم از سر مطلب تمام شد مطلب

سه خودرا آزمودم و خود این سومین[1] نوبت است. نخستین
از نصیرالدین حیدر مدح شنید و زر بخشید، روشن‌الدوله و
منشی محمد حسن پلک خوردند و پشیزی بمن نرسید. دومین بار (۳۰)
ند علی‌شاه مرا به ندیمی پذیرفت و فرمان داد که پنج‌هزار بنام
ن و پنج‌هزار به طریق زادراه همگی ده هزار روپیه فرستاده شود
فلانی درین جا طلبیده شود. هنوز این حکم امضاً نه پذیرفته
که سرطان بر آورد و دو هفته صاحب فراش ماند و بمرد.
بار خود آنچه روی داد شما نیک می دانید، اناللّه و انااليه‌راجعون.
نی ظفری بیگم نگاشتهٔ کلک میرمهدی که میر امام‌الدین بمن داده
در نورد این ورق میرسد، بخوانند و بدانند امراؤ بیگم زوجه
شاه میر امام‌الدین را جواب داد، بیچاره فروماندهٔ کشایش (۳۵)

---

۱ - دراصل : سویمین

و مولائی سید اکبر علی بدیدن من آمده بودند. گفتند که فرد
کتابتی به فلانی میفرستم. من نیز این دو سه سطر نگاشته به
سید ستوده خوی سپردم تا در نورد نامهٔ خود فرو پیچند و
فرستند والسلام. اسد الله.

ایضاً : ۷

جانا فرهنگ‌دانا روزهاست که نامه بما رسیده و ما پاسخ هنو
ننوشته ایم. چه نویسیم که کار بپایان رسیده و گفتنی و نوشتنی
نمانده. یزدان بر عمر و دولت شما فزاید. کار را سره کردید، بجا
رسیدند و رساندید که می بایست، اما باقضا ستیزه نتوان کرد
پادشاه مجنون و سلطنت درهم، کارها تباه، شما چه کنید و
قطب الدوله چه کند، اگر ولیعهد نمی‌مرد نیزکار بهنجار نبود
کس قصیده پیش دیوانه چون برد و با وی چه گوید که این
چیست. گرفتم که این‌هم شد و قصیده در نظرش در آوردند
خواندن آغاز کردند. خندید و سر جنبانید و کاغذ از دست‌خوانند
گرفت و بدندان خائید و بر زمین انداخت، یا شنید و بکاری دیگر
روی آورد و در خصوص مدعای سایل حرف نه زد. بالفرض والتسلیم
پس از شنیدن‌قصیده ازآنجا که للجنون فنونٌ مثلی است حکمی
بفرستادن خلعتی یا بخشیدن هزار اشرفی فرمان داد، فرمانش
می‌برد و خلعت‌که میفرستد و زر که می بخشد و کارپردازن‌سلطنت
بحکم‌دیوانه زر چرا دهند و خلعت چون فرستند. اگر
شاه مجنون است وزیر خود دیوانه نیست. بالجمله این همه دانسته
و از نیرنگ قضا بخود فرومانده. هر چند آن عزیز بدان نظر
دل شکسته و غمگین نگردم نویدامیدواری میدهند و آن

که نامه کشاده عنوان نیست ملول نشوند. شیوهٔ من از مردم دنیا
جداست. هم در نظم و هم در نثر ازمهرشما آنها نوشته ام که
ن دانم و خدای من . باری این نامه را ببرند و به قطب‌الدوله
دهند و عرض کنند که فلانی همچنین عنوان بسته فرستاده است. (۱۰)
چون در حضور شما کشاده شود و خوانده شود بشنوند و بنگرند
که چه سحربیانی کرده ام و چه نوشته ام. بخدمت شاه صاحب
بندگی رسانند و عرضه دارند که فرمان بجای آورده ام و نامه و قطعه
به قطب الدوله فرستاده ام ، حالیا مدد از شما میخواهم و پس .
جواب از قطب الدوله حاصل کرده زود ارسال دارند تا قصیدهٔ (۱۵)
مدحیهٔ شاه فرستاده شود . اسد الله .

ایضاً : ۹

سعادت نشانا ، نامهٔ شما رسید و رسیدن نامه‌وقطعه بنظرگاه‌مرجع
خاطرنشان‌من شده . حالیا چنانکه آن‌اقبال‌آثار نبشته اند
چشم براه آن نامه دارم که در نورد آن بجواب نامهٔ من باشد از
جانب مرجع. از سرانجام ابیات قصیده خاطر فراهم دارند که دران
کار درنگ روی نخواهد داد، اما چنانکه پیش ازین نوشته ام (۵)
می باید نوشت که اورنگ نشین حال چون اسلاف خویش تا چهل
روز ماتم میگیرد یا همان سیزده روز. دیگر دل میخواست که آنچه
وقت خوانده شدن نامه و قطعه درآن انجمن روی داده و برزبان
شیخ و ندیمانش گذشته باشد می نوشتند. افسوس که ننوشتند.
به خود از جانب خود نیز ننوشتند و دادنگارش من ندادند که
نظم و نثر یعنی هم در قطعه و هم در نامه ذکر شما بچه
عنوان نبشته ام. بهر حال امروز که آدینه چارم محرم است مخدومی

اما شرط آنست که خلاف بمن ننویسند و آنچه من گویم همچنان بعمل آرند . فی الحال کار اینست که عرضداشت موسومه شاه صاحب را بشاه صاحب رسانده طرح آن افگنند که شاه صاحب (۱) آن رابه نواب صاحب نموده و عبارت آنرا خاطرنشان اوشان ساخته اجازت فرستادن قصیده گیرند تا من آن قصیده را بشما فرستم و دل خوش دارند که قطعه مدح نواب نیز با آن خواهد بود . سعی دران نباید کرد که شاه مرا سوی خود خواند. همه تن در آن باید کوشید که صله حاصل گردد. سپس اگر شاه طلبگار من (۲۰) خواهد بود ، زری دیگر ازبهرزادراه خواهد فرستاد ، ورنه من در صورتی که بارگران قرض بر من نبود گوشه و توشه ، که دارم برآن قانعم . بجمل مرا درین چنین موقع مفصل می انگاشته باشند و انشاء الله با خدا پیمان بسته ام که جز راست نگویم. راستی همین است که نوشتم جاه و دستگاه و نموداری و خودآرائی (۲۰) نمیخواهم؛ راحتی و فراغتی مطلوب منست و بس و حصول آن راحت و فراغت در ادای قرض منحصر و ادای قرض در آنقدر که من صلهٔ خویش از شاه اود می سنجم متصور، الله بس ما سواه هوس.

ایضاً : ۵

دل و جان من فدای تو باد . نامه رسید و حالها حالی شد . روز شنبه ۱۳ نوامبر سنه ۱۸۴۸ع هنڈوی بست و یک روپیه و دوازده آنه فرستاده ام . غالب که رسیده باشد . نامه بوساطت مظفر الدوله سوی نوروز علیخان بهادر روان داشته و در بارهٔ تتمه سخنی چند نگاشته ام. فی الحال نامه بنام قطب الدوله که قطعه (۱) مشتمل بر بست و هفت بیت نیز در نورد آن است میفرستم . ازاین

ایضاً : ۳

نور دیدهٔ غالب طال عمره. کار بپایان رسید . حوصله را کار باید فرمود و به بدروشیهای این‌قوم رنجه نباید شد . مهر بیگم صاحب برحاشیه کاغذ ثبت کرده میفرستم . چنانکه آئین است مختار نامه بنام نامی میر تفضل حسین خان صاحب بباید نبشت و زر از خزانه چنانکه رسم است باید گرفت و به فیض‌علی پس از شمردن (۵) باید سپرد . اسد الله .

ایضاً : ٤

اقبال نشانا، نامه مسرت که در شمار سومین(۱) بود رسید . رقعه موسومه ناظر جی فرستاده شد . نخستین نامه را هنوز پاسخ نفرستاده اند . درین باره گناه از جانب من نیست . آنچه بسبیل خبر نگاشتهٔشما بود خاطر غمزده را شادمان کرد و آنچه بمن بطریق احکام‌مرقوم بود بفهم من نرامد و دل‌سودازده را لختی پراگنده (۵) ساخت . دیوان فارسی من از دهلی تا مدراس و حیدر آباد و از لاهور تا هرات و شیراز رسیده. قصیده مدح شاه جنت آرامگاه دران مندرج است و عالمی آنرا نگرسته . این ننگ بر خود کی روا دارم که آنرا بنام دیگری نامور کنم. سیم و زر و لعل و گهر نیست‌که دستم بدان نرسد، سخن است و از مبدأ فیاض گنج در گنج بمن (۱۰) عطا شده . خاطر جمع دارند و همین که جواب نامه شاه صاحب بمن رسید ، قصیده تازه و قطعه تازه را نزد خود رسیده پندارند ،

---

۱ - دراصل : سویمین

نوشته خواهد شد ، خاطر جمع دارند، اما خاطرنشین‌شما باشد که اعتقادالدوله گوشه نشین محض است، با شاه و مقربان بارگاه صحبتی نه دارد . بحیرتم که چه میتواند کرد و کدام کاررا سرانجام میتواند داد. نظر بر خدا دارند. هان در عالم اسباب از قطب‌الدوله بالا تر ذریعه نیست. اگر تقدیر موافق تدبیر خواهد بود، کار از (۱۰) وی خواهد کشود. بالجمله از جانب من در نگارش کوته‌قلمی بمیان نخواهد آمد . والسلام . نگاشتهٔ ۳۱ شوال ، روز سه شنبه ، وقت چاشت . خواجه غلام معین الدین خان یکتا سلام میرسانند .

ایضاً : ۲

عزیزتر از جان سعادت نشان میر احمد حسین سلمه الله تعالی از اسد الله سلام خوانند و در یاد خود دانند. دلکشا نامه رسید ، شادمان کرد. باری در آغاز سفر بجائی رسیده اند. نواب صاحب همتی عالی دارند و قدر شرفا نگاه میدارند. امروز ذات‌ایشان از مغتنمات است. صلاح ما همین است که ترک‌رفاقت‌نواب‌صاحب (۵) نکنند و رفاقت این امیر بی نظیررا یاوری بخت و قسمت انگارند و هوای سفرهای دور و دراز، از سر برون کرده بمهر مواجب و مشاهره که نواب صاحب از راه عنایت مقرر کنند قناعت نمایند و همواره نویسان حالات خود باشند . زیاده جز دعا چه نگارش رود . نگاشتهٔ پنجشنبه، ۲۹ جون ۱۸۴۸ ع، اسد الله . (۱۰)

---

۱ - دراصل : دور دراز

نرزانگان فرنگ ازین نشیمن‌ها فرود آیند و روزی چند به جایگاه
خویش آسوده بهنجاردوره ره‌پیمائی از سر گیرند. ازین گزارش
کام آنست که شمارا چه تموز و چه زمستان اغلب‌اوقات‌عمرگرامی (۳۰)
در سفر میگذرد . اگر گاهی ناگاهی ازین‌سو گزرند گناهی
نخواهد بود. از فراوانی‌ذوق‌همزبانی است که زبان از خامه وام
میگیرم و سخن می سرایم، ورنه این‌ها که گفتم خرد سنجد که
ضرورتی نداشت. اندیشه چون راه سخن‌گشوده یافت، آنچه از آزوآرزوی
دیدار در دل فراهم آمده بود، نگاه نتوانست داشت و بیتابانه (۳۵)
برون ریخت. نگارش را بدعا و انجام همیدهم، بهارگلشن‌هستی جاودان و
بهارستان‌عزوناز بی‌خزان باد. اسد الله.

بنام میر احمد حسین المتخلص به میکش

(۱)

برخوادار اقبال نشان میر احمد حسین از اسد الله دعاً خوانند
و به یقین دانند که ازجانب‌شما سخت نگرانی داشتم . هرگاه که
سعادت و اقبال نشان میر مهدی نزد من می آمدند به همزبانی یکدگر
گفتگوی شما میرفت . بیشتر از شما میرنجیدم که از رامپور چرا
خط ننوشتند، باری امروزکه سه شنبه ۱۳ شوال است چاشتگاه (۵)
میر مهدی صاحب آمدند و نامهٔ شما بمن دادند. در رامپور بمشاهره
بست روپیه قناعت نکردن و از آنجا به بریلی رسیدن و در انجا به
بستر رنجوری افتادن و بعدآشامیدن داروهای مسهل از مرض نجات
یافتن و حالیا آمادهٔ سفر لکهنو بودن همه حالی شد. یزدان نگهبان شما
باد. بعد یک هفته‌نامهٔ دیگر به اعتقاد الدوله نوروز علیخان بهادر (۱۰)

نه پیچد و در پیکرحباب نفس چون نبازد. با این همه از داد (۹)
نتوان گذشت. دریا را در آن روانی که دارد به آزارقطره گرایش
نیست. همیرود تا چه شود. خوش گفت آنکه گفت. ع

دریا بوجود خویش موجی دارد
خس پندارد که این کشاکش با اوست

سخن‌های مهر انگیز که از صریر خامه بگوش‌هوش خورد. (۱۰)
اندوه از دل بدر برد. نامه خستگی جگر را پنبه مرهم آمد و سواد
نامه شکستگی دل را مومیائی ارزانی داشت. مرگ را چه چاره توان
جست و از پس مرده تاکی خون گریست. من خود ازآن می نالم
که آزاد نمیتوانم زیست. پندارم آفرینش مرا صورت آنست که
گناهکاری را بند گران بر پا نهاده اند و به زندان فرستاده. من (۱۲)
کجا و بند و پیوند و غم زن و فرزند کجا، چنانکه در غزلی
می سرایم. ع

به بند زحمت فرزند و زن چه میکشیم
ازین نخواسته غمهای ناگوار چه حظ

آئین تسلیم نه آنست که اگر سیلی از دست دوست خورند گره (۲)
بر ابرو فکنند یا اگر بمثل سنگ بارد سر دزدند. یزدان را سپاس
که اگر چه غم بسیار داده است، لیکن دوستان غمخوار داده است.
یا رب این گرانمایگان که با چون منی که به هیچ نیرزم مهر می
ورزند کیانند. اینان را از کدام گوهر آفریدهٔ. از روی این نگارش
که پاسخ آن مینگارم پدید آمد که در عرض یکماه به کوه آبو (۵)
میروند. کاش دهلی در راه بودی تا دولت بیدار گه‌گه بما رو نمودی
روزگار آرامش شمله و منصوری و آبو نزدیک است که سر آید د

ز هنرمندان فرنگ این را به شایستگی ستایند که هر آئنه کام من و نام شماست. دیر زیستن و شاد زیستن ارزانی باد. از غالب، یکشنبه، بست و نهم اگست ۱۸۵۸ع.

ایضاً : ۱۱

غالب از خود رفته به تفته سلام میفرستد. رند والا جاه بالغ نظر بمن نبشست که نامه بنام راول شیو سنگهه می باید نگاشت. بدل گفتم آیا چه نویسم و مطلوب چه باشد. مهر خطابی در نامه فرو پیچیدم و سوی دوست، روان داشتم تا آنچه خواهد بنویسد و مهر زند و کار را روائی و نامه را روانی دهد. همدرین هفته نامه (۵) از آنسوی رسید و رسیدن نگین مهر پدید آمد. هنوز پاسخ آن نگارش رقم نزده ام و در بند آنم که چون مهر بکار آرند و بسوی من برگردانند و از آغاز کار خبر دهند پاسخ طراز گردم. مینوشتند که جواب نامه‌های من از کول دیر میرسد و نگران میباشم. از اسد الله، نگا: ۲۷ جنوری، سنه ۱۸۵۳ع. (۱۰)

خط بنام جانی بانکے لال وکیل راج بھرتپور

یزدان که دریا آفرید و نقش موج از آب انگیخت داند که ابر دل نام قطرهٔ خون چه بیداد می رود. یگانه‌بینان بر آنند من نیز برآنیم، که قطره عین دریا است، اما نه آنست که از دریا با قطره اشتلم نکند؛ در صورت گرداب بر خویش چون

نه پیچد و در پیکرحباب نفس چون نبازد. با این همه از داد (ز)
نتوان گذشت. دریا را در آن روانی که دارد به آزارقطره گرایش
نیست. همیرود تا چه شود. خوش گفت آنکه گفت. ع

دریا بوجود خویش موجی دارد
خس پندارد که این کشاکش با اوست

سخن‌های مهر انگیز که از صریر خامه بگوش‌هوش خورد. (...)
اندوه از دل بدر برد. نامه خستگی جگر را پنبه مرهم آمد و سواد
نامه شکستگی دل را مومیائی ارزانی داشت. مرگ را چه چاره توان
جست و از پس مرده تاک خون گریست. من خود ازآن می تانم
که آزاد نمیتوانم زیست. پندارم آفرینش مرا صورت آنست که
گناهکاری را بند گران بر پا نهاده اند و به زندان فرستاده. من (...)
کجا و بند و پیوند و غم زن و فرزند کجا، چنانکه در غزلی
می سرایم. ع

به بند زحمت فرزند و زن چه میکشیم
ازین نخواسته غمهای ناگوار چه حظ

آئین تسلیم نه آنست که اگر سیلی از دست دوست خورند گره (...)
بر ابرو فکنند یا اگر بمثل سنگ بارد سر دزدند. یزدان را سپاس
که اگر چه غم بسیار داده است، لیکن دوستان غمخوار داده است
یا رب این گرانمایگان که با چون منی که به هیچ نیرزم مهر گ
ورزند کیانند. اینان را از کدام گوهر آفریده. از روی این نگارش
که پاسخ آن مینگارم پدید آمد که در عرض یکماه به کوه آبو (...)
میروند. کاش دهلی در راه بودی تا دولت بیدار گه‌گه بما رو نمودی
روزگار آرامش شمله و منصوری و آبو نزدیک است که سر آید

هنرمندان فرنگ این را به شایستگی ستایند که هر آئنه کام من
نام شماست. دیر زیستن و شاد زیستن ارزانی باد. از غالب،
یکشنبه، بست و نهم اگست ۱۸۵۸ع.

ایضاً : ۱۱

غالب از خود رفته به تفته سلام میفرستد. رند والا جاه بالغ
نظر بمن نبشست که نامه بنام راول شیوسنگه می باید نگاشت.
بدل گفتم آیا چه نویسم و مطلوب چه باشد. مهر خطابی در نامه
درپیچیدم و سوی دوست، روان داشتم تا آنچه خواهد بنویسد و مهر
زند و کار را روائی و نامه را روانی دهد. همدرین هفته نامه (۵)
زآنسوی رسید و رسیدن نگین مهر پدید آمد. هنوز پاسخ آن نگارش رقم
زده ام و در بند آنم که چون مهر بکار آرند و بسوی من برگردانند
و از آغاز کار خبر دهند پاسخ طراز گردم. مینوشتند که جواب
نامه‌ی من از کول دیر میرسد و نگران میباشم. از اسد الله،
شنبه ۲۷ جنوری، سنه ۱۸۵۳ع . (۱۰)

خط بنام جانی بانکے لال وکیل راج بهرتپور

یزدان که دریا آفرید و نقش موج از آب انگیخت، داند که
ازین دل نام قطرهٔ خون چه بیداد می رود. یگانه‌بینان بر آنند
و من نیز برآنم، که قطره عین دریا است، اما نه آنست که
دریا با قطره اشتلم نکند؛ در صورت گرداب بر خویش چون

---

۱ - دراصل، ۰ بوآ.

پارسل بدانم. نامهٔ شما از ورقیکه در نورد داشت دلم را بهم برزد.
این ستوده‌خوی با شما مهری می ورزد که اینپایه مردمی در
بنی آدم نتوان یافت تا خود این جوانمرد ازروشنان سپهراست یا
از سروشان ایزدی بارگاه. اگر بجای شما من بودمی، درین دریغ
نداشتمی، در آبرو مضائقه نکردمی تا جان، چه ارج داشته باشد (۱).
ورق را پس از خواندن در ورق ساده فرو می پیچم و این ورقه
را درمیان می نهم و عنوان بنام شما میطرازم و سوی شما میفرستم.
امید که از شما نسبت بدان آزاده مردان بکار رود که حق صحبت
بگردن شما نماند و السلام. از اسدالله.

ایضاً : ١٠

فرزانه مهرورز آزرم گستر را که خریدار کالای ناروای منند
نادانم اگر ندانم که دیرینه آشنای منند. شناساگری میرزا تفته
نه آنچنان است که شناساوری پیکر نبندد و دلها از دو سوی بهم
نپیوندد. نوآئین‌نگارشی که دستنبو نام آورد در گیرنده
گزارش پانزده ماهه جاور است رسیده باشد یا خواهد رسید. این نامه (۲)
خردهٔ جان و ریزهٔ روان منست. هرچه در خوبی این خواهند افزود
سپاس بی اندازه بر من خواهد بود. من خود از خوبی همین سپیدی
و درخشانی کاغذ و روشنائی و مشک سائی سیاهی و هر نگارشی
سخن از هنجار و دگر گون نگردیدن گفتار میدانم و دگر هیچ؛
تا آن والا پایه چه دانند و نغزی این نگارش را بکدام پایه ...
رسانند. امید که چنان شود که اگر به لندن رود پرکار کشندپایان

---

۱ - دراصل کلمه «را» را درینجا بعد از جان اضافه دارد.
۲ - دراصل : با کسرهٔ اضافت مابعدنون .

شما نیز پرسش کنید؛[۱] تا بشما چه نویسند. یارب پای شما به رفتار آمده و فرجام فروماندگی برخاسته باشد. ما را به آگهی میتوان نواخت والسلام از **اسد الله** نگاشتهٔ صبح یک شنبه ۱۹ دسمبر، (۱۵) ۱۸۶۲ ع.

ایضاً: ۸

جان من، اوراق اشعار با نامه که مهر سردفتر میرزایان پایان داشت رسید. من از بیداد تموز در آزار و خامه بتقریب تهنیت عید در مدح شاه گرم رفتار. اگر در اصلاح درنگ رود خشم نگیرند. نامه را پس از نگرستن بسوی شما بر میگردانم. درباره عطیه جانی جی سخن جز اینقدر نیست که اگر توانند دران (۵) کوشند که پیش از عید بمن رسیده باشد، مصرع:

پس ازان که عید نبود به چه‌کار خواهد آمد

نگاشتهٔ جمعه، نوزدهم رمضان، ۱۲۸۰ هـ.

ایضاً : ۹

صاحب من، هر دو نامه پی هم رسید. از آنمیان نامه دومین[۲] این وقت برات ورود آورد. نهان مماناد که امروز سه شنبه چهارم جنوری آغاز سال نو عیسوی است. ساعتی بر نیم روز گذشته باشد که سرهنگ ڈاک آمد و نامهٔ شما و نامه بابو صاحب آورد. بندغم گسست و آرامش صورت بست. همین قدر میخواستم که رسیدن (۵)

---

۱ - دراصل : کنند

۲ - دراصل : دو ی[illegible]

پارسل بدانم. نامهٔ شما از ورقیکه در نورد داشت دلم را بهم برزد. این ستوده‌خوی با شما مهری می ورزد که اینپایه مردمی از بنی آدم نتوان یافت تا خود این جوان‌مرد ازروشنان سپهراست. یا از سروشان ایزدی بارگاه. اگر بجای شما من بودمی، درین دریغ نداشتمی، در آبرو مضائقه نکردمی تا جان، چه ارج داشته باشد (۱) ورق را پس از خواندن در ورق ساده فرو می پیچم و این رقعه را درمیان می نهم و عنوان بنام شما میطرازم و سوی شما میفرستم. امید که از شما نسبت بدان آزاده مردان بکار رود که حق‌محبت بگردن شما نماند و السلام. از اسد الله.

ایضاً : ۱۰

فرزانه مهرورز آزرم گستر را که خریدار کالای ناروای منند نادانم اگر ندانم که دیرینه آشنای منند. شناساگری میرزا تفته نه آنچنان است که شناساوری پیکر نبندد و دلها از دو سوی باهم نپیوندد. نوآئین‌نگارشی که دستنبو نام آورد در کبرنده ه گزارش پانزده ماهه جاور است رسیده باشد یا خواهد رسید. این نامه خردهٔ جان و ریزهٔ روان منست. هرچه در خوبی این خواهند افزود سپاس بی اندازه بر من خواهد بود. من خود از خوبی همین سپیدی و درخشانی کاغذ و روشنائی و مشک سائی سیاهی و بر نکشی سخن از هنجار و دگر گون نگردیدن گفتار میدانم و دگر هیچ : تا آن والا پایه چه دانند و نغزی این نگارش را بکدام پایه (۲) رسانند. امید که چنان شود که اگر به لندن رود بزرگو کشایان (۲)

---

۱ - دراصل کلمهٔ «را» را درینجا بعد از جان اضافه دارد.

۲ - دراصل : باکسرهٔ اضافت مابعدنون .

شما نیز پرسش کنید؛[١] تا بشما چه نویسند. یارب پای شما به رفتار آمده و فرجام فروماندگی برخاسته باشد. ما را به آگهی میتوان نواخت والسلام از اسد الله نگاشتهٔ صبح یک شنبه ۹، دسمبر، (۱۵) ۱۸۶۲ ع.

ایضاً: ۸

جان من، اوراق اشعار با نامه که مهر سردفتر میرزایان بپایان داشت رسید. من از بیداد تموز در آزار و خامه بتقریب تهنیت عید در مدح شاه گرم رفتار. اگر در اصلاح درنگ رود خشم نگیرند. نامه را پس از نگرستن بسوی شما بر میگردانم. درباره عطیه جانی جی سخن جز اینقدر نیست که اگر توانند دران (۵) کوشند که پیش از عید بمن رسیده باشد، مصرع:

پس ازان که عید نبود به چه‌کار خواهد آمد

نگاشتهٔ جمعه، نوزدهم رمضان، ۱۲۸۰ھ.

ایضاً : ۹

صاحب من، هر دو نامه پی هم رسید. از آنمیان نامه دومین[٢] این وقت برات ورود آورد. نهان مماناد که امروز سه شنبه چهارم جنوری آغاز سال نو عیسوی است. ساعتی بر نیم روز گذشته باشد که سرهنگ ڈاک آمد و نامهٔ شما و نامه بابو صاحب آورد. بند غم گسست و آرامش صورت بست. همین قدر میخواستم که رسیدن (۵)

١ - دراصل : کننه

٢ - دراصل : دوہمین

را برآن می توانید آورد که ارمغان مرا به پیشگاه مهاراجه رساند،
من آنجزوی چند با ورق که نامه نام دارد بشما فرستم. چون بابو صاحب
پذیرفتند، آن نسخه را بلوح و جدول و جلد چنان که به پیشکش ارز
ارزد آراستم. اگر نه درین هفته، در هفتهٔ آینده به سبیل ڈاک احمر
به نظر گاه بابو صاحب میفرستم. قصیده نه سروده ام؛ همین کتابیست
و نامه. عمر و دولت از شمار افزون باد. اسدالله.

ایضاً : ۷

اگر جان[۱] بیوفا نبودی، گفتمی که جان من و اگر در دهر
آبروی داشتمی، گفتمی که آبروی من. چون ازینها هیچ نتوان گفت
ناچار میگویم که هان ای تفتهٔ راز داری بمن میاموز، من خود
اندرین شیوه همتا ندارم. چه خوش میسراید آن نوآئین صنم
مرزا جلال اسیر — شعر :

امانت دار رازم عالمی را
بقدر بیزبانی هوش دارم

پریروز که آدینه هفدهم دسمبر بود دیوان ریخته با عرضداشت موسومه
راجه سلطان نشان در اجمیر بخدمت بابو صاحب روان داشته شد
تاکی رسد و پس از رسیدن چه روی دهد. در آرایش آن اوراق از
تنگدلی نکرده ام و مشت زری بصرف آورده. هم کتاب زر نگار است
و هم جزودان نظرفریب. چون بابو صاحب از سرآغاز بشما آگهی داده اند

۱ - دراصل : جانِ

ایضاً : ۹

جان من، نامۂ شما که بنام منشی هرگوبند سنگھ بود برنده
سوی مکتوب الیه برد و باز آورد. همانا سوی گنگ روی آورده
بودند. دو سه روز نگاه داشته باز فرستاده شد، چنانکه رسید. نشگفت
که آن سعادت‌نشان آگهی یافته باشند. گرهی در دل داشتم تا بر
پای ره‌پیمای شما چه میرفته باشد. سرورروان‌شما آزادانه ک (۵)
خرامد. نامۂ شما که این بار رسید، گرهی دیگر بر آن افزود که
آن را جز شما دیگری نتواند کشود. یارب این چه نبشته اند که
اگر فلانی شیوۂ خود بر میگرداند، پیش وی میروند، ورنه از غالب
مصلحت میپرسند. اکنون باید که زود نه دیر نامۂ ، دیگر سوی
من روان دارند و از رهروی‌پای و آرامش و خرامش آنمایه (۱۰)
که از بهر دانستن بس باشد برنگارند و سر آن رشته درهم
وروپیچیده که مرا درآزار دارد بر من بکشایند. زنهار درنگ
نورزند و هر چه هست زود بنویسند. دیگر شما را از آنچه هنوز
بر شما آشکار نیست خبر میدهیم. برصریرخامه گوش دارید تا
این بیزبان چه سراید. یکی از دوستان یک رنگ از جےپور بمن (۱۵)
نوشت که راجه جوان دولت جوان سال گفتار ترا هرچه از روی
اخبار سلطانی بوی رسیده است عزیز میدارد و ترا میخواهد. بدل
گفتم از من که درین باب از دوستان و بیگانگان مضائقه نمی کنم با
والی جےپور چرا دریغ رود. نخست به بابو صاحب نگاشتم که میخواهم
دیوان ریخته با یک عرضداشت‌شوقیه ارمغان راجه سلطان (۲۰)
نشان کردن. چون مرجع مرزبانان راجستان یکیست یعنی اجمیر،
لاجرم آشنائیها میانۂ‌هم شگفت نیست. اگر وکیل ریاست جے پور

را برآن می توانید آورد که ارمغان مرا به پیشگاه مهاراجه رسانند
من آنجزوی چند با ورق که نامه نام دارد بشما فرستم. چون بابو صاحب
پذیرفتند، آن نسخه را بلوح و جدول و جلد چنان که به پیشکش ار
ارزد آراستم. اگر نه درین هفته، در هفتهٔ آینده به سبیل ڈاک اجمیر
به نظر گاه بابو صاحب میفرستم. قصیده نه سروده ام؛ همین کتابیست
و نامه. عمر و دولت از شمار افزون باد. اسدالله.

ایضاً : ۷

اگر جان[۱] بیوفا نبودی، گفتمی که جان من و اگر در دهر
آبروی داشتمی، گفتمی که آبروی من. چون ازینها هیچ نتوان گفت
ناچار میگویم که هان ای تفته راز داری بمن میاموز، من خود
اندرین شیوه همتا ندارم . چه خوش میسراید آن نوآئین نوا
مرزا جلال اسیر — شعر :

امانت دار رازم عالمی را
بقدر بیزبانی هوش دارم

پری روز که آدینه هفدهم دسمبر بود دیوان ریخته با عرضداشت بنام مها
راجه سلطان نشان در اجمیر بخدمت بابو صاحب روان داشته شد
تاکی رسد و پس از رسیدن چه روی دهد. در آرایش آن اوراق
تنگدلی نکرده ام و مشت زری بصرف آوردم. هم کتاب زر نگار است
و هم جزودان نظرفریب. چون بابو صاحب از سرآغاز بشما آگهی دارند

۱ - دراصل : جان

ایضاً : ۹

جان من، نامۂ شما که بنام منشی هر گوبند سنگھ بود برنده
ٔزی مکتوب الیه برد و باز آورد. همانا سوی گنگ روی آورده
بردند. دو سه روز نگاه داشته باز فرستاده شد، چنانکه رسید. نشگفت
که آن سعادت‌نشان آگهی یافته باشند. گرهی در دل داشتم تا بر
پای ره‌پیمای شما چه میرفته باشد. سروروان‌شما آزادانه کی (۵)
خرامد. نامۂ شما که این بار رسید، گرهی دیگر بر آن افزود که
آن را جز شما دیگری نتواند کشود. یارب این چه نبشته اند که
اگر فلانی شیوۂ خود بر میگرداند، پیش وی میروند، ورنه از غالب
مصلحت میپرسند. اکنون باید که زود نه دیر نامۂ ، دیگر سوی
من روان دارند و از رهروی‌پای و آرامش و خرامش آنمایه (۱۰)
که از بهر دانستن بس باشد برنگارند و سر آن رشته درهم
برو پیچیده که مرا درآزار دارد بر من بکشایند. زنهار درنگ
نورزند و هر چه هست زود بنویسند. دیگر شما را از آنچه هنوز
بر شما آشکار نیست خبر میدهیم. برصریرخامه گوش دارید تا
این بیزبان چه سراید. یکی از دوستان یک رنگ از جےپور بمن (۱۵)
نوشت که راجه جوان دولت جوان سال گفتار ترا هرچه از روی
اخبار سلطانی بوی رسیده است عزیز میدارد و ترا میخواهد. بدل
گفتم از من که درین باب از دوستان و بیگانگان مضائقه نمی کنم با
والی جےپور چرا دریغ رود. نخست به بابو صاحب نگاشتم که میخواهم
دیوان ریخته با یک عرضداشت‌شوقیه ارمغان راجه سلطان (۲۰)
نشان کردن. چون مرجع مرزبانان راجستان یکیست یعنی اجمیر،
بجرم آشنائیها میانۂ‌هم شگفت نیست. اگر وکیل ریاست جے پور

ناخوشتر گذشت. دو روز پیش از آنکه بشام ماه نو ببینند و بامداد عید کنند، شاه را منش برگشت و تپی سوزنده و اسهالی هولناک عارض شد. تا کجا گویم که درمیانه چها رفت. تا امروز که دهم شوال و هجدهم جولائی است بیم و امید را همان آویزه و هواخواهان را همچنان روان فرسائی است. گرمی از رگ بیرون نمی رود و شکم نمی بندد. هر روز صبح به قلعه همی روم. گاهی نان از خانه شاهزادگان به دریوزه میخورم و شامگاه به غمکده می آیم و روزی که هنگام نیمروز نان به کاشانه میخورم پایان روز باز میروم. تا امروزکاروبار این است، فردا ندانم چه پیش آید. اشعار شما نه سرسری بلکه به دیده‌وری نگرسته باز میفرستم. پریروز نامهٔ دوست جانی که جاودان در کامرانی باد از سرمنزل سروهی رسید. بر بارگی ڈاک سوار است و به بهرتپور همیرود. بمن مینویسد که سود من ازین رهروی دیدار تفته و همنشینی اوست. این روشنگهر شمارا بدان اندازه دوست دارد که اگر من از اهل دنیا بودمی آتش رشک سراپای مرا سوختی. یارب جاودان ماند و بر شما از هرچه‌گویم مهربان تر باد. خشم‌ها فروخورید و رنجها بر کنار نهید. آبرو چه چیز است که بپای دوست و آنکه این چنین دوست نتوان افشاند. بلبل به سودای گل از سرزنش خار باک ندارد و پروانه در هوای شمع از سوختن نهراسد. عاشقی که رقیب نداشته باشد نانش بی نمک است و شرابش بی کیف. دیگر جز این که از عمر و دولت بر خوردار باشند چگویم. از اسد الله نگاشتهٔ نیمروز دو شنبه، دهم شوال، هژدهم جولائی.

بشنه ایم که روح ظهوری را راحت افزاید .

وایگان است زندگانی ها
میتوان کرد جانفشانی ها (۳۵)
کس چه نازد به جان‌فشانی ها

از هردو مصرع هر کدام که پسندند مصرع ثانی قرار دهند و بر سگالش مطلع دیگر دل ننهند و 'بیش از بیش' و 'کم ازکم' و محل بایست 'کم' و 'کمتر' را نیک بفهمند، و ورق در نوردند. صحت و سلامت و سکون و حرکت شفیقی مکرمی بابو صاحب والا (۴۰) قدر بنویسند و باز آمدن خویش از اندیشه‌های ناروا خاطرنشان من کنند. بعد رحلت کالی صاحب در و دیوار آن کاشانه با۲ من نساخت در کوچه بلیماران نشیمنی برگزیده ام؛ امید که نعش مرا هم ازدر این کابه بیرون آورند. نگاشتهٔ صبح چار شنبه، بست و چارم مارچ، ۱۸۶۲ع . از اسد الله نامه سیاه. (۴۵)

ایضاً : ۵

هان و هان، تا از هم دوریم و به نامه طرح گفتگو میریزیم، اگر گاهی پاسخ نامه از سوی من دیر رسد، بر مرگ من محمول نگردد، چه آن زمزمه را آهنگی خواهد بود که همه را بگوش خورد و نیز گمان رنجوری برمن نرود که من از سستی‌تن فرسوده نشوم ۱ از کار باز نمانم. دانش آنست که چون این روی دهد، آن (۵) سنجند که غالب را کار افتاده است. آه ازین عید که بر من از جرم

---

۱ دراصل : نفمهند

۲ در اصل ـ کلمه «با» را ندارد

ناخوشتر گذشت. دو روز پیش از آنکه بشام ماه نو ببینند و بامداد عید کنند، شاه را منش برگشت و تپی سوزنده و اسهالی هولناک عارض شد. تا کجا گویم که درمیانه چها رفت. تا امروز که دهم شوال و هجدهم جولائی است بیم و امید را همان آویزه و هواخواهان را (...) همچنان روان فرسائی است. گرمی از رگ بیرون نمی رود و شکم نمی بندد. هر روز صبح به قلعه همی روم. گاهی نان از خانه شاهزادگان به دریوزه میخورم و شامگاه به غمکده می آیم و روزی که هنگام نیمروز نان به کاشانه میخورم پایان روز باز میروم. (...) امروزکاروبار این است، فردا ندانم چه پیش آید. اشعار شما نه (...) سرسری بلکه به دیده‌وری نگرسته باز میفرستم. پریروز نامهٔ دوست جانی که جاودان در کامرانی باد از سرمنزل سروهی رسید. بر بارگی ڈاک سوار است و به بهرتپور همیرود. بمن مینویسد که سود من ازین‌رهروی دیدار تفته و همنشینی اوست. این روشنگهر شمارا بدان اندازه دوست دارد که اگر من از اهل (...) دنیا بودمی آتش‌رشک سراپای مرا سوختی. یارب جاودان (...) و بر شما از هرچه‌گویم مهربان تر باد. خشم‌ها فروخورید و رنجش بر کنار نهید. آبرو چه چیز است که بپای دوست و آنکه این چنین دوست نتوان افشاند. بلبل به سودای گل از سرزنش‌خار باک ندارد و پروانه در هوای‌شمع از سوختن نهراسد. عاشقی که (...) رقیب نداشته باشد نانش بی نمک است و شرابش بی کیف. دیگر جز این که از عمر و دولت بر خوردار باشند چگویم. از اسدالله نگاشتهٔ نیمروز دو شنبه، دهم شوال، هژدهم جولائی.

بسته ایم که روح ظهوری را راحت افزاید .

رایگان است زندگانی ها
میتوان کرد جانفشانی ها (۳۵)
کس چه نازد به جان‌فشانی ها

از هردو مصرع هر کدام که بپسندند مصرع ثانی قرار دهند و بر سگالش مطلع دیگر دل ننهند و 'بیش از بیش' و 'کم از کم' رمحل بایست 'کم' و 'کمتر' را نیک بفهمند[۱] و ورق در نوردند. صحت و سلامت و سکون و حرکت شفیقی مکرمی بابو صاحب والا (۴۰) قدر بنویسند و باز آمدن خویش از اندیشه‌های ناروا خاطرنشان من کنند. بعد رحلت کالی صاحب در و دیوار آن کاشانه با[۲] من نساخت در کوچه بلیماران نشیمنی برگزیده ام؛ امید که نعش مرا هم ازدر این کلبه بیرون آورند. نگاشتهٔ صبح چار شنبه، بست و چارم مارچ، ۱۸۶۲ع . از اسد الله نامه سیاه. (۴۵)

ایضاً : ۵

هان و هان، تا از هم دوریم و به نامه طرح گفتگو میریزیم، اگر گاهی پاسخ نامه از سوی من دیر رسد، بر مرگ من محمول نگردد، چه آن زمزمه را آهنگ خواهد بود که همه را بگوش خورد و نیز گمان‌رنجوری برمن نرود که من از سستی‌تن فرسوده نشوم و از کار باز نمانم. دانش آنست که چون این روی دهد، آن (۵) سنجند که غالب را کار افتاده است. آه ازین عید که بر من از محرم

---

۱ دراصل : نفهمند
۲ در اصل ـ کلمه «با» را ندارد

سومین[۱] نامه که حرز جان نامه نگار و اگر این اشارت را در نیابی، (..)
گویم که نامه گرامی برادر فرخنده آثار در نورد آن بود دل را از
جا بر انگیخت و کلک شگافته سر را به فرو ریختن رازهای نهان
گماشت. باری آگهی میتوان اندوخت و سواد نامه مرا از راه
مردمک چشم به سویدای دل فرود میتوان آورد. 'بیش از بیش
و 'کم از کم، نه آنچنانست که تا در کلام جامی و اسیر (..)
ننگریم مسلم نداریم. گفتاریست پسندیده و سخنی است دلاویز
بلکه اگر بیشتر از بیش کمتر از کم نبشته باشیم بر خود خندیده
باشیم. مارا سخن در آنست که در محل جواز جامی تسویه یا بمقام عدم
تسویه 'کمتر، میتوان نبشت نه 'کم،. تسویه منظور ندارد بلکه
میفرماید 'کم از صد غم، یعنی نود و نه[۲] نبود. آری در ینجا که اگر
این عبارت هندی را خواهیم که فارسی کنیم مثلاً 'چاند کی روشنی
آفتاب کی روشن سے کم هی، باید که بدین سان نویسیم ' روشنی
ماه از فروغ مهر کم تر است، و چشم ما از رخنه دیوار کمتر
نیست،. قس علی هذا جمع الجمع را نپسندیم و درین محل به گفتار
صائب دل نبندیم. ما را به تهذیب خویش کار است نه بر[۳] ...
عیب جوئی بزرگان. 'حور، جمع حوراست و لغت عربیست پارسیان
'حوران، به الف و نون آورند، اما نه آنست که جمع الجمع در میان
آید بلکه این فرزانگان 'حور، را مفرد قرار داده اند و اساس جمع بر
الف و نون نهاده اند. ما نیز بر اثر ایشان میرویم و ایجنین
میگوئیم. همانا برین شیوه اجماع امم دیده ایم. در لفظ غریب ...
پیروی نتوان کرد. مطلع که زندگانی ها و جانفشانی ها قافیه
داشت، اگرچه از صفحه سترده ایم، اما مطلعی دیگر در برابر آن

---

۱ - دراصل : سهومین
۲ - دراصل : نهه
۳ - دراصل : بر

به نامه و پیام همدگر را یاد نه کنیم بیگانگی فراموش خواهد بود
و دل از مهر همچنان به جوش . آرزو دارم که این نامه را بوی
نمایندو از من سلام گویند تا چه فرماید. هان ای تفتهٔ نظیری نظر (۴۰)
فغانی نوا درین روزها والا جاه نواب محمد حسن خان بهادر که
جرنیل صاحب گفته میشوند بسبیل ڈاک درین شهر آمده اند و
چون بدیدن حضرت پیر و مرشد میان کالیصاحب دامت برکاته
تشریف آورده اند مرا نیز به دیدار خود شادمان کرده اند و با
من از شما سخن رانده و شما را بسخن‌وری ستوده اند . از آنجاکه
به چهاؤنی فرود آمده بودند و راه دور بود و من رنجور، دیدار آن (۴۵)
فرخ تبار جز دو بار روزی نه شد و حسرت همسخنی و هم انجمنی
در دل ماند والسلام . از اسد الله . نگاشته یک شنبه ۱۷ نومبر
۱۸۰۰ ع.

ایضاً : ٤

خامه دو زبان که با اسد الله همزبان است هم از زبان آن
درد مند بدینگونه حرف میزند که چون مهر بیش از بیش است و
گله کم از کم ، هر آئینه آن خوشتر که سخن در مدعا رود و
آنچه بگفتن ارزد نبشته شود . درین هنگام که ابر قطره فشان است
و باد لا ابالی پوی و مرا در شب و روز جز آشامیدن باده کار (۵)
دیگر نیست ، سه تا نامه شما پی هم رسید. نخستین نگارش را پاسخ
ساز داده به آگره روان داشتم ، چنانکه در سفینه ڈاک نشان
نمودار است و آن دو شنبه روز است بست و دوم مارچ ، ملازمان
بابو صاحب آنرا نگه دارند و چون شما را دریابند بشما سپارند .

شیوهٔ راهروانست . چون من نیز به نوکری شاه تن در داده
فرمان سرانجام خدمت پذیرفته ام ، خود را به نوکری راجه پیرو
من پندارند و بدین تتبع خوشنود باشند . فرزانه فرخ گهر فرخنده
خصال جانی بانکے لال[۱] را بخانه جوزف[۲] جارج که دوست دیرین من (۲۰
است دیده ام و هم در صحبت نخستین روشناسی به مهرورزی انجامیده
هنوز آن روی زیبا و خوی خوش و گفتار نغز از یادم نه رفته
است . بدین تفقد که با شما ورزیده اند . و قدر شما شناخته اند
مرا منت پذیر و سپاس گزار خویشتن ساخته اند ، ازان رو که برهمن
اند و دانشور و من بزرگزادگان هرگروه و فرازنگان هر قوم را (۲۵
دوست دارم ، از جانب من لفظی که ترجمهٔ آن پالگن لواند بود
عرضه دارند . والا برادرستوده خوی شیواشیوه منشی نبی بخش
یزدان یاورش باد هنگامی که به مرسان میرفت بمن از رفتن خود
خبر داده است و از مرسان بمیانجیگری گرامی پور خویشتن
منشی عبداللطیف نامه فرستاده است، چنانکه دیروز پاسخ آن نگاشته (۳۰
ایم و به علی گڈھ نزد منشی عبداللطیف طال عمره روان داشته ایم
این روشن گهر گرامی دودمان حکیم وارث علی خان که ذکر وی
تقریباً بر زبان کلک گهر فشان شما رفت تا گویم که کیست. غالب آواره
بی نام و نشان را بمنزله حقیقی برادز است و با جان برابر، بلکه از
جان گرامی عزیز تر. از یک استاد فیض اندوخته ایم و در یک (۳۵
دبستان دانش آموخته . اگر هزار سال گذرد و بهم نه پیوندیم از

---

۱ - دراصل : جانی جانکی لال
۲ - دراصل : جورف

خبر داده ایدر پس ازان فرستاده خواهد شد که از بهرتپور یا از
آگره نامه بمن خواهند فرستاد . دیگرچه گویم که گفتی بیش ازین
نیست . از اسد الله نگاشته جمعه ۲۴ اکتوبر ۱۸۵۱ع .

ایضاً : ۳

مخلص نوازا، دیر است که از روی نگارش منشی نبی بخش
حال بقاوه روی آوردن شما به اکبرآباد و گرمی هنگامه انطباع
دیوان و نام آوری شما به پیش دستی وکیل راجه شاه نشان
مهاراجه بلونت سنگه بهادر دریافته چشم براه آن داشتم که این
حکایت بزبان خامه شما شنوده آید . پریروز سرهنگ ڈاک آمد و (۵)
شادی افزا نامه آورد . انجام پذیرفتن انطباع سفینه اشعار بر ما و
شما خجسته و همایون باد . همانا شما را از یاد رفت که در هنگام
تماشای دیوان شما گفته ام که میرزا عبدالقادر بیدل چون دیوان
غزلیات ساز داده است طرح آن ریخته است که در هر زمین دو
غزل انشا کند و آن هر دو غزل راکه در یک ردیف و قافیه (۱۰)
باشد غزل دیگر از زمین دیگر درمیان داده بر صفحه نقش زند و از
بای بسم‌الله تا تای تمت هم بدین هنجار ره سپرده است . چه
خوش باشد که دیوان شما نیز همین روش داشته باشد. گوئی همان
شد که ما خواسته بودیم. گفتار شما را رونق افزود و ما را مسرت.
دیگر این علاقه را که پیخواست بهم داده است گرامی دانند و (۱۵)
منافی آزادگی و قلندری نشمارند و خلوت در انجمن و غربت در وطن

---

۱ - در اصل : اند

ایضاً : ۲

والا جاها خاقانی دستگاها، نثر و نظمی که فرستاده بودند دیده
را روشنی افزود. دیوان شما کسوت انطباع در بر کرد و طراز
انجام یافت . اکنون آنچه میگویند چه خواهند کرد مگر نقشی
دیگر انگیزند و طرح دیوان ثانی ریزند. بحیرتم که ملول چرا‌اند
کدام حلقهٔ دام است که آهنگ گسستن آن دارند؟ خدمتی نیست، ز
زخمی نیست ، صحبتی هست، عشرتی هست . چنانکه خواهند باشند
از صبح تا شام و از شام تا بام سخن سگالند و غزل گویند و می
خورند و آزاد زیند. لکهنئو را مرده شو برد. خوشامد گفتن آئین
من نیست، راست میگویم که در لکهنئو چون خودی نه خواهند
یافت. غزلیات را دیدم و پسندیدم و هر جا آنچه بخاطر گذشت ا
رقم زدم . امید که بپسندند و بدان دل بندند . فصلی که از التفات
و تفقد آن محیط فضل و کرم که بابو جانی بانکے لال اسم سامی
اوست نگاشته اند، برمن در پردهٔ مهر ستمی بزرگ روا داشته اند
هی ای تفته، جان من و جان تو ، اینهمه یارفروشیها و سخن
کوشیهای تست. هر چند من ازان گروهم که در داد و ستد محابا
ندارم؛ نه درستدن حیا ورزم و نه در دادن منت نهم ، اما تو خود
بگوی که در پذیرفتن مزد خدمتهای ناکرده شرمسار چون نباشم .
همچون کسیکه در آب فرو رفته باشد و نفس نتواند زد و سخن
نتواند کرد، من نیز درجوش عرق شرم مجال سخن گفتن ندارم.
کاش بابوصاحب این شیوه با من نورزند و بدانچه رفت بس کنند. (...
درین پنجاه و پنج سال اینچنین معامله باکسم نیفتاده است و اینگونه
منت های پی در پی از کس نپذیرفته ام . دیروز که پنجشنبه
۲۳ اکتوبر بود نامهٔ شما با نامه بابو صاحب رسید . یک شمانروز
اشعار شما را نگرستم و امروز که آدینه، بست و چارم است پاسخ
نبشتم. فرداکه شنبه ۲۵ ماه است یا پس فرداکه ۲۶ خواهد بود (۲۵
ڈاک خواهم داشت و جواب آن نامه دیگر که شما از رواق آن

لامی که برادر خجسته‌گهر میرزا علی بخش خان بهادر فرستاده‌اند بدان
ستوده‌خوی رسانده آمد. سلام را بسلام پاسخ میگزارد و آرزوی دیدار عرضه
میدارد و سرور دیده و دل غلام فخرالدین‌خان خود اینجا نیست؛ جستجوی
روزی به قلمرو پنجابش برده. پریروز نامه از وی رسیده است؛ (۲۰)
سپاس یاوری بخت میگزارد و در ناحیت قصور که قطعهٔ هم ازان
کشور است کار سرشته، داری عدالت فوجداری میکند. به همایون
خدمت چشم و چراغ دودهٔ مردمی سید ارشاد حسین صاحب سلام
میرسانم و با خویشتن در جنگم که چون خود این نامه روان
بداشتم چرا ورق جداگانه بنام‌نامی‌مخدوم ننگاشتم. آری همان (۳۰)
فروماندگی که در سر آغاز این نگارش از جفای آن سخن رانده ام
عذر خواه است و بس. از اسد الله .

خطوط بنام منشی هرگوپال تفته

مشفق من لاله هر گوپال تفته از جانب اسد الله از خود
رفته بعد سلام این زحمت در پذیرند که خاطر از چند روز جویای
دیوان محمد حسین نظیری و جمال الدین عرفی است و چنان مسموع
شده که این هر دو نسخه آن کرم فرما دارند؛ لاجرم خواهش
آنست که هر دو نسخه یعنی دیوان نظیری و عرفی همین دم به (۵)
نامه سپار بسپارند و اگر احیاناً اینوقت ارسال آن مجموعه‌ها
اتفاق نیفتد فردا بامدادان که نزد من آیند با خود آورند و بنده را
درین خواهش مبرم شناسند . زیاده زیاده .

---

۱ - در اصل هم چنین است.

نظر گذشت اندیشه های ضمیر مرا فهرستی است کافی؛ دیگر چه
سرایم و السلام مع الاکرام. اسدالله ، دوم ربیع الثانی و دوم
جنوری، سنه ۱۸۵۴ء .

ایضاً : ۶

ای بفروغ فرهنگ و فرخی خو که فره ایزدی است پیشتر
ازآنکه دیده[۱] روشناس دیدار گردد دل از من برده و ای به
فرتاب دل نشینی [۲] روش و فرجام‌روان‌بخشی‌ادا دربن‌خامشی
زبانم را بگفتار و کلکم را برفتار آورده! از رسیدن این دلنواز نامه
که ناگاه بمن رسیده بروائی توقیع قبول خویش فرا رسیدم. همانا
خواهش پاسخ نامه از جانب دوست بدانم فریفت که یک روز نگارش
را زآئینی دارم که فرزانگان‌دیده‌ور آنرا پسندند. فروتنی پیشکشی، پیش
ازین[۳] هم درگزارش‌سخن دستی و در نگارش نکته دستگاهی بود. کنون
اندوهی که بر دلم نهاده اند گران نبودی تا همیدون خامه بدستان سنجی
همان جاده توانستی پیمود. هیهات این کلک خرامندهٔ رقاص که
بروائی روش ورزش نوا نشاط اندوختی کبک دری را خرامش و
مرغ سحری را رامش آموختی . درین رنجوری‌ناتوانی که بمن
روی آورده، آنچنان از پویه فروماند و بدانسان صدا گم[۴] کرده
که اگر گاهی دو سه سطر نبشته شود ، پنداری خامه خود نیست
همان سخن است که بعصاره میرود . روان خواجه نظیری شاد
گوئی از زبان من گفته است :

نه با کلم نظری نی بصوتم آهنگی
شکسته بالم و صیاد در کمین دارم

---

۱ ـ دراصل : دیده
۲ ـ دراصل : فرتاب‌دلشیتی
۳ ـ دراصل : از بجای ازین
۴ ـ دراصل : کم

شاعره همدرین گیتی رویت حق روی داد . پنداروم تجلی حق بصورت
برق بود که خواجه بیش از دو هفته در شهر نیارمید . فردا که
سه شنبه سوم ربیع الثانی است برامپور همیرود. غم[1] که در سر (۱۵)
آغاز نامه نشان داده ام جزین نیست که عمه داشتم که از دو عمه
دیگر و سه عم نامور و یک پدر و یک جده و یک نیا یادگار
بیکه مرا بجای آن هشت بزرگوار بود از جهان رفت و از رفتنش
بر من آن رفت که بر جگر از دشنه نرود و بر خس از آتش .
امروز چاشتگاه با مولینا هم انجمن و هم سخن بودم. مولوی (۲۰)
شاه محمد نامی که منش نمی شناختم و چون پس از رفتن وی از مولینا
پژوهش خواهد رفت، خواهم دانست که کیست بسخن درآمد و
گفت به ٹونک می روم. گفتم نامه از من میتوان برد . گفت دستم
بر عنان است و پایم در رکاب. گفتم خوش باشد. سلامی بوی (۲۵)
سپردم بو که برساند . نامهٔ دوست جانی بابو بانکے لال طال بقاه از
دوره فرمان روائی راجستان خبرداد. غالب که خواجه را نیز جاده
پیمائی[2] آزار دهد و این نامه که شاه محمد بردم من ندانم کی رسد
و کجا رسد. هم از شاه محمد پدید آمد که گرامی برادر میر ارشاد حسین
و سعادت اثر میر احمد حسین طال عمره بشما پیوستند و یا زود (۳۰)
پیوندند. فرخی دیدار برادر و پسر بشما ارزانی و این فرخی را
فر فراوانی باد. من نیز از دور به برادر سلام و به برادر زادگان دعا
میفرستم . مخدوم زادگان فتح پور مطلب خود را از من جواب (۳۰)
میجویند تا بپژوهندگان چه گویم. نامه که پیش ازین خواجه را از

---

۱ - دراصل : هم
۲ - دراصل : جاده پیمای
۳ - در اصل : درینجا واو عطف را دارد

که در تهنیت خطاب رقم فرموده بودند پاسخ نگزاردم شرمسارم (۱.)
دانند . در آن روزها دیوانگی بران داشته بود که درشب و روز
یکدم از نگارش راز و سگالش هنجار سخن نیاسودی همگی‌همت به ترتیب
کتاب که عبارت از حمد و نعت و مدح است آویخته بود والسلام
بالوف الاحترام .

ایضاً : ۲

روان پرور صاحبا از آنجا که در گذرگاه تنگ این هر در
جمازه بهم میرود ، مارا که راهرو این جاده ایم ، نیز در نامه
سخنی، از شادی و غم می رود و شادی خود ازین فزونتر چه
خواهد بود که پس از چهارده سال تیره شب من از ماه‌چهارده
فروغ پذیرفت، گوئی نگارندهٔ جام جم خود از زبان من گفت:(شعر)

اوحدی شصت۲ سال سختی دید
تا شبی روی نیک بختی دید

دانسته باشند که ازین گفتن چه می خواهم. همانا نه یک
دریا بلکه هفت دریای جهان علم و هنر ، نه یک اختر بلکه هفت
اختر سپهر فضل وکمال، نه هفت دریا نه هفت اختر، از هرچه از
گویم به روانی بیش و به روشنی بیشتر مولانا بالفضل اولینا
مولوی حافظ محمد فضل حق المخاطب به امیر الدوله بهادر را با
بدهلی گذار افتاد و غالب حق پرست را علی الرغم معتزله

(۱) دراصل : سنجی
(۲) دراصل : شست

ز نیامدن تفسیری و تأویلی نیست. آفرین برروان خسرو دهلوی
ه چه خوش می سراید :

ع پس ازآنکه من نمانم بچه‌کار خواهی آمد (۲۰)

حتی از حال شهر و دیار مینویسم. روداد من نیز درین سوز و ساز
ر نظر خواهد گذشت. والا برادر فرخ اختر محمد ضیاالدین خان بهادر
چنانکه در هر سال میروَد دو هفته میگذرد که بشمله رفت. دلربا
برادر علی بخش خان بهادر ترک ماند و بود شهر کرد و در
عرب سرا که آباد چه ایست در جوار مقبره حضرت سلطان المشایخ (۲۵)
اقامت ورزید. امین‌الدین خان خود از بیگانگانست. این دو تن که
با من همدمی داشتند جای ایشان خالیست. همدرین گوشه‌نشینی
که آئین منست خسرو کیخسروفر که جاودان مانند بپایه سریر
عرش نظیرم خواند و خلعت و خطاب ارزانی داشت و به نگاشتن آثار
جهانبانی نیاگان خویش گماشت. به دل گفتم هان غالب آشفته سرناموس(۳۰)
سخن‌گستری نگاهدار و هر چند افسانه سرائی نه شیوهٔ آزادگان است زبان
بیغاره بر خود دراز مگردان. مبدء فیاض بهره از خواهش‌افزونتر بخشید
و حمد و نعمت‌و مدح سلطان و خطاب زمین بوس و سبب تألیف و حالات
صاحبقران امیرتیمور نامور وحضرت ظهیرالدین بابر و حضرت‌نصیرالدین
همایون بروشے که دست‌فرسودپیشینیان هست نبشته آمد و این (۳۵)
مجموع هشت جزو کاغذ است که مرقع تصویر پریزادگان معنی است.
ثانیاً وقایع سلطنت پنجاه و یک ساله خاقان اکبر می باید نوشت تا
به روی دهد و خامه در کفم چون جنبد . برادر روشن گهر
محمد ارشاد حسین خان سلام خوانند و ازان راه که من آن نامه را

روم است و مصر است و ایران است و بغداد است، وگرنه خود
کعبه پناه آزادگان و سنگ آستانهٔ رحمة للعالمین تکیه‌گاه دلدادگان بس است.
کی بود آیا که از بند فروماندگی که خود ازان بند که رفت روان
فرسا تر است برون جهم و منزلی در نظر نیاورده سر بصحرا نهم!
آنست آنچه بر ما رفت و اینست آنچه میخواهم والسلام.

ایضاً : ۵

یارب این فردوسی نسیم که مشام جان را بغالیه اندود ...
از کجا وزید. پیش ازین جنبش خامه در پردهٔ ساز نگارش نامه این
نوا داشت که آهنگ حجاز دارند. باری آن نشد و قبله بکعبه ...
سپس از روی تحریر گرامی برادر سید ارشاد حسین خان رو دادن ...
هولناک آشکار شد. چون در پرسش خون‌گرمی بکار رفت، پدید آمد ...
که یزدان توانا آن بلا را بگرداند و رنج و بیم نماند. درین هنگام
طالع یار خان از ٹونک آمدند، گفتند که حضرت بوطن رفتند و ...
رفتن گفته اند که دیر خواهم آمد. بالجمله درین روزگار که ...
را در خیر آباد و ستوده برادر را بکوه آبو گمان کردمی ...
اندیشیدمی که خیر آباد خود جاده ڈاک انگریزی ندارد و ...
نامه بآبو فرستم، جز آنکه نام کوه نبشته باشم نشانی دیگر ...
باید و آن را نمی دانم. روزی بود فرخ و دل افروز که ...
تیزگام ڈاک از در درآمد و نامه که از دارالخیر اجمیر ...
کشوده بود ارمغان من کرد. هم دل سودازده آرام ... و
خاربن تفرقه[۱] از بیخ و بن بر کنده شد. نازم بدین سخن ...
که مینویسند خواسته بودیم از دهلی باجمیر رویم. این ...
سگالند که شنونده خواهد گفت چرا این راه نسپردند و ...

---

۱ - در اصل متن «اندیشه» و در حاشیه متن کلمه «تفرقه» بطور نسخه
بدل ضبط شده است

در ٹونک اند و سید ارشاد حسین خان بسفر. نامه که نوشته میشود
کجا فرستاده آید. اندیشیده ام که هم از طالع یار خان پرسم و (۱۵)
نامه برهنمائی این مرد راه دان[1] فرستم. آنکه نوازش کرده اند و از
سرگذشت پرسیده اند بشنوند. شحنه عدو بود و مجسٹریٹ با من
ناآشنا، فتنه در کمین بود و بخت نارسا، مجسٹریٹ باآنکه شحنه را
فرمان‌روا هستی در خستن من شحنه را فرمان برد و توقیع گرفتاری
من نوشت و ششن جج با آنکه بامن دوستی داشت پیوسته با من (۲۰)
مهر ورز و مهربان بود و بارها در بزم می بهم پیمود، چشم
پوشید و به تغافل زد. داوری بصدر بردند. هیچکس نشنید و همان
فرمان‌بیداد بجا ماند. ندانم چه روی داد که چون همه میعاد
سپری شد، میجسٹریت را دل بهم بر آمد و خود از صدر نسخ حکم
خویش و رستگاری من خواست. خواهش وی پذیرفتند، بلکه او را (۲۵)
بدین خواهش ثنا گفتند. گویند بسکه نکویان قوم آن خیره سر
یعنی مجسٹریٹ بیدادگر را ملامت کردند و پایه آزادی و خاکساری
مرا در نظرش جلوه دادند بدین رنگ که رهائی من از خویش
خواست عذر خواست و دگر هم پوزشها و دلجوئی‌ها کرد و من
خود ازان روکه هر صفت و هر فعل و هر امر را از کردگار می (۳۰)
نگرم و ستیزه با کردگار روا نبود از آنچه رفت آزادم و بدانچه
رفت شادم، اما چون آرزو منافی آئین بندگی نیست، شعر :

عشق است و صد هزار تمنا مرا چه جرم
گر خواهشی کند دل شیدا مرا چه جرم

خواهم سپس در جهان نباشم و اگر باشم در هندوستان نه باشم؛ (۳۵)

---

۱ - در اصل : روان

هیهات که خون جگر خوردن من رایگان رفت. چرا سودای
این بزرگوارم در سر افتاد. نه جائزه دام و درمی که آن را
گوهر سخن نوانم دانست و نه صله لطف و کرمی که خود
بدان شکیبا توانم کرد. در عنوان نامه گفته ام و بپایان ورق
گویم که بندهٔ خودم انگارند و از خودم خوشدل شناسند و
گفتار مرا از روی انصاف در نظر سنجند و از من نرنجند.
این نامه زود رقم فرمایند والسلام مع الا کرام از **اسد الله**
یکم ربیع‌الاول سنه ۱۲۶۱ هجری.

ایضاً : ٤

داغم ز سوز غم که خجل داردم ز خلق
بوئی که تن ز سوختن استخوان دهد

سبحان الله عمریست که قبله را در کعبه با حجرالاسود
گستاخ مسنجم و گوش بر صدا دارم که کی شنوم که از کعبه
گشتند عیاذاً بالله از سفر حجاز باز آمدند. برب کعبه تا وقتیکه
طالع بار خان را ندیده و ازیشان نشنیده ام که خان عالیشان
رفته بودند و پس از هفت ماه باز آمدند و حالیا نه باجمیر بلکه
ٹونک جا دارند همان می دانستم که گفتم. باری هم بشنیدن
اندوختم و هم برسیدن نامه رخ شادی افروختم. بسکه لب
ذوق همزبانیم پیداست که چون دو تن از هم دور باشند
جز بزبان خامه باهم حرف نتوانند زد. تا نامهٔ نامی خوانده
نامه نگاری نشستم. نامه مینویسم و دانم که تا این نگارش
نپذیرد نیاسایم. لیکن هر دم این اندیشه جان میگزد که

نیز در فرقهٔ بی نوایان و زمرهٔ بی سر و پایان آبروی داده اند.
گدایم اما از گدایان بارگاه و روشناس شاهم. اگر در مدح اورنگ
آرای دهلی گهر سفته ام منشور رأفتی بمن داده است و اگر گورنرجنرل
را ستوده ام خوشنودی نامه‌ها بمن فرستاده، چنانکه یک توقیع (۱۵)
ابو ظفرسراج الدین بهادر پادشاه و یک مکتوب انگریزی جمس طامسن گورنر
اکبر آباد پیش خودم هست. هرچند ملاطفات این فرمان روایان
سلطان نشان که بنام من رسیده بسیار است، اما ازان همه آن نامه‌ها را
ذکر کرده ام که در خصوص رسیدن قصیده و اظهار رضامندی و ابراز
مهربانی است. آه از نواب عالیجناب که تحسین را به تحسین (۲۰)
تلافی ننمود و نامه بپاسخ عرضداشت ننوشت. حاشا که از نارسیدن
صله و عطیه و جایزه نالم. آری از نارسیدن نامه ملولم و ملال من
درین مقام بیجا نیست و باوجود این که ملولم گله نمی سنجم. اینکه
گفتم حکایت است نه شکایت و مقصود ازین حکایت آنست که درین
روزها دیوان فارسی من که کم و بیش هفت هزار بیت دارد (۲۵)
منطبع می شود و غالب که در عرض دو ماه بپایان رسد. قرار
داده ام که یک جلد بسبیل هدیه بوالا خدمت نیز خواهم فرستاد تا
چون مجموعهٔ نثر دارند سفینهٔ نظم نیز داشته باشند. من آن میخواهم
که چون نواب مرا وقعی ننهاد و ستایشم را به شگفتگی نپذیرفت،
من هم بی حوصلگی کنم و این قصیده را خط کشم و در دیوان (۳۰)
ننویسم و چون نواب نام مرا در دفتر خویش نپسندیدند من نام
نامیش را بدیوان خود نه نپسندم. حضرت‌ لندرین باب چه میفرمایند؟
چشمداشت آنکه زود نه دیر بجواب این سؤال شاد و از بند تفرقه
آزاد کنند. بیش از یک هفته در انتظار جواب نپسندند زیرا که
نوبت انطباع دیوان زود است که تا این قصیدهٔ نامقبول برسد. (۳۵)

دلت برکاته ثانیاً میخواهم که تا بنگرند و دریابند که ممدوح ر
دران دیباچه بکدامی زبان و در ستایش فن بانک که حقیقت آن
پیداست که چیست، سخن را بکدام پایه برده ام و با این همه چه
در دیباچه و چه در جریده نوی طرز نگارش و نو آئینی هنجار
گزارش از دست نرفته و گفتار همچنان بر روش خاصهٔ خویش (...)
بر جای مانده است. با این همه که گفتم دانم که نازش من در
سحر طرازی آن زمان رواست و داد جانگدازی خویش آنوقت یافته
باشم که بندگان رفیع‌الشأن نوّاب سلطان نشان گفتار مرا پسندند. چون
سخن بدینجا رسید و مدعا سراسر گزارده آمد خامه از کف می نهم و
نامه را فرومی پیچم. عمر فراوان باد و دولت روزافزون. (...)

ایضاً : ۳

قبله جان و دل سلامت، عذر تقصیر خویش میخواهم و نکته
بر کرم دوست کرده بسخن میگرایم. بخدا که نور خرد در دل
و جان و گنج سخن در کام و زبان نهادهٔ اوست که از حضرت
خشنودم و چنانکه بوجود آفریدگار ظن[۱] دارم این نیز میدانم که
حضرت را در روائی آرزوی من سعی فراوان است و چون کار بر
نیاید و شنونده گوش بگفتار و دل بکردار ننهد حضرت چه کنند
و چگونه کام دل من از دگری بزور ستانند و درین محل مرا می
بایست که از مقصود قطع نظر کردمی و دیگر بدوست دودسر ندادمی
و یزدان داند قطع نظر کرده ام و از کردهٔ خویش پشیمان شده
زنهار زنهار ازین نامه آن ندانند که غالب گزاندیشه گدائیست و
ابرام پیشه، بلکه این مشتمل بر سؤالیست که جواب آن میخواهم
هکذا اگرچه از خلایق کمترین و مردی گوشه‌نشینم لیکن مر

---

۱ - دراصل : بظن

رد. ازین پیش مشفقی طالع یار خان نامهٔ نامی بمن داده و من
مان روز آن نبشته هم بدان ستوده خوی سپرده ام و پس از
ر سه روز خبر یافته ام که صر صر نامی از بریدان ملازم (۵)
رکاری آن نامه را برد. باری این روزی چند که طالع یار خان را
ر شهر اتفاق اقامت افتاده خوش گذشت که چون گه گاه بهم می
نشستیم از محامد اخلاق آن یگانهٔ آفاق حکایت میانهٔ هم میرفت.
یک هفتهٔ بیش نگذشته باشد که مکرمی قاضی فصیح‌الدین بداونی
را از آگره بدهلی گذار افتاد. چون شما را دیده بود و هم ازان (۱۰)
انجمن می‌آمد ورود شما از ٹونک بمتهرا و از متهرا به اکبرآباد بمن
باز گفت. این فرخنده آئین را نیز چون خود ثناخوان و در ستایش
شما با خویش همزبان یافتم. امروز سومی[۱] روز است که از من
بدرود شد و سلامی از ما برد تا بشما رساند و اغلب که حضرت
نیز زود نه دیر از آگره به ٹونک رهگرای شوند و چون بدان (۱۵)
خجسته منزل رسند این نامه که تحویل طالع یار خان است از نظر
گذرد. نهفته نماناد که این بار طالع یار خان که دوست دیرینهٔ
منست بار گرانی بر دوش من نهاد. بپارسی ترجمه کردن هندی
عبارتی را که بر گزارش آئین پیچهای بانک مشتمل بود از من
خواست و سر انجام این خدمت‌را ذریعه خوشنودی خاطر خطیر (۲۰)
حضرت نواب معلی القاب عالیجناب وا نمود. چون زله خوار خوان
جود آن والاجاه بودم و سپاس میبایست گزارد، توسن خامه را
دران گذرگاه تنگ بجولان آوردم و سفینه که دیباجه و خاتمه
نیز دارد ترتیب داده به کارفرما سپردم و عرضداشتی بران افزودم تا
روائی آرزوی ورود توقیع را بهانه تواند بود. داد خوبی عنوان
دیباجه ازشما اولاً و از مطاعی و مخدومی مولوی ظهورالدین علی (۲۵)

---

۱ - در اصل : سیومی.

گذارم و چرا منت نه پذیرم که از لطف و تفقد آنچه می بایست
بتقدیم رسید. یاد دارم که اندرین نامه که پاسخ آن میطرازم (
نگاشته قلم تفقد رقم بود که حکم تفضلی از زبان نواب صاحب شنوده
اند ، وزین پس تحریکی میکنند تا آن حکم به امضا رسد. گوئی
امضای آن حکم موقوف تحریک است. لاجرم دل آشفته آرمید. سخن
اینست که مرا اندرین روزها ضرورتی روداده که به اکبر آباد ...
باید رفت و بالفتنٹ گورنر بهادر که آشنای دیرینه و مربی و ...
غمخوار منست درد دل باید گفت. همه نگران آنم که یک دو
باران بارد و هوا سرد و خاک خنک گردد تا روی براه آورم و ...
آگره پویم و اینکه من گفتم لا محاله در عرض یک ماه صورت
میگیرد. درین صورت چه خوش باشد که هم درین چهار هفته ...
گونه پاسخی که بمن رسیدنی است رسیده باشد تا هم آن نامه مهری (...)
ماڈک صاحب نزد خود داشته باشم و هم ازان وسوسه و اندیشه
فارغ باشم که نامه شما در دهلی رسد و بریدان ڈاک مرا نیابند
و بسوی شما بر گردانند. چون عطوفت و رأفت را پایه ازان برتر
نهاده اند که دور اندیشی بدان توان رسید و خواهم که آغاز را بانجام
رسانند و همدرین ماه کار را اتمام گردانند. میرزا علی بخش خان (...)
سلام میرساند و فخرالدین کورنش عرضه میدارد. بخدمت مشفقی
مکرمی سید ارشاد حسین سلام میرسانم و عذر کوته قلمی میخواهم
و نگارش نامه را بوقت دگر می اندازم و السلام مع الاکرام ...
چون ضروری است جواب طلب. اسدالله بی ادب.

ایضاً : ۲

بخدمت وافر المسرت حضرت اخوان پناهی مطاع امیدگاهی
دام بقاؤه به زبان خامه که ترجمان دل و مبالغی شوق است حرف

بستی نمانم و بر سر آن پایه که داشتم باز روم . جناب معلی‌القاب منتگمری صاحب بهادر سگالشی نکردند و بولایت رفتند . تا حضرت فلک رفعت میکلوڈ صاحب بهادر چه اندیشند و چه فرمان دهند. از گزارش روداد مراد من از آن حضرت آنست که اگر درین‌باره (۲۵) عنایتی تواند گنجید عنایتی ورنه هدایتی . زیاده حد ادب . غالب داد طلب .

خطوط بنام تفضل حسین خان صاحب مرحوم

(۱)

حضرت سلامت، رأفت نامه که از جیپور بال روانی کشوده بود بدلربی و امیدافزائی نه تنها غم از دل بلکه دل از من ربود. چون جیپور، آرامشگاه مخدوم نیست درنگارش پاسخ درنگ ورزیدم . اکنون که پیش از دو هفته سپری گشت سنجیدم که از جیپور باجمیر رسیده باشند. نامه باجمیر میفرستم و محصول برملازمان برات می (۵) کنم . همانا عقیده جمهور آنست که کار گذاران ڈاک در رساندن نامه بیرنگه به توقع حصول محصول اهتمام بیشتر میکنند . بنده پرور صاحبا پیش ازین همه از خویش خجل بودم که جاهمندی را ستودم و کف دریوزهٔ پیش کردم، حالیا از شما شرمسارم که بار بار زحمت میکشند . اهل فرنگ سپارش گدایان گوارا میکنند . (۱۰) گنتید و گفتید و از نگارش شما می تراود که هنوز به گفتن احتیاج بافیست. اگر مراد آنست که من منت پذیر باشم و سپاس‌گزار باشم، به یزدان دادگر سوگند که هم منت پذیرم وهم سپاس‌گذار و چرا سپاس نه

ایضاً : ۲

ارسطوجاها سکندرسپاها نصیریان نصیرا حیدریان دستگیرا، بدیدن
روی بنده فرا رسیده باشند که غالب اندوهی جانگداز دارد.

شعر

زین که دیدی به جحیمم طلب رحم خطاست
سخنی چند ز غمهای نهانی بشنو

سخن بسیار است بسیاری ازان فرو گذاشته آید تا در صورت
دردی که زندگی در گرو درمان پذیرفتن آنست عرضه داشته آید.
عم مرا در سرکارانگریزی جاهی و دستگاهی و ملکی و سپاهی بود.
با من چنانکه پس از گذشتن سیل زمین نمناک ماند ازان همه آثار
ثروت آبروئی ماند و بس. در انجمن گورنری بصف اصحاب یمین
نشستگهی شایسته یافتمی و قصیده نذر کردمی و هم بدان نذر
بصله مدح گستری بلکه به رعایت رئیس زادگی و سروری خلعت هفت
پارچه با جیغه و سرپیچ و مالای مراورید یافتمی و بفرمان گورنمنٹ
نذر خلعت بر من معاف بودی. اکنون در فرد فهرست دربار لاهور
مشاهده رفت که مرا از صف رئیس زادگان برون رانده در جرگه رعایا
نشانده اند و توقیع پنجاه روپیه زر و هفتاد و پنج روپیه خلعت رقم
فرموده. هر آئینه بشگفتی فرومانده ام و تغیر صورت قدیم که آن
نه کاستن بلکه هیأتی دیگر که هیچ گونه بشکل نخستین نماند آرزمن
است. شگفت چون نبود؟ خون در دل جوش زد، تظلم بدرگاه
فرمانده پنجاب بردم و عرضه داشتم که اگر این عقوبت مکافات
گناهی است باید که من آن گناه را دانم و اگر نه چنین است در

نازند. این شرف‌افزا تشریفی از خلعت خانهٔ آل عبا که هم
سرفرازی صورت است و هم روسپیدی معنی، هم سرسبزی‌عیانی است
و هم‌تازه‌روئی نهانی، امروزکه سه شنبه بست و ششم دسمبر است نیمه (۱۵)
از روز سپری شده بود و نیراعظم به سمت‌الرأس رسیده که بدین
گنج باد آورد تونگر شدم و شکیب نتوانستم ورزید و خود را از
خودنمائی نگه نتوانستم داشت . در دم آدم به بازار فرستادم و
ابریشم سبز طلبیدم و فرمان دادم تا هر دو پاره را بهم دوزند .
رفتند و آوردند و دوختند و نوردیدند و بمن سپردند. آئینه پیش (۲۰)
رو نهادم و بسر پیچیدم و کله بر آسمان فکندم و هم بدینصورت
که گفتم به نامه نگاری روی آوردم . یزدان داناست که تا چنین
نکردم جوش‌درون فرو نه نشست و فرجام بیتابی‌دل برنخاست.
آنچه در والانامه رقمزده کلک اعجازطراز بود که طیلسان ناخواسته
فرستاده میشود، اگر از بنده‌گستاخی بحل فرمایند برهانی می توانم (۲۵)
آورد که ناخواسته گفتن درمیان نگنجد . آری اگرچه به آشکارا از
منتی جواهر سنگه خواسته بودم و رسیدن آنرا از خدا میخواستم، هرآئینه
خواهشی که مرا با خدا بود حضرت که از نزدیکان خدایند ، اگر
پیش از اظهار سعادت آثار موصوف بدان وارسیده باشند و از بارگاه
ایزدی به روائی آن خواهش فرمان یافته باشند چه شگفت بیتی. (۳۰)
از استاد بخاطر داشتم بمناسبت مقام بخانه میسپرم تا بر مخدوم عرضه
دارد، در من قال.

شعر

کرد ظرف‌خواهش‌ماکوتهی قطرهٔ آبی ز دریا خواستیم

والسلام به الوف الاحترام از بنده درگاه اسدالله . ۲۶ دسمبر
(۳۵) سنه ۱۸۶۱ء .

طرحهای رنگ رنگ افگنند و نقشهای گوناگون زنند. کوتاهی سخن، تقریب دیگر است و تخریب دیگر. ما شما را مقرب میخواستیم نه مخرب.

ع خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم

هیهات به زمین بوس شاهزاده روی آوردن و آنگاه از شما وفا چشم داشتن. ما فرمانرواپرستانیم و نان از کف تیغ آزمای کشور کشایان ستانیم. ما را با زاویه‌نشینان چه خویشی و با گسستگان چه پیوند. ندانند که ازین نبشتن آن خواهم که به تلافی گرایند بلکه مقصود من همه آنست که ندانند که غالب نمیداند. والسلام.

بنام مولوی رجب علیخان

(۱)

سپاسی کزان نامه نامی شود سخن در گزارش گرامی شود

هم از آفریدگار و هم از خواجه مرتضوی تبار بجا می آرم. فرخنده دولتی و خجسته حالی که بمن روداده درخشیدن نیر بود از افق خاور یعنی نظر فروز گشتن منشور رأفت از طرف عنوان نامه سعادت نشان منشی جواهر سنگ جوهر؛ سپس رسیدن آن طیلسان بهار توأمان که از رنگ سبز و سرخ و کناره زرین سبزه زاریست که پیرامن آن روبروی ارغوان کاشته اند. پرتوی و کشکهای جهانتاب بر اطراف آن سر تا سر دویده. کیش تازی را پذیرفته کعبه را پرستار نباشم اگر به تشریف بارگه گورزی یافته‌ام و به پیراهن ملبوس خاصه سلطان دهلی که بکشود بمن فرستاده اینپایه شادمانیم روداده باشد که رسیدن این این نه خلعت شاهانست که آزادگان دل

زازند و کار ایشان بدانگونه سازند که از گوالیار تا بژوده توانند
ت و آقای قدیم خود را توانند دید. هانا این هر سه صورت که
نه آمد ناممکن و دشوار نیست و نوکری یک متصدی در گوالیار (۲۵)
رفتن یک مسکین تا بژوده آنقدرها کار نیست که در گزارش
کم کنم و خود را از سپارش نگاه دارم، خاصه درین محل که
ودت روحانیست و بیگانگی مفقود والسلام. نامه نگار اسد الله
وسیاه نگاشته دوم مارچ سنه ۱۸۴۳ع روز پنج شنبه که منسوب
بسعد اکبر است. (۳۰)

از اسدالله گم کرده راه معروض بخدمت

میر ولایت علی صاحب المخاطب به مشرف الدوله بهادر

نفرین خدای بر من که زمین بوس شاهزادهٔ ماه لقا و آنهم
بمانجیگری شما آرزو کردم و هرچند دانم که دانشوران دانند که
فروغ گوهر رخشندهٔ من که آفتاب ابزدی بخشش است بدین فرو
گذاشت که از سوی پایه ناشناسان بمیان آمد از آنچه بود نه کاست،
اما ادائی که نه بهنجار باشد چگونه با منش سازگار باشد. نه خود (۵)
این بار پادشاهزاده را دیده ام بلکه زین پیش دوبار بدان همایون
نشیمن رسیده ام. در هر دوبار زود خوانده اند و دیر نشانده اند و
آبرو افزوده اند. حاشا که درین بار روش شاهزاده حرکت طبیعی
باشد. همانا پیش ازان که من آیم قرار داد چنان بود که یکپاس
در پاسبانانم نشانند و تا شاهزاده را بلهو نظارهٔ صندوقچه مشغول (۱۰)
نکنند مرا به پیشگاه نخوانند و چون روبروی رسم، حضرت صاحب عالم
اساس دلنوازی ننهند و مرا به نشستن دستوری ندهند، گوئی
شاهزاده ورقیست ساده بدست طراحان و رنگ آمیزان افتاده تا

بود، نامه بگرامی خدمت در ڈاک فرستاده شد و قطعات و
درست و هموار ساخته و آنچه درست بود همچنان گذاشته ورق
فرستاده بودند همان ورق در نورد نامه فرو پیچیده است؛ بهنگام
از نظر خواهد گذشت. غزلها هنوز به پرکار اندیشهٔ تیزگرد
نپیموده ام . همانا پس از روزی چند خواهم نگرست. این نامه
می نگارم ویژه از بهر دو کار است، یکی این که قصیده که
پیش کش نواب گورنر جنرل بهادر کرده ام و مطلع آن آنیست.

ای برتر از سپهر بلند آستان تو
تو پاسبان ملک و ملک پاسبان تو

مشتملبر سه‌مطلع و چهل بیت است و نیک یادم نمانده که
کلیات که بخدمت فرستاده‌ام در شمار قصاید مرقوم است یا نه.
باشد نوید آگهی فرستند، ورنه از اوراق سیدالاخبار بدیوان
دیگر اینکه رسانندهٔ این نامه لاله هیرا لال از شرفای این
خوبان روزگار اند. عمری برفاقت حکیم کاظم علی خان بسر
زان‌پس که بمقتضای حب‌الوطن بدهلی رسیده اند از
فرومانده فرجام کار خوش و ناخوش خود را بگوالیار
خط خوانا دارند و آئین کتابت دارند . اگر بکار آیند ایشان
خود نگهدارند و کار کتابت از ایشان گیرند و نیز اگر
داشته باشد در زمرهٔ متصدیان بسرکار کرنیل صاحب والا
بسرکار جاهمندی دیگر جا دهند و برنامه‌نگار سپاس
این هر دو صورت ظهورنه گیرد ایشان را بعطای زاد

---

۱ - در اصل : همینطورست، شاید «دانند» بوده که کاتب سهواً «دارند»
نوشته است.

ایضاً : ۲

دانشهای بسزا و اندیشه‌های رسارا به فرگاه تنگبار والا یزدان
ر نداده‌اند و جز اینمایه آگهی که همه ازوست یا همه اوست
ر دید و دانست برروی هیچ دانشمند دیده‌ور نگشاده اند. خرد که
فریدهٔ نخستین باشد سزد که همه دان و همه بین باشد. هر آئینه هر چه
س از وی به پیشگاه پیدائی شتابد این توانا سروش چگونگی آن را (۵)
پدیدار تواند ساخت. سخن در آنست که آن هست و بود را که
پس از وی بوده است چگونه تواند شناخت. چون خرد فرومانده
تر از ماست ، ماکه جز اندک بخشی از خرد نیافته‌ایم در دانستن
خرد آفرین چون فرو نمانیم . همانا این نه بس باشد که خدا را
آفریدگار و خرد را در آفرینش با سخن که پرتوی از شیدستان خرد (۱۰)
تواند بود همدم و همراز دانیم . گوهر خرد را به ترازوی سخن
سنجیم و نوای سخن را بهنجار خرد آهنجیم. اگر گفتار است ور
دانش است ، همه ایزدی فره و آمیغی ارزانش است. با این همه از
دربایست‌های این کار آموختن فرهنگ است از آموزگار و به پیروی راه‌دان
پیمودن راه گفتار. ای ندیم هان بنگر برادر زاده نامور روشندل (۱۵)
روشن گهر میرزا علاؤالدین خان بهادر به‌فرتاب خرد خداداد راه سخن
درهمپائی من رفت و در پیری من جای من از من گرفت. اینک
چنانکه در خویشاوندی و یگانگی مردم‌چشم‌جهان‌بین‌من است
برچاربالش هنرمندی‌وفرزانگی جانشین من است . آئین گفتار به
تنومندی اندیشه آن نوجوان نو وگزیدگان مرا بمهروی دل در (۲۰)
برو باد ۱۲ غالب .

خط بنام جان جاکوب صاحب

فرخنده‌خو سرورا، پری‌روز که سه شنبه بست و هشتم فروری

داتا کے تین گن، دے، نہ دے، دے کے چھین لے

کوتاهی سخن، غزلی همدرین زمین در دیوان منطبعه دارم در کلکته گفته ام. نقل آن بخدمت میفرستم. از نظر غلط نگر گذرانند :

غزل

سوخت جگر تا کجا رنج چکیدن دهیم
رنگ شوای خون گرم تا به پریدن دهیم

عرصهٔشوق‌ترا مشت‌غباریم ما
تن چو بریزد زهم هم به تپیدن دهیم

جلوه غلط کرده اند، رخ بکشا، تا ز مهر
ذره و پروانه را مژدهٔدیدن دهیم

سبزهٔ ما در عدم تشنهٔ برق بلاست
در ره سیل بهار شرح دمیدن دهیم

بو که بمستی زنیم برسر دستار گل
تا می گلفام را مزد رسیدن دهیم

بر اثر کوهکن ناله فرستاده ایم
تا جگر سنگ را ذوق دریدن دهیم

شیوهٔ تسلیم ما بوده تواضع طلب
در خم محراب تیغ تن بخمیدن دهیم

دامن از آلودگی سخت گران گشته است
وہ که در آرد زپا، به که بچیدن دهیم

خیز که راز درون در جگر نی دمیم
ناله خود را ز خویش داد شنیدن دهیم

غالب از اوراق ما نقش ظهوری دمید
سرمهٔ حیرت کشیم دیده بدیدن دهیم

شعـــر

سپهر را تو بتاراج‌ما گماشتهٔ
نه هرچه دزد ز مابرد خزانهٔ در تست

شکیب ورزند و داروئیکه دماغ را نیرو فزای و سرمهٔ که تیرگی زدای باشد بکار دارند و اندوه نخورند . از خوردن اندوه کار بر نمی آید. این ، نیروهای درونی و بیرونی بزر نخریده ایم. (۲۵) رایگان بخشیده اند . اگر ببرند، ستم نیست . از اسد الله نگاشته یک شنبه نوزدهم دسمبر ۱۸۵۲ ع .

نامه بنام نواب علاءٔالدین احمد خان بهادر

(۱)

جانشین غالب را از غالب دعاً. نامه شما و پیام والا برادر رسید . هی هی چه مایه بیدرد و بدگمانست که سخن نمی پذیرد و میداند که سخن میتوانم گفت. خر نیست ، خرس نیست ، آدم است . جاهل نیست ، عالم است. کودک نیست ، جوانست که یارب به پیری رساد. آنکه پائی ندارد، گام چون زند. آنکه دست ندارد کار چسان کند. (۵) آنکه دل و دماغش نمانده باشد، سخن چگونه سنجد. خواهد گفت که دل چرا نیست، دماغ چرا نیست . ای ستمگرناپارسا دل هست اما نژند. دماغ هست، اما دژم . آنکه در پیکر من دل و دماغ آفریده است، نیروی اندیشه و درخشانی فکر و ذوق چامه سرائی و هنجار قافیه یابی‌ائی از من باز گرفت چنانکه هندیان گویند : (۱۰)

۱ - دراصل : ازین

بنام منشی نبی بخش مرحوم

صبح است؛ پرده های ایوان فروهشته و در منقل آتش افروخته و من برکنار منقل نشسته و دست بر آتش داشته، خاور سوی پرده بالا زده اند ، و پرتو مهر جهانتاب زاویه را فرو گرفته. گفتم درین وقت که خوش است با که سخن توان کرد . ناگه در دل ریختند که گرامی برادری داری در کول و مهرپیشه یاری (۱) همدران شهر. صریر خامه بگوش حق نیوش آن دو روشن گهر فرو دم و بزبان نی بینوا با آنان سخن گوی. گفتم پاسخ از کجا یابم . گفتند دو سه روز گوش بر آواز دار تا چه شنوی . دو ورق را که بهم پیوسته بود از هم جدا کردم. ورق را بنام شما و ورق را به اسم سامی تفته نگاشتم و به ڈاک روان داشتم. الله الله للجنون فنونٌ . کمی کردن بینش در چشم حق نگر آن والا برادر اندوه بر دل افزون کرد . آنانکه جام از جم و نگین از سلیمان برده‌اند همانا که در بردن تیز دستند. تا ره نبرند و سرمایه به یغما نبرند نیاسایند. کاروان ما را همین شنیدن و دیدن و گفتن و رفتن متاع است، چرا بتاراج نرود . یکی را گوش گران است تا همنشین چه سراید . یکی را چشم نگران است تا که می آید . یکی را پای رفتن از کار رفته و یکی را نیروی رفتار رفته. غارت زدگان روزگاریم؛ داد از که خواهیم و داوری کجا بریم. غالب فلک زده حد ادب نگاه نداشت و در غزلی بدین هنجار فغان برداشت .

---

۱ - دراصل : ندارد

سرمایه بباد دهند. من این را نمی پسندم و شما را مانعم، آهنگ نوکری کنید و دست در دامن صاحبدولتی زنید تا بجای رسید. (۲۰) زنهار اوقات تلف نکنید. حال لکهنئو بر شما نهان نیست. اگرچه امجد علی شاه مرد و مرا در آغاز یأس روی داده بود، اما باز رنگ بر روی کار آمد و دانسته شد که نو روز علی خان را با شاه‌نو بسم و راهی به ازانست که با شاه متوفی بود. بمن مینویسد که زود است که منشور طلب فرستم. سخن کوتاه، ازین نوشتن آن (۲۵) میخواهم که همه بآن[۱] گرائید که در آن جا نوکر شوید و گوش بر صدا باشید تا شما را کی می طلبم. العاقل تکفیه[۲] الاشاره.

ایضاً : ۱۳

کامگار سعادت آثار اقبال نشان منشی جواهر سنگه جوهر دعا خوانند و دعا گوی خود دانند. نامه های شما که بنام رای چهجمل میرسد می نگرم و برسلامت حال شما سپاس کردگار بجا می آورم. دیروز شامگاه قرةالعین میرا سنگه نامهٔ شما که موسومهٔ پدر شما بود آورد، خواندم و صریر کلک شمارا زمزمهٔ گلهٔ خویشتن یافتم. جانا! (۵) هیچ نامه را[۳] پاسخ نگزارده نگذاشته ام و مینویسید که نامه‌ها روان داشته ام و فلانی جواب ننوشته. خود بفرمای که نامه های نارسیده را پاسخ چگونه توان نگاشت. آری آن سفینه که از رسیدنش خبر نداده ام بمن رسیده است و من ندانسته ام که مرا چه می باید نوشت و با جان[۴] سفینه چه می باید کرد. اگر دیباچه یا تقریظ (۱۰)

---

۱ - در اصل : آن
۲ - دراصل : تکفیهٔ
۳ - دراصل : مرا
۴ - دراصل : حان

ایضاً : ۱۱

جان من در آن هنگام سرنگرانی از اندازه گذشت و دل
آگهی جوی بود. هیرا سنگه نامه شما که بنام خودش بود آورد
و بمن نمود. پدید آمد که به پشاور رسیده اند و آب و هوای شم
سازگار افتاده است. یزدان تندرست دارد و کاری به ازان کن
و پایه بر تر ازان پایه که داشتند میسر گرداناد. دیوان عارف
به رایصاحب سپرده آمد. والاجاه ضیاالدین خان زر نه طلبیده اند
و هر گاه طلب خواهند کرد داده خواهد شد. اینقدر زودی چرا؟
اگر دانستمی که زود همی باید ادا کرد فرمان شما را کار بستمی
و یازده روپیه فرستادمی. چون تقاضا نیست زودی چه ضرور است.
مردم‌خانهٔ شما همدرینجا هستند، به امروهه نرفته اند. هیرا سنگه
میگفت که تندرستی و خوشنودی حاصل است. مردن زن هیرا سنگه
شنیده باشند، حیف که جوان بلکه میتوان گفت که در طفلی مرد
و هیرا سنگه بی مونس ماند. می بینم که اندوهگین است. از
شما میخواهم که جواب این نامه زود بنویسید و حال خود منصل
دران نامه درج کنید و این نیز برنگارید که مقدمه قرض و دیگر ا
نالشهای هرزه سراسر انفصال یافت یا هنوز گردی ازان لشکر و
آتشی ازان کاروان باقیست، والدعا. از اسدالله روان داشته شد
۹ مئی سنه ۱۸۶۴ع.

ایضاً : ۱۲

از اسد الله دعا خوانند و با آنکه فراموشش کرده اند او
یاد نخود دانند. از نگاشته‌های شما که به رای جی میرسد چنان
می تراود که هوای سوداگری در سر دارند. مبادا در هوس سود

، والدعا. از اسد الله نگاشته سه شنبه بستم مارچ (۱۰)
۱۸ ع.

ایضاً : ۱۰

سعادت و اقبال نشان منشی جواهر سنگه از عمر و دولت
برخوردار باشند. دل افروز نامه مژدهٔ[۱] ورود آورد[۲]. زشتی آب و هوا
و درشتی نهاد کوهستانیان هم از پیش میدانم، چرا که آن
عزیزتر ازجان مکرر نبشته اند. یزدان نگهدار باد. هیرا سنگه
دیوان عارف مرحوم هم بدان آئین که مهر نیمروز فرستاده بود (۵)
میفرستد. بهنگام خویش خواهد رسید. مولوی رجب علیخان را
دوباره بدهلی گذار افتاد. نخست آمدند و چند روز آرمیدند و
بسوی جوده پور که صاحب اجنٹ بهادر راجستان در آنجا بود
رفتند. چون بر گشتند، باز بدهلی رسیدند و روزی چند آبخورد
کرده بسوی وطن رفتند. کس ندانست که چرا رفته بودند و (۱۰)
چگونه باز آمدند. همانا پسر بزرگ ایشان در سررشته ایجنٹی
راجستان نوکر است؛ بهر دیدن وی رفته باشند و کهین پسر
خویش و برادر کوچک خویش را در وهله نخستین با خود برده
بودند. در باز گشت آن هر دو تن همره نبودند. همانا به صاحب
ایجنٹ بهادر سپرده آمده باشند، تا هر یکی را بکاری گمارد. (۱۵)
زیاده جز آرزوی دیدار چه نویسد. از اسد الله نگاشتهٔروز شنبه
۱۲ مئی سنه ۱۸۵۵ ع.

---

۱ - دراصل : این کلمه را ندارد
۲ - دراصل : ؟

خویشتن فرستید[۱] و از بار سر انجام فرمایش من
پس از مطالبه که از روی محبت و مسرت است گفته
نامه مندرج بود که پلنده لنگ امروز فرستاده‌ام و آن سیزدهم
تا امروز که بست و سوم دسمبر است بمن نرسیده و خود آن
نبشته اند که در عرض پانزده روز خواهد رسید. یا رب رفتار
انگریزی‌را چه شد که از لاهور بدهلی در دو هفته‌رسد.
راه است؟ مظفرالدوله پارسل کتابی از لکهنؤ فرستاده اند در
روز از لکهنؤ بدهلی رسیده است و دوری این هر دو
لاهور و لکهنؤ برابر است. عیاذاً بالله اگر آن طیلسان به
که منزل بمنزل پوید میداند لا محاله در دسمبر ۱۸٤۹ع بعی
زمستان سال آینده برسد. بهر حال این مسئله جواب میخواهم.
والدین شما و برادر شما و منتسبان شما همگین بخیر و عافیت
از اسد الله مرسله شنبه ۲۳ دسمبر سنه ۱۸٤۸ع .

ایضاً : ۹

نور دیده و سرور سینهٔ **غالب** منشی جواهر سنگه از
و دولت برخورند. نامه رسید و لنگ رسید و غزل رسید.
خوبی و خوشی شما و رسیدن مهر نیمروز آگهی داد. هر
نامه خوشنودم، بوسیدم و بچشم سودم. لنگ و غزل
چنان که بودن و نبودن هر یک یکسان. من لنگ از
جویم که بسر پیچم. خود انصاف کنند که این را
پیچید ـ باری هیچکاره هم نیست، در شبهای تابستان به رخت
چادر است و در روزهای زمستان بگرمابه لنگ، دستار اگر
گومباش، غزل خود هیچ است. لنگ دگر فرستند و غزل

۱ - دراصل : فرستند
۲ - در اصل :شوند

پدید آمد و خوشم کرد. مربی گری های حضرت مولانا ست
یزدان این بزرگوار والا تبار را سلامت دارا. بشما مینویسم که (۱۵)
منتسبان شما همگنان خوش۱ و خرم اند در آفتاب دلو بزم آرائی
کدخدائی میرا سنگه خواهد شد. از اسد الله ۲۶ دسمبر سنه
۱۸۴۸ ع روز سه شنبه.

ایضاً: ۸

اقبالنشانا مسرت افزا نامه نگاشته ۱۳ دسمبر به ورود خویش
خوشنودم کرد و بر آمدن نامه مولانا از نورد آن ورق به خشنودی
من افزود. پدید آمد که مولانا هدیهٔ فرستاده اند. آن هدیه را
عطیه ایزدی و توقیع سرفرازی خویش پنداشته ام. مردم پیش
شاهان و شاهزادگان ناصیه بر زمین می نهند و به خلعتی که (۵)
ازان فرقه یابند کلاه گوشه را بسپهر میسایند منکه بنده
مرتضی‌علی باشم علیه التحیة و الثناء چون از زبده اولاد آنحضرت
ارمغانی بمن رسید چون بر خویشتن نه بالم. پاسخ نامهٔ مولانا هنوز
ننگاشته‌ام و سر آن دارم که چون ذریعه نازش۲ من بمن رسد، پاسخ
نگارم و از رسیدن عطیه و سپاس دران نامه سخن رانم. هان (۱۰)
ای عزیز از جان این چه ماجراست که حضرت در نامه دو طیلسان
یعنی دو لنگ می نویسند و شما یکی را می نمائید. چون نامه
را کاتب خود آنحضرت بوده اند، سهو کاتب نیز نتوان گفت.
همانا حضرت چنانکه نبشته اند دو طیلسان داده‌اند شما یکی را
فی‌الحال فرستاده دومین را نگاهداشته ایدم تا پس از روزی چند (۱۵)

---

۱ - در اصل :حوش
۲ - دراصل : نارش
۳ - در اصل : اند

ارزانی . من ازین هر دو گروه نیم . باری[۱] شما بر من کرم کردید
که این خبر نبشتید . بوصرفه سرابان اخبار انگریزی باور نمیداشتند
و با نیروی نگارش شما مشت بردهان آنان زدم . پانزده بیت را دیده
سه تا را خط کشیدم و دوازده نگه داشتم. بیت آخر را مقطع قرار
دادم و مصرع ثانی آنرا هنجار برگرداندم، در مصرع اول ا .
'شب و روز، و در مصرع ثانی 'مهر و ماه، از محسنات کلام است.
اسد الله نگاشته شب جمعه که صبح دوم مارچ است والدعا .

ایضاً :۷

سعادت و اقبال نشانا جانا ، نامه شما و منشور عطوفت مولا
در نورد آن بمن رسید و مرا به رسیدن عطیه امیدوار ساخته و
پاسخ آن نامه نبشته در ڈاک بیرنگ بشما روان داشته ام. امروز
سه شنبه ۲۶ دسمبر است . دولت موعود یعنی طیلسان بمن رسید و
نامه با آن نبود و برید ڈاک نیز از من چیزی نخواست . چون
نگاشته روی عنوانش نگرستم پوسٹپڈ بود باری ازان رو که میدانستم
درین کیسه چیست انعامی به آورنده دادم و آنرا کشودم و
را دیدم و از خود رفتم و بر خود بالیدم و همان دم آن هر
پاره را بهم پیوند دادم و بر سر بستم . آشکار باد که من
از بهر آن خواهم که بسر پیچم و معمم خرامم. چون دهلویان
بر دوش نمی فکنم . باری جواب مولانا و سپاس عطیه انشا کرده
و این نامه که بنام نامی شماست ، هم در نورد این ورق پیچیده
و به حضرت مخدوم روان داشتم . حال عباس بیگ از تحریر

---

۱ - در اصل : باری

ایضاً : ۶

سعادت نشانا، نامهٔ رقمزدهٔ بستم فروری و نامه نگاشته ۲۵فروری
ب هم رسید. آن پیش از آمدن رای‌چهجمل از امروهه و این بعد
ورود وی به دو روز. چون من آنرا نیز نگاه داشه بودم ، هر دو
نامه را به رای جی نمودم ، خواندند و بر سلامت شما شکر گفتند.
لنگ در ڈاکخانه امانت داشته بودند . بعد رسیدن رای جی از (۵)
ڈاک به اوشان و ازوشان بمن رسید. چون در خور من نبود ،
سوی شما بر گرداندم ، یعنی به والد شما باز دادم. حالیا درین
باب هیچ فکر نکنند ، نه زر میخواهم و نه لنگ. فرمان من بجای
آرند و زنهار خلاف آنچه اکنون مینویسم نکنند ، یعنی نگران باشند
چون راه ملتان کشوده شود و لنگهای آن شهر بلاهور آید ، (۱۰)
یک لنگ که هرگز پود، و تار ابریشمین و زرین نداشته باشد و
همین به ریسمان که آن را در لسان هند سوت‌گویند بافته باشند، اما
کناره‌های‌سیاه‌یاکبودبر اطراف و خطهای ریزه که آن نیز سیاه وکبود
و زرد باشد در متن داشته باشد و تنک و نرم و سبک بود،
چنانکه پیران و قلندران را زیبد، خریده بهر من خواهی فرستاد، اما
نه زود. هرگاه‌نغزو دلخواه و ارزان دست بهم دهد. الحال یک (۱۵)
لنگ منجمله دو لنگ عطیه مولانا و یک لنگ بخشیده حضرت کالے صاحب
دارم و بسر می پیچم . و از عطای مولانا یک لنگ بهر آن گفتم
که طیلسان زرین را به حرم سرا بخشیده ام . بالله اگر زر یا لنگ
زرین گرانبها خواهی فرستاد، نخواهم ستد . ظفر انگلیسیان به
هواخواهان آن فرقه مبارک و غم شکست سکهه به واقعه طلبان (۲۰)

لکهنؤ رفته است در هرنامه که بمن میفرستد بشما سلام مینویسد

غیات الدوله حکیم رضی الدین حسین خان بهادر التزام هر شنبه
رنجه فرمائی ندارند، گاه گاه می آیند. چون شمارا میپرسند، سلام و
نیاز شما عرضه میدارم. از نقل مکان بزم برهم خورد، آن
جمیعت احباب نماند. شنیده باشند که دارا بخت شهزاده ولیعهد
بهادر شاه بود، جامه گذاشت. حالیا خسرو دهلی میخواهد که
جوان بخت کهین پور خود را که از بطن زینت محل بیگم
صمصام الدوله احمد قلیخان است به ولایت عهد بردارد
فتح الملک المعروف بمرزا فخر و بر دلیل اینکه ولد اکبر
است از بهر خویش مدعی ولیعهدی است. هنوز کار یکسو
و از گورنمنٹ فرمانی درین خصوص نرسیده.

ع تا یار کرا خواهد و میلش به که باشد

هان و هان من که بنگارش اخبار خامه فرسای شده ام
سعادت آثار مکافات بمثل میخواهم. اخبار عوض اخبار آرزو دارم
باید که نخست خیر و عافیت مخدوم من و هر چه بعد از مشاهده
این ورق از دعا و سلام برزبان گهر فشان گذرد بمن نویسند. سپس
حال خود و عزم آمدن خویش چنانکه مظنون منست برنگارند
ثالثاً لختی از ماجرای آن ناحیت که دربارهٔ مولراج چه فرمانند و
شیر سنگه و چتر سنگه را چه می کنند[1] و استیلای افاغنه را چگونه
چاره گری خواهند کرد رقم نمایند والدعاء از اسد الله نگاشته
شنبه بستم فروری سنه ۱۸۴۹ ع جواب طلب.

---

۱ - در اصل : می کند

، مشاهده رفت. معنی اتحادی که از عبارت اینمصراع پیداست
شما پنهان نخواهد بود؛ ما نیز دعوی شما درین اتحاد مسلم
شته ایم . امید که در فن سخن بپایهٔ بلند رسند و بدین نام نامور
،ند آنکه شگفت داشتن خویش از نارسیدن پاسخ منشورحضرت (۵)
ولانا مدظله العالی نبشته اند مرا در شگفت افکند. درین روزهای فرخ
، طیلسان و یک شال رومال و دو توقیع وقیع از جانب
ِ نعمت بمن رسیده و من آن هر سه ارمغان و هر دو مفاوضه
، جدا جدا سپاس گزارده و پاسخ نگاشته ام . امید که هر یک
بهنگام خویش بنظرگاه التفات خواجه بنده نواز گذشته باشد ازشما (۱۰)
ان خواهم که بندگیهای مرا عرضه دارید و این نامه را
که بنام شماست از نظر فیض اثر مولانا گذرانید و منت پذیری مرا
مجدداً خاطر نشان گردانید. پس از روزی چند به عرضداشت جداگانه
ناصیهٔ قلم را سجده ریز خواهم کرد. بچون منت سوگند که تهاون
نه ورزی و این ورق را بفروغ نگاه سیدی و مولائی ر سلمه الله (۱۵)
تعالی مشرقستان گردانی. رای چهجمل که با جمعی از اخوان
واحباب به امروهه خرامیده اند هنوز معاودت نه کرده اند امید که
همدرین هفته به فرخی و خجستگی باز آیند. کتخدائی میرا سنگه
بر شما مبارک باد خدای را سپاس که هنگامهٔ شورش اوباش سرآمد
، جهانیان را فیروزی روی نمود. خار و خس که باقیست نیز (۲۰)
زود رفته می شود و ملک بی خس و خار میگردد . اغلب که بعد از
فرونشستن این غبار آقای شما شمارا دستوری دهد و روی آوردن
شما بدین سوی صورت بندد و ما را دیدار شما روزی شود .
میر احمد حسین که همنوای شماست و میکش تخلص می کند به

قدم بر قدم پدر می پوید اما آنها که او می آورد آوردن نمیتوا
اکنون که آن نور چشم خود می آید و زمستان بسیار باقیست، ا
فرصت خریداری اینچنین اجناس ارزانیست. امروز که چار شنبه بیس
و سوم[۱] اکتوبر و هنگام صبح است این ورق می نوشتم و ... از
داشتم که بڈاک فرستم که ناگاه هیرا سنگھ دوان دوان آمد و ورما
رایصاحب آورد که اگر نامه بنام جواهر سنگھ نبشته باشی بمن فر...
تا در نامهٔ خود فرو پیچم و روان کنم همچنین کردم و این ورق ا...
را بی آن که معنون کنم به هیرا سنگھ سپردم. یزدان پدر شم...
توفیق آن دهد که هم امروز بڈاک روان دارد والدعا. از اسد الله
مطلبی را فراموش کرده بودم پس از انجامیدن نگارش بتحریر آن میگرا...
شما بار بار مینویسید که از تاریخ سلاطین تیموریه هرچه رقم پذیرفته
باشد بشمار فرستاده شود. جان من این نوشتن کتاب محض نیست ...
جگرکاوی و خونابه پالائی است. تا امروز حمد و مدح و نعت و ...
سبب تالیف کتاب و حال امیر تیمور سراسر و حال بابر اندکی ...
هنوز ناتمام است نوشته شده است. دستور من آنست که بر کاغذ ...
مسوده کرده آن مسوده را بر کتابی که فرستادهٔ شما است صاف میکنم
و از بهر شما نگه می دارم. کاهل قلمم، رنجورم، بیدل و بیدماغم ...
دیر دیر مینویسم، اندک اندک می نویسم. گاه گاه مینویسم.
بهر رنگ آنچه مینویسم ازبرای شما در کتاب شما ذخیره میکنم
بیائید و بنگرید و برخورید -

ایضاً : ۵

اقبال نشانا نامه نگاشته دوازدهم فروری رسید و نقش نگین

---

۱ - دراصل : سویم

روز هرگاه از دبستان میخیزد سوی من می آید و یکدو ساعت (۲۰)
نشیند، دیروز نیز آمده بود . اندک نشست و رفت . رفتن
ی همان بود و آمدن سرهنگ ڈاک همان. چون ورق از هم
گافتم، مهر خود و نامه موسومهٔ رای جی یافتم. گفتم کاش
میرا سنگهه نرفته بودی تا نامه بوی دادمی و او می برد. با دل
رین گفتگو بودم که رای‌چهجمل از پیش و رام دیال بقچه در (۲۵)
بعد از پس از در ردآمد . مهر در صندوقچه نگاهداشته و نامه موسومه
خود را دریده بودم و نامهٔ موسومهٔ بوی در کف داشتم . نهان
نماند که دوست دیرینهٔ من چهجمل در هفته دو سه بار نزد من
می آید و بسیار می نشیند. میانهٔ من و وی اگر خلاف و نزاعی بود
درقمار بود و چون آن صحبت برهم‌خورد مهر و محبت محض ماند (۳۰)
و بس. کوتاهی سخن نامه بوی دادم، خواند و شاد شد و گفت که
ورود این نامه درین روزها مناسب افتاد و مرا بکار آمد. گفتم یعنی
چه. گفت مادر زن جواهر سنگهه دختر خود را به امروهه طلبیده
است و تاب فراقش نداشتم و نپذیرفتن خواهش آن جماعه را وجهی
نمی یافتم. الحال این خط را به امروهه میفرستم و مینویسم که (۳۵)
چون شوی وی سوی وی می آید ، هر آئینه نمی توانم او را به
امروهه فرستادن. تا اینجا سخنی است که لاله چهجمل بمن گفت.
دیروز که آمده بود دو گونه شال دریز آورده بود. یکی را
انتخاب کردم و از بهر شما پسندیدم. همانا یک قسم قماش پیش
ازین شما فرستاده است آن نیز پسندیده من است. از روزی که (۴۰)
شما برای واسکٹ و شال دریز نبشته آید، بیچاره هر روز سو بسو
میگردد و میجوید. وای فرنگی مل مرد. این واسکٹها و دیگر
گوناگون قماشها او می آورد و می فروخت. پسرش مترو اگرچه

مرا مایه گر دل و گر جان بود
ازو دانم ار خود ز یزدان بود

از اسدالله نگاشتهٔ سه شنبه ۲۷ اپریل سنه ۱۸۴۷ع، جواب طلب .

ایضاً : ٤

جانِ من و جانانِ من، روزی بود که نامه بمن رسید . نگارش از شما بود و مهر از من . گفتم سبحان الله شگرفی یکانگی و اتحاد که نامه هم بنام من است و هم به مهر من . شعر

خود کوزه و خود کوزه گر و خود گل کوزه، خود رند سبو کش
خود بر سرآن کوزه خریدار بر آمد، بشکست و روان شد

بجان تو ای جوهر فرخنده گوهر که چون آن ورق بمن رسید . من دران وقت تنها بودم مشاهدهٔ نقش خاتم خویش بر کاغذ موسومهٔ خویش مرا به وجد آورد . بالجمله چشم براه ... داشتم . دیروز که سه شنبه و بیست و دوم اکتوبر بود ... همانا مهر کن در کشمیر نماند . ع

بجاس چو بر شکست تماشا بما رسید

پس از پژوهش پدید آمد که قریب صد کس از ... دهلی نگین‌ها فرستاده و در کشمیر کندانده اند و همه ... پشیمان شده اند. حالیاً آن سعادت نشان‌را باید که دردسر ... مهر دیگر بکندن ندهند. امروز درین فن نظیر بدرالدین ... نیست ـ چون او بدنوشت، پندارم که خوبی سرنوشت منست ... ازین نامه که نگین مهر در نورد آن بود پدید آمد که می ... و زود می آیند. بیایند و داد دیدهٔ دیدار طلب دهند. ... عجب اتفاق افتاد. آخر روز بود و چون میرا سنگه خوی آن دار ... که

حیف که ورق از گفتار شاهوارش بمن ارمغان نفرستادید. شما را (۶۰)
جان من سوگند که چون این نامه بشما رسد، پس ازان که خوانده
باشید در آستین نهید و بنظرگاه آن والا نظر یعنی مولوی سید رجب
علی خان بهادر برید و سلام من باجهان جهان شوق و عالم عالم
آرزو باز گوئید و این ورق را بنظرگاه التفات آن مخدوم قدسی صفات
درآورید و آن خواهید که سر تا سر فروخوانند تا پایهٔ من در (۶۵)
ارادت و عبودیت باز دانند. هله هان جواهر سنگه در دل نگذرانی
که غالب خوشامدگوی و دنیادار است. میدانی که من در فقر
غنی و در تهیدستی تونگرم. چرخ و ستاره را سپاس نپذیرم و شاه
و شهزاده را خوشامد نگویم. تا تو نوشته‌ای که مولوی سید رجب
علیخان بهادر آئین حیدر پرستی و حیدر ستائی دارد، گوئی مرا بدست (۷۰)
وی فروختی و دلم را بنورمهروی افروختی، دانی که بندهٔ
علی ابن ابیطالبم علیه الصلوة[1] و السلام و هر که را می شنوم که
بندهٔ اوست خداوند خودش میدانم و تن به بندگیش می دهم.

شعر

گنم از نبی‌ص روی در بوترابؑ
به مه بنگرم جلوهٔ آفتاب (۷۵)

ز یزدان نشاطم بحیدرؑ بود
ز قلزم به جو آب خوشتر بود

نبی‌ص را پذیرم به پیمان او
خدارا پرستم به ایمان او

---

[1] - دراصل: الصلوت

ما خانه رسیدگان ظلمیم
پیغام خوش از دیار ما نیست

مردن شاهزاده شاهرخ را بسبیل استبعاد و استعجاب نوشتن یعنی چه . مگر ندانست شما مرگ را بر خسروان و خسروزادگان دست نیست . بلی شاهرخ هنگام بازگشتن از شکار چون نزدیک میرت رسید به تخمه رنجور شد و همدران ناحیت مرد . جنازهٔ او را بشهر آوردند و در کلاری باغ پائین مزار مادرش بخاکش سپردند. عجب دارم از شما که بمن نامه نبشتید و نبشتید که چون من بشما نامه فرستم بر سر نامه چه نشان نویسم . این بار این ورق را به پدر شما رای چهجمل میدهم تا در نورد نامه خود بشما (۱) فرستند . زین پس آن خواهم که نشان فروآمدن‌جای خود بنویسند تا نامه من بواسطه دیگری بشما رسیده باشد . دیگر درین تب و تابم که عنوان نامه را چون نامه اعمال من سیه چرا کردند و عرف و تخلص و چاه و گذر از بهر چه نوشتند . آیا نمیدانند که نگاشته‌ها فارسی و انگریزی درهرماه دو چهار بار بمن از هر سوی میرسد و آن را جز این که در دهلی به اسد الله برسد رقمی دیگر نمی باشد. اگرچه بزعم شما فرومایه و گمنام باشم و جز عرف بنامی که دارم نیرزم، اما دیگران به رغم شما ناموروم شمارند، خاصه بریدان ڈاک که جاده شناس زاویه من اند، نامه اگر تنها به نام من باشد می توانند آورد. پس از انجامیدن این گفتگو که تعلق بپاسخ نگارش شما داشت، سخن دران میرود که زنهار اندیشه دیگر را بدل راه ندهند و خود را دران دیار بهر در نبرند و شرف روزگار خود دران سنجند که دامن حضرت مولوی معنوی دامت برکاته محکم گیرند . بالله که یگانهٔ روزگار در جوانمری و مردمی آیتی از آیات‌پروردگار است.

---

۱ ـ در اصل : زعم

را بوی سپارند. نوشتید که پارهٔ از نظم و نثر میتوان فرستاد. این سخن دو محل دارد. یا خود آنست که مجموعه نظم منطبعه مطبع منشی نور الدین احمد آنجا رسیده است و آنچه جز آن گفته باشم می خواهند. همانا اگر چنین است باور دارید که پس از انطباع آن (۱۵) اوراق جز قصیدهٔ تهنیت فتح پنجاب هیچ نگفته‌ام و اگر آنست نه آن دیوان را کس دران دیار نبرده است می بایست که آن مجموعه میخواستند نه اشعار پراگنده. بهر حال اگر بنویسند یک جلد دیوان بشما فرستم تا آن را از جانب من به همایون خدمت حضرت مولانا پیش کشند و نقش ارادت مرا بکرسی نشانند. نامهٔ شما (۲۰) موسومهٔ اقبال نشان مرزا زین‌العابدین خان بهادر نزد منست. مکتوب الیه همپای نواب علی محمد خان به جهجر رفته است. هرگاه نامه بوی خواهم نبشت مکتوب شما نیز خواهم فرستاد. خیر و سلامت حضرت مولوی گل شاه صاحب سلمه الله تعالی از تحریر شما آشکار شد. حقا که بر من منت عظیم نهاده و از دوست خبرم داده اید. از (۲۵) جانب من بسیار برسید و سلام من رسانید و نیازمندیهای مرا عرضه دارید. حالیا در لکهنؤ روز و شبی دیگر است. شاهی که من او را ستایشگر بودم و دوست من با وی روی سخن داشت ناگهان مرد. پسرش که بجای وی اورنگ نشین است آشفته سر و تباه رای شمی است. به برکندن بنای پرستش جاهای هنود فرمان داد. (۳۰) لاجرم فتنه‌ها زاد. اوباش شهر وزیرش را ببازار گرفتند و دو سه تیغ زدند و خستند و همچنان خسته‌گذاشتند. جز با مطربان نمیگراید و خردی استوار و رای روشن ندارد. روزگاری دراز باید تا آشوب فرونشیند و ایمنی پدید آید و راجه جوالا پرشاد و اعتقادالدوله نوروز علیخان کار از سر گیرند و سلسله بجنبانند و فرمان طلب (۳۵) بنام من فرستند. ع

نوشت. خط رای چهچهل موسومه شما بی عنوان با این نامه از سوی من است میرسد. بر خوانند. دیگر بر شما پیداست اعتقاد الدوله نوروز علیخان خواجه سرای از جان دوست تر پیمهر از راه دریا به اکبر آباد رفته و تا امروز از هیچ مقام نامه و پیام نفرستاده. سخت دلتنگم. باید که در شهر بجویند بکانپور خرامیده باشد بمن خبر دهند و اگر در آنجا باشد بوی و از من سلام رسانند و حال مزاج و احوال عزم وی و مدت در اکبر آباد دریافته بمن نویسند. درین خواهش مرا مبرم و جواب این نامه زود فرستند والدعا.

ایضاً : ۳

سعادت و اقبال نشان رای جواهر سنگه را چرخ یاور و فرمانبر باد. نامه که بپاسخ هزار نامه من بود رسید و تلافی خاطر غمدیدهٔ من کرد. ع

عمرت دراز باد که اینهم غنیمت است

باری از روی نگارش شما پدید آمد که هوای سوداگری بسر اگر پدر شما را سوداگر نخواست، خواهش آن پیر جهاندیده نه بیجاست. آری تا سرمایه نبود سودا راست نیاید و سود بهم ندهد. دولاب‌گردش‌دکان چشم‌داشتن کشتی بر خشک است. یزدان را سپاس گویند که رفته رفته بجائی(۱) رسیده نشگفت اگر بر برگ و نوائی رسند. این فرزانه یگانه مولوی سید رجب علیخان که حالیا امیدگاه شماست کالبد مردمی را جانست. زنهار دامنش از کف نگذارند و خود را و

ایضاً : ۴

سعادت و اقبال نشان رای جواهر سنگه جوهر از عمر و دولت
برخودار باشند و نامه‌نگار را همواره درياد خود انگارند و از خود
راضی و خوشنود شناسند و نامه را که بمن از اکبر آباد فرستاده‌اند
زفرط‌مهر برچشم نهاده ام و این که پاسخ آن در نوردنامه
موسومه مولانا فرستاده ام همانا مدعای من آنست که ایشان راز (۵)
را دریابند و دانند که میانه من و مولانا دوئی نیست و اسدالله
بصورت مولوی سراج دین احمد از بهر غمخواری من در اکبرآباد
موجود است. بالله آنچه مرا می پنداشتند مولانا را پندارند و بهر
گونه دلجوئی که از من چشم داشتند بعینه ازیشان چشم دارند. دیگر
خاطر نشان شما باد که رای چهجمل پدر شما عاشق شماست و (۱۰)
از هجر شما اندوهگین. اغلب اوقات بمن می پیوندد و از شما سخن
می راند. جدائی شما از بهر آن گزیده است که آئین‌کار آموزید و
از روزگار تجربه‌ها اندوزید. به هنجار گزارش کارها وارسید و
چند کار گزار شده باشید بپایه‌های بلند فرارسید. اگر این جامعیت و
جمعیت در آنجا دست بهم ندهد و روزگار مساعدت نکند، دران (۱۵)
شهر مپائید و بوطن باز آئید. هیچگاه بر پدر پیر خود گران نیستید.
در باز آمدن سبکساری و شرمساری نیست. از حال مشفقی خانصاحب
پرسیده اید، یاد آورید که لختی رنجور شده بودند. حالیا نکو
شده اند. پریروز که شنبه بود بگرمابه رفتند و سر و تن شستند
از رنج تن رستند. کاری را که پیش نظر دارند هیچ سر و (۲۰)
بن پیدا نیست و به اعتقاد بنده آن کار خود بی سر و بن است. بهر
حال آنچه روی خواهد داد و هرچه پیش خواهد آمد بشما خواهیم

محمد ضیاء الـــدین احمد خان بهادر غزلها میگوینـــد، حاشـــا
ثـــم حـــاشا.

ع خون باد زبانی که باشعار بجنبد

میجر صاحب این‌فرودآمدن‌جای را گذاشتند و کوتهی
طلب خان بکرایه گرفتند و درآنجا سکونت ورزیدند . من خود از
روزیکه شما رفته اید رنجورم . دردی در شانه پدید آمد و
از اعضا سربرزد. هم درد گرانپای بود و هم زخم دیرپیمای.
سه ماه صاحب فراش بودم و تا منزل نواب امین‌الدین احمد خان
و حرمسرای خویش لمیرفتم . اکنون که آن درد زوال پذیرفت و
آن زخم به شد. خون من در پیرانه سری جوش زد و پیکر
چون سطح سپهر مجدر شد. از سر تا پا لکه‌های سرخ سوزنده
آمد . بفرمان حکیم امام الدین خان رگ با سلیق زده ام و آب
شاهتره سبز صروق می آشامم تا بعد ازین چه روی دهد و
کار چه شود. درین رنجوری سر و برگ سخن سرائی کجا
آری یک قصیده در ستایش مولوی صدر الدین خان بهادر گفته
چنانکه نقل آن همدرین اوراق بخدمت حضرت مولانا فرستاده ام .
حضرت مستعار ستانند و نقل برداَرند . دیوان فارسی در مطبع
منشی نور الدین احمد منطبع میشود و نوبت انطباع تا قصائد
است. یک جلد از بهر شما خواهم خرید. مکتوب شما
زین العابدین بهادر داده شد. اینوقت چاشتگاه است، روز
چارم ربیع الاول و سیزدهم مارچ. والد شما رای چهجمل
سلمه به پهلوی من نشسته اند و من با ایشان حرف میزنم و این
ورق مینویسم. هم ایشان و هم مادر شما و هم برادر شما و
زن همه تندرست اند ، خیریتها حاصل والدعا .

آغاز مکاتبات

خطوط بنام منشی جواهر سنگه جوهر

(۱)

سعادت و اقبال نشانا، هم بخت خود را آفرین گویم و هم شما را به سعادت منشی و مهرورزی ستایم که کلک شما بنام من ... در نبشتن نامه دیر میکنید و هم این درویش و هم پدر خود را نگران میدارید و دانم که بخدمت مولانا کمتر میرسید و ندانسته اید که من* شما را به اوشان سپرده ام. هرآینه شما را (۵) ... مولانا را بجای من شناختن و بار خود براوشان انداختن. نه اینجا اغلب‌اوقات نزد من می بودید و از خانه و کارهای خانه خبر نداشتید و حاصل صحبت من نبود مگر سلیقه شعر که آن نه بکار دنیا آید و نه به کار دین. با مولانا چرا نه پیوندید تا دانش اندوزید و کار آموزید و در کارگزاری بجائی و در گیتی بهرگ (۱۰) و نوائی رسید. از حال میجر صاحب آنچه توان نوشت اینست که از دانه و دام فریبندگان قلعه تا امروز ایشان را نگاه داشته ام. بختی خود هم بمشاهده روشهای این قوم رمیده دل شده‌اند و آنچه گمان کرده اید که زمین ها طرح میشود، میجر صاحب و

(۷)

تقریظی که بر کتاب دری کشا

تصنیف مولوی نجف علیخان صاحب نگاشته اند

یزدان روان به خرد فروز و به[۱] گروه‌های[۲] مردم زبانهای جداگانه آموز هر زبان را زبان دانی پدیدآور و هر گنجینه در بسته را کلیدآور درین روزگار پارسی گفتاررا دانائی آفرید. نی‌نی قلمرو زبان دانی را دارائی آورید که نخست شرحی دلپذیر بر دساتیر نگاشت سپس به نبشتن فرهنگ لغات همت گماشت. ازان‌رو که اسم مولوی و بالفضل اولینا بزبان پروین فشان کلک خودش در روکه مذکور است بیصرفه بردن نام نامیش از ادب دور است. غالب حق جوی آن همیگوید که من که بستایشگری و فرمان پری احباب نز از پیش می برم و فرجام کار لفظی چند نوآئین پیوند در گیتی بیادگار گذاشته معنی با خویش می برم بسیه‌مستی باده سواد عبارت دیباچه فرهنگ بیخودانه یللی سرای و بدین آفرین‌گستری آفرین‌مندی دلداده گفتار مرا حسن قبول روزی باد.

---

۱ - در اصل : به

۲ - دراصل :گروهاه

بیزار را یکی از رازدانانم، گویم که چون حسن عبارت نگرست
و دانست که روی خوب را چشم بد در کمین و کمال را
عین‌الکمال بدنبال است بچشمداشت دفع گزند چشم زخم سودمند حرزی
نبشت. یارب این نگاشته چشم پیام ر آن سفرنگ با فر و فرهنگ
باد و بدان ثمر نورس دست تاراج هیچ هرزه مرس مرساد.

--- * *** ---

ر اصل : بغام

'باناستودن،۱ یک فراز مان است، اما ذوق دانا ستائی بر دل زور آورد و زبان را خاموش نگذاشت. بدل گفتم اگر همه ذکر است چه به ازان که ماهم سخن در مدح همسخنی گفته باشیم. دیده وری کو تا بنگردکه امروز فرخ رخ یوسفی را در مصر معنی به بازار آورده اند که زیبائی۲ جمال باکمالش سرمایه نازش روزگار است. نی نی پهلوی زبان پهلوانی را در کارگاه سخن بر روی کار آورده اند که استادان استادان را گزین آموزگا است. جاماسپ مایه ساسان نمایه آذر کیوان پایه مولوی نجف علی همایون خوی هما سایه، آن که روان گویا به پیکرش بیش۳ ازان نازد که پیکر های دیگر به روان گویا ، آن که نمیرای فروغ پیرای دساتیر را بدستیاری خامه کحلی باشامه چنان آراست که لیلای معنی در سیه خیمهٔ الفاظ به دیدار فرتاب پدیدار آن نامه نامور از روشنی چشم چشم روشنی خواست.

شعر

نگرخانه چین شد دژم ازین ار تنگ
لطافت قلم نقشبند را میرم

هم آن دبیر روان تازه ساز را نازم
هم این سواد سویدا سپند را میرم

خوانندگان این نگارش را بر غالب سیه نامه روبرو
در اندیشه نگذرد من که آن زار نزار از زیستن در آزا...

---

۱ - در اصل : این کلمات : «با تا ستودن» را ندارد
۲ - در اصل : زیبای
۳ - در اصل : بیش

(۶)

تقریظ سفرنگ دساتیر

تصنیف مولوی نجف علی صاحب

الله الله هفتاد سال کو ده سال ازان میان بشمار دانش اندوزی از درمباش دریوزه آگهی دریوزه از درها روی داد. باری از درگاه مبدء فیاض بود هرچه از هردر یافتم. مگر سخنهای خردی را در نا آغاز روز وایه نابای نوشته اند که این خجسته دریابش با آن همه تابش در شش سوی گیتی هیچگونه یاش از هیچ سوی ندارد؟ پندارم نوی طرز (۵) گفتار اگر بسیار ارزد، هم بهنجار آفرین همان به گفتار ارزد، اما هنرور آفرین درخور را آفرین گستری باید که نیروی باز کشا داشته باشد، تا فرزانه را باندازه بایست تواند ستود، نه چون من ابلهی که اگر خود را نادان گویم دانایان بشگفتی[۲] فرومانند که (۱۰) این دانش از کجا فراز آورد که خود را نادان دانست. هر چند پیداست که ستودن بدانستن با زمان است و نادانسته ستودن را

---

۱ - دراصل : ارزد

۲ - دراصل : شگفتی

(۵)

تقریظ مثنوی ابر گهربار

در انجام این نظم نظامی نظام هم از جانب **غالب** مستمند بسر انگشت خامه مشک فام سوی این اشارت بشارت می رود که درین زمان سراسر امن و امان که هرگاه از مغفرت لفظ تم به تشدید میم که مفید معنی اتمام است بر آوردند، شماره سال حال به زیبا ترین صورتی بر آید. سعادت و اقبال نشان حکیم غلام رضا خان ابن عالی جاه حکیم مرتضی خان ابن فرزانه یگانه حکیم صادق علیخان مرحوم مثنوی ابر گهر بار را پیرایه انطباع در بر داشت و دو قصیده و چند قطعه و اند از رباعی که پس از طبع کلیات پارسی از مبدء فیاض بمن حوالت رفته بود بر سواد آن نگارش افزود و فاتحه و خاتمه از من خواست. ازانجا که بابای او وی عقیدتی داشتم و با پدرش محبتی دارم و نیز نقش هوالاول هوالاخر که نظر گاه اهل وحدتست اینجا بکرسی می نشست، نگارش هر دو نثر صورت بست. کار فرما را به روائی این خواهش و کار گزار[1] را ازبند کاهش آزادی روزی باد.

---

۱ - در اصل : کار گذر

(٤)

دیباجه مثنوی ابر گهر باد

بنامیزد سخن در سپاس گزاری مبدء فیاض است و بخشایشهای
بزرگ و بخشایشهای شگرف شمرده می شود. گمان خودستائی را در
باره من روائی مباد. نثری بخشیده اند دیده وران را از دیده بدل
فرود آی و نظمی داده اند سخن گستران را دل از سینه بیرون بر.
چون خواستند که قوت ناطقه بدین استخوانی پیکر که به اسدالله (۵)
غالب نامور است پیوند پذیرد به ریزش نمک طرز عرفی شیرازی
و آمیزش شکرادای نظیری نیشاپوری شورانگیزی و گلو سوزی
سخن برشته آن شاهد غیبی افزودند. غزل و قصیده و قطعه و
رباعی را در فرجام کشی و دلکشی لفظ و معنی کر ازان گذشت
که دیگری را در اندیشه گذرد بسیچ نبشتن مثنوی دلنشین افتاد. (۱۰)
فردوسی طوسی را به رهنمائی و نظامی گنجوی را به نیرو فزائی
گماشتند. در ضمیر زوداثرپذیرمن چنان فرود آمد که غزوات
خداوند دنیا و دین حضرت امام المرسلین سلام علیه من رب العالمین
به بند نگارش اندر آرم. توحید و مناجات و منقبت و ساقی نامه
و معنی نامه پیدائی[۱] پذیرفت. با چمانی و خنیا گر بسا سخنهای (۱۵)
دل آویز مهر انگیز گفته آمد، ویژه در مناجات به شیوه ابداع

---

۱ - دراصل : پیرائی

آغشته فرو کوفتی یا سرمه فروش خریدی تا چکسه‌ها ساختی. هر آئینه
کلک حق‌گذارمن بپایان آن نسخه منطبعه از نبشتن تقریظ و تاریخ
و زدن مهر سه نقش دیگر انگیخت تا هیچکس بی دستوری صاحب
مطبع اود اخبار این سواد را درکالبد انطباع فرو نتواند ریخت. (

رباعی

در قاطع برهان نگر و اقبالش
کز غیب رسد ملک باستقبالش

بر خاتمه نقش خاتم غالب بین
زین روست که گشت ''مهر غالب،، سالش

——————*****——————

(۳)

تقریظ قاطع برہان

شعر

از من بمن سلام و هم از من بمن پیام
رنج دلی مباد سلام و پیام ما

هان غالب سپید موی‌سیه نامه ازین بزم سخن که آراستهٔ جز خود بینی و خود نمائی چه خواستهٔ؟ گفتی که دانشوران دادگر و هنرمندان راستی‌پسند ازین نهال بر خورند. ندانی که ازین (۵) بیابان مانا به بیابان بقول جامی علیه الرحمة.

ع چشم نابسته کسان کم گذرند

ای بار خاطر دانا و نادان در اندیشه دانایان جز گفتار گذشتگان دلپسند نیست و نادان را خود با هیچ سخن و سخنور پیوند نیست. باری سپاس مردمی و مهر ورزی آن مردم چشم مهرورزی (۱۰) و مهر سپهر مردمی، آن بدانش گرانمایه و آن بجاه بلندپایه، آن سرکشان چون فریدون با ضحاک و با فرودستان چون سلیمان با مور، سراپا دانش و همه‌تن بینش‌منشی نول کشور بجای آر که بخریداری دوکان بیرونق کمر بست تا نقش این کاپترہ‌ها در انطباع درست نشست. اگر این جوانمرد بیدار دل به بستن شیرازه اوراق پریشان (۱۵) نپرداختی، کاغذ مسودات قاطع برهان را با کاغذگر بردی و بآب

چون اسم کتاب قاطع برهان بود
گردید درفش کاویانی علمش

حاشا که در هیچ محل از عقیده خویش رجوع کرده باشم.
سرودن سخنهای ریزه جز افزودن هوش انگیزه ندارد . یاران
کنند و من به ازای هر جفا وفا ورزم . همانا نکوئی و بهی
خواهم و بس؛ بند نهند ، پند دهم؛ داد دریغ دارند ،
دریغ ندارم؛ سنگ زنند ، ثمر بارم . اینک این سواد سرمه
سیاه عینک وار فراهم آمد. نگاه بر دیده وری صحیفه‌نگار گواه.
اینجا انجام این نگارش که دومین[1] روگه است به آغاز
برهان قاطع پیوست . سخن از آبچین می رود عبارت برهان
نوشته میشود.

——— :****: ———

۱ - در اصل : دو یمین

و روانی داده ؛ آوردهٔ اندیشهٔ بیگانگان را چون پذیرم و از نیروی خرد خداداد کار چرا نگیرم . هستی بخش را سپاس که نیروفزای دانش من دانشمندیست که اگر چنانکه رازدان بود رازگوی نیز بودی ششمین ساسان بشمار آمدی .

نظم

ز خویشان به بیگانگی شادمانم
نهانم بکس چون بکس می نهانم (۷۰)

غریبم ولی روشناس عزیزان
چنار سرافراز در بوستانم

گرفتم که از تخم افراسیابم
گرفتم که از نسل سلجوقیانم

دل و دست تیغ آزمائی ندارم (۷۵)
ره و رسم کشور کشائی ندانم

بمیدان معنی خداوند رخشم
بمضمار پهلو زبان پهلوانم

دو سی سال توقیع معنی نوشتم
سزد گر نویسند صاحبقرانم (۸۰)

قاطع برهان که صنعت نقشبند خیال منست نه نامه اعمال منست که دران جهان بمن خواهند سپرد ؛ همدرین جهان خواهد ماند . در دل فرود آمد که بمقامی چند کلامی چند بفزایم و این مجموعه را که قاطع برهان نام نهاده‌ام سپس درفش کاویانی لقب دهم . (۸۵)

قطعه

نازم بخرام کلک و طرز رقمش
ماناست ز تیزی بدم تیغ دمش

اند - هر آئینه هر چه گفته اند نه گهر سفته اند . این هوسمندان
کجا و شناختن زبان پاکان کجا . نمیگویم که قیاس این بزرگواران
معنی نشناس سراسر غلط؛ همی گویم که جائی۲ بجای و جای دیگر
غلط است. اگر دانادلی را اندیشه نادانان دلنشین نشد و پالغزها
برشمرد، آنهم راست نه کا ت ، چه گنه کرد ؟ در نام آوران پارس
از دانای فرزبود و داری فرجود حکیم جاماسپ تا سر آمد خدا
شناسان پنجمین ساسان و در واپسیان نه بحرالعلوم آذر کیوان
در سخن گستران ایران، آن بسخن جهانگیران که پس ازان روشن
ضمیران و پیش از ما فروغ پذیران بوده اند، از آدم الشعرا
ابوالحسن رودکی نشانها نگران و نام ها شمران فرو سوی پوی
دومین۱ خاقانی فرزانه قاآنی که بر مردنش بسی نگذشته بیا و
و نبشین ببین که هیچ کس فرهنگ طراز نگشته . درباز پسین روز
تنی چند در وادی فرهنگ نگاری گام زدند ، همگنان هندوستانی
بدروغ مدعی زباندانی، بیمغز استخوانها بر خوانها نهاده و نامه ها
را به نامهای نامی ناموری داده تا مردم در انبوه شکوه اسیر
شوند و بنام نهندگان گروند . خفته‌خردان کاری چنین دشوار
سرسری دانستند ، و بمشاهدهٔ آن نگارشها خود را دانای زبان
دانستند و ندانستند که کفه ترازو در کف این دوکنداران
همیزند . سنجیده ایشان را بمیزان وزنی نتوان نهاد. سخندان خرد
راستی جوی را بایسته آن که از کتاب فرهنگ عبارت جامع
بدان نگاه تیز نگرد که از بس تیزی در جوهر لفظ فرو رود
چگونگی پیوند الفاظ که انگیزشگاه معنی است آشکار شود .
آنرا بهنجار اهل زبان نبینند. داند که در سودای
حززبان نبینند. دگران دانند وکار آنان مرا نیز خردی

---

۱ - دراصل : دو بهن
۲ - « جای

و که انفکاک صفحه از ورق صورت نبست تهیدست آمدند و تهی
کیسه زیستند. گفتم: از چیست که در چار سوی دهر

ع بخت صله مدح و قبول غزلم نیست

گفت: آن از این است که برات نیاوردهٔ و این از آنست که سخنهای
بلند داری و به ناشناسان زبان حرف میزنی. گفتم: چه کنم تا از (۲۰)
اندوه باز رهم. گفت: شکیب ورز و خون گری و آنچه از
شیخ علی حزین شنیدهٔ میگوی.

شــعــر

کس زبان مرا نمی فهمد
به عزیزان چه التماس کنم

نشان دادن اغلاط برهان قاطع سپاس میخواست نه ستیز. در (۲۵)
قلمرو هند کس نمانده باشد که مرا بدین نیکی بد نخوانده باشد.
یکی خنجر آورد که من قاطع برهانم، دگری اخگر آورد که
من محرق آنم. کیست تا از من بدان جوانمردان گوید که از
دریدن و سوختن کاغذ جز فغان و دخان چه خیزد. برومند منم که
اگر در آتش افکنند ور به تیغ دو نیم زنند بهر دو گزند در (۳۰)
خورستم و بهر دو سزا سزاوار. ستایش فراهم آورندگان لغات
گزافه و یافه بیش نیست، دروغ و ترفند[1] چرا بر زبان رود. آری
جز آن ناسره مرد که پنبه دوزی برهان قاطع کرد ازان راه که در
هر صحیفه بیمر اشعار عزیزان یکجا نگریستیم، سعی دگران لختی
مشکور ماند. سخنوران پیشین معنی لغات بر حاشیه دیوان ننگاشته (۳۵)
و کسانیکه بفرهنگ نویسی همت گماشته اند آموزگار و راهنما نداشته

---

۱ - :دراصل ترفنه

(۲)

دیباجۂ ثانی جدید

الله الله غالب خاکسار هرزه‌کار را از آسمان به زمین فرستادند
و فرمان دادند که درین پیشه پیشهٔ کشاورزی ورزد و این فرازمان
را بازمان نه پسندد. ناگزیر می بایست کمر بستن و زمین خستن
گاو راندن و دانه افشاندن. نادان بهوس در زمین غزل جان کند و
ازان گهرها که با خویش آورده بود همه دران زمین پراگند
همانا از هر دانه که کاشت هزار دانه چشم داشت. از مروارید
که در خاک نهان کنند شنیدهٔ که ریشهٔ سر بر زند؟ کاش هم
کاشتی تا سود برداشتی. دانست که همه را خاک خورد. نیمه دیگر
پیش شاهان روزگار برد. دیدند و پسندیدند و نخریدند.

شبی با یکی از رازدانان پژوهش رفت که در مبدء فیاض
بخل نیست. ابر برباغ و راغ و سمن و دمن یکسان بارد. جرا
که مردم چندی نادار و اندی نونگرند؟ گفت: راست گفتی. ولی
سرنوشت‌ها یکی است. جداشناس اگر هست جز این نیست
کاروبار گروهی از هر یک بر یک ورق و سوز و ساز جرگه
هرکس بر یک صفحه نوشته اند. آنان ورق از دفتر با خویش
آوردند. برات روزی از هر که مقدر بود بردند. اینان ازال

خواهد بود، نام عبارت خویش نهاده ام و هر جا که عبارت کتاب (۵۵)
را از فرط انزجارطبع فرو گذاشته ام، لفظ تنبیه نگاشته ام .

قطعه

یافت چون گوشمال زین تحریر — آنکه برهان قاطعش نام است
شد مسمیٰ بقاطع برهان — "درس الفاظ" ، سال اتمام است

——** O **——

از قلب و اماله و مد و قصر و سکون و حرکت و تخفیف و
تصحیف و پارسی و عربی و مفتوح و مکسور قطع نظر است، هر
لفظ باندک تبدل و تغیر لغتی دیگر و هر لغت را بیانی دیگر است.
کاش کوشش همین باشد و آفریدن لفظ نه آئین باشد. بیشتر الفاظ
غریب می آورد و آنچه نگاشته اند می نگارد. چنانکه کمال
اسماعیل خلاق‌المعانی لقب است اگر این بزرگوار را خلاق الالفاظ
خوانند چه عجب است. جز لغتی چند که از دساتیر آورده یا دیگر
لغات اندک که دران تصرف بکار نبرده همه آشوب چشم است و
آزار دل. زهی نگارش که اگر گاهی ناگاهی دانسان بودی که
طبع از دیدن آن نیاشفتی هر آینه آنچنان بودی که خرد آنرا
پذیرفتی. با این همه کوشش که در جدا کردن راست از کاست
مرا بود ننوشته ام مگر از بسیار اندکی، چنانکه بی مبالغه میگویم
از صد یکی. همانا میخواستم نوشت و میدانستم نوشت، اما بسبب
انبوهی بیانهای ژولیده جامع مجموعه نتوانستم نوشت. هر دیده‌ور
که مغز سخن خواهد کافت بسا شورابه‌های ناگوار روان خواهد
یافت. کتاب آسمانی نیست که چون و چرا دران نگنجد. گفتار
آدمی است، هر که خواهد به میزان نظر سنجد.

در نگرستن این نامه که من سیه کرده ام شرط آن است
که چون بدیدن این سواد سویدا مداد دل نهند برهان قاطع در
مقابل نهند. چشمی بسوی آن دارند چشمی بسوی این، چشم
نگر نه چشم غلط بین. کوتاهی سخن، این گزاوش در نگارش
برین آرش اساس گزید. بر آغاز عبارت کتاب را بنام کتاب
[illegible] قاطع که قاطع برهان [illegible]

رستخیز از روی شمار همگی یک هزار و دویست و هفتاد و هفت عدد دارد. چون اعداد جا که جیم و الف است از رستخیز بر آوردند همان هفتاد و سه باز میماند که پس از یک هزار و ۱۵ دویست میباید .

سخن کوتا، در موقف این رستخیز بیجا که همه جا بود من بدان تنهائی و بینوائی که جز سایه خویش در برابر و جز دساتیر و برهان قاطع سودائی در نظر نداشتم در ستم آباد دهلی بکنج کاشانه چون تصویر دیوار خانه از حس و حرکت اثر نداشتم. اگرچه به ۲۰ بند نبوده ام، اما بیگزند نبوده ام. بنگارش سر گذشت پرداختم و موسوم به دستنبو کتابی ساختم. چون آن نمط گسترده آمده و آن تحریر انجام یافت، هرگاه غم تنهائی زور آوردی، برهان قاطع را نگرستمی. چون آن سفینه گفتارهای نادرست داشت و مردم را از راه می برد، من آئین آموزگاری داشتم بر پیروان خودم دل سوخت. جاده ۲۵ نمایان ساختم تا بیراهه نپویند .

جامع لغات نه بحسن معنی سری دارد و نه بر جوهر لفظ نظری . رعایت لفظ سومین و چارمین از هر لغت و افزودن شماره لغات بهر صورت پیش نهادهمت والای اوست. نه دران روش از برهم خوردن قاعده استخراج پروا دارد و نه درین خواهش از اندراج ۳۰ بافتن مهملات ننگ. هر مصدر لغتی است و هر کلمه مشتق لغتی. صدره آن بینی که مصدری را با برخی از مشتقات جلوه داد و به افزودن بای موحده زاید سرتاسر دگر باره نورد از هم کشاد. چون بدین مایه پرگوئی نیز دلش از غصه خالی نه شد، روی دست تازی را دوباره در مشهدی بای پهلوی و کاف فارسی برطبق اظهار نهاد. ۳۵

(۱)

دیباجهٔ قاطع برهان

یزدان دانش بخش داد پسند می پناهم و دانش از خدا و داد از خلق میخواهم تا گرفته نزنند و خرده نگیرند که با مردهٔ دو صد ساله دشمنی چرا می ورزد. نه مرا با محمد حسین دکنی بحث است نه بر شهرت برهان قاطع رشک. این شور و غوغا که در سال یک هزار و دو صد و هفتاد و سه خاست همانا از خاکیان تا بافلاکیان همه دانند که کران تا کران قلمرو هند ویژه در آن میان دهلی را چگونه برهم زد. قطعه که در نمایش سال شیوع این فتنه به آئین تخرجه از مبدأ فیاض بمن حوالت رفته است درین دیباجه صورت نگارش گرفته است، تا بامزدنگاه نگرندگان این اوراق تواند بود.

قطعه

چون کرد سپاه هند درهند با انگلسیان ستیز بیجا

تاریخ وقوع این وقائع واقع شده رستخیز بیجا

باغ دو در

دومین در : منثورات

دل ز غم مرده و غم برده زما صبر و ثبات
غمگساری کن و بنمای (۱) بما راه نجات
داد سوز جگر ما چه دهد نیل و فرات
ما همه تشنهٔ لبانیم و توئی آب حیات
رحم فرما که ز حد می گذرد تشنه لبی ۰

غالب غمزده را نیست درین غمزدگی
جز به امید ولای تو تمنای بهی
از تب (۲) و تب دل سوخته غافل نشوی
سیدی انت حبیبی و طبیبٌ (۳) قلبی
آمده سوی تو قدسی پی درمان طلبی ۰

———:O:———

---

۱ - دراصل : بنمائی
۲ - دراصل : تپ
۳ - دراصل : طبیب

ای لبت را بسوی خلق زخالق پیغام
روح را لطف کلام تو کند شیرین کام

ابر فیضی که بود از اثر رحمت عام
نخل بستان مدینه ز تو سرسبز مدام

زان شده شهرهٔ آفاق بشیرین رطبی ۴

خواست چون ایزد دانا که بساطی از نور
گسترد در همه آفاق چه نزدیک چه دور

حکم اصدار تو در ارض وسماً یافت صدور
ذات پاک تو درین ملک عرب کرد ظهور

زان سبب آمده قرآن بزبان عربی ۵

وصف رخش تو اگر در دل ادراک گذشت
نه همین است که از دایرهٔ خاک گذشت

همچون آن شعله که گرم از خس و خاشاک گذشت
شب معراج عروج تو ز افلاک گذشت

بمقامیکه رسیدی نرسد هیچ نبی ۶

چه کنم چاره که پیوند خجالت گسلم
من که جز چشمهٔ حیوان نبود آب و گلم

من که چون مهر درخشان بدمد(۱)نور دلم
نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم

زانکه نسبت بسگ کوی تو شد بی ادبی ۷

---

۱ ـ دراصل : ندهد

خمسه

بر غزل مولانا قدسی قدس الله سره

کیستم تا بخروش آوردم بی ادبی
قدسیان پیش تو در موقف حاجت طلبی

رفته از خویش بدین زمزمهٔ زیر لبی
مرحبا سید مکی مدنی العربی

دل و جان باد فدایت که عجب خوش لقبی

ای که روی تو دهد روشنی ایمانم
کافرم کافر اگر مهر منیرش خوانم

صورت خویش کشیدست مصور دانم
من بیدل بجمال تو عجب حیرانم

الله الله چه جمال است بدین بلعجبی(۱)

ای گل تازه که زیب چمنی آدم را
باعث رابطهٔ جان و تنی (۲) آدم را

کرده دریوزهٔ فیض تو غنی آدم را
نسبتی نیست بذات تو بنی آدم را

بر تر از عالم و آدم تو چه عالی نسبی

---

۱ - دراصل : بوالعجبی
۲ - دراصل : جان بنی

٥* رباعی : ۱۷

آن کیست که جسم ملک را جان باشد
ان کیست که همسر سلیمان باشد

آن کیست که انجمش بفرمان باشد
کس نیست ، مگر کلب علیخان باشد

٥* رباعی : ۱۸

در دیدهٔ آن که محو رنج و(یـ)یاس است
خاک است اگر لعل وگر الماس است

آن دل که ز دهر بود آزاد، کنون
در بند محبت نراین داس است .

٥* رباعی : ۱۹

هر چند خرد ز تاب‌می پست شود
وز ضعف خرد وهم قوی دست شود

هر کس که خرد دارد، ازین جوهر ناب
آنمایه چرا خورد که بدمست شود

٥* رباعی : ۲۰

حق داده به سید از پی انعامش
فرخ پسری که واجب است اکرامش

تاریخ ولادتش بود بی کم و بیش
ارشاد حسین خان که باشد نامش

٥ * رباعی : ۱۳

هر روز تنم ز سایه لرزان گردد
هر شب دلم از داغ چراغان گردد

خواهم که ز لطف منت گمری صاحب
کار من آشفته بسامان گردد

٥ * رباعی : ۱٤

ای پایه بلند ساز والا جاهی
از بهر تو باد هر چه از حق خواهی

مه کوکبه مکلوڈ(۱) که در صورت تست
چون مهر عیان معنی روح اللهی

٥ * رباعی : ۱۵

نام اب و جد و عم نه گیرند این قوم
فیض از دم مادران پذیرند این قوم

از مادر و از مادر مادر گویند
..۲. در .. امیر ابن امیرند این قوم

٥ * رباعی : ۱۶

یارب تو کجائی که بما زر ندهی
بیدرد خدائی که بما زر ندهی

نی نی تو نه غائبی و نی بیرحمی
بیمایه چو مائی که بما زر ندهی

---

۱ - در اصل : مکلوڈ

۲ - یک کلمه دو حرفی را که درین مصراع در دو جا آمده چون مستهجن بوده حذف کرده ایم.

O * رباعی : ۹

در کالبد شهر روان باز آمد
فرمان فرمای شه نشان باز آمد

زین شادی و خوشدلی که وداد بشهر
گوئی که مگر شاه جهان باز آمد

O * رباعی : ۱۰

از دهر دلم وایه بهر در میجست
از بادهٔ ناب یک دو ساغر میجست

فرزانه مهیش داس بخشید به من
آبی که برای خود سکندر میجست

O * رباعی : ۱۱

زینسان که همیشه در روانی مائیم
سر چشمه راز آسمانی مائیم

لختی ز دساتیر بود نامهٔ ما
ساسان ششم به کاردانی مائیم

O * رباعی : ۱۲

گویند جهانیان دو رویند مگوی
گر بد منکوه ور نکویند مگوی

هر چند که بد زیستم و بد مردم
[illegible] مرده بد نکویند مگوی

O * رباعی : ۵

ای روی تو همچو مهر گیتی افروز
وی بخت تو در جهان ستانی فیروز

حق کرده بروز نامه عمر تو ثبت
توقیع توقع هزاران نوروز

O * رباعی : ۶

ای آنکه به دهر نام تو شاه رخ است
پیوسته ترا بحضرت شاه رخ است

نازد بتو شه که باشد اندر شطرنج
امید ظفر قوی چو با شاه رخ است

O * رباعی : ۷

ای داده بباد (۱)عمر در لهو و(۲)فسوس
زنهار مشو ز رحمت حق مأیوس

هشدار کز آتش جهنم حق را
تهذیب غرض بود نه تعذیب نفوس

O * رباعی : ۸

جائیکه ستاره شوخ چشمی ورزد
افسر افسار گرزن ارزن ارزد

خورشید ز اندیشهٔ جاور گردش
بر چرخ نه بینی که چسان میلرزد

---

(۱) دراصل : بباد عمر (۲) دراصل واو را ندارد.

رباعیات

٥ * رباعی : ۱

بخشید به ثاقب سخنور یزدان
فرخ پسری بشکل ماه تابان

هم نور نگه نیر رخشان است
هم روشنی چشم شهاب الدین خان

٥ * رباعی : ۲

امروز که روز عید و نوروز بود
روزی فرخنده و دل افروز بود

هر عیش و نشاطی که درین روز بود
هر روز ترا ز بخت فیروز بود

٥ * رباعی : ۳

نازم به نشاط این چنین برگشتن
رمزیست نهفته اندرین برگشتن

سرمایهٔ نازش است و پیرایهٔ حسن
برگشتن مژگان بود این برگشتن

٥ * رباعی : ٤

خواندیم سخنهای محبت بسیار
راندیم سخنهای محبت بسیار

رفتیم آخر ز عالم و در عالم
ماندیم سخنهای محبت بسیار

* فرد : ۱۳

عیان بود ز گورنر کرامت ملکه
زبان خلق و دعای سلامت ملکه

* فرد : ١٤

دو روز دیر کن ای مرگ خالصاً لله
مگر به من رسد آن وایهٔ که در راهست

* فرد : ١٥

عبودیت نه کند اقتضای خواهش کار
دعا بصیغه امر است و امر بی ادبیست

مطلع : ١٦

بو که بهنجار نو زخمه ز تار آوری
کن نیکون دگر بر سرکار آوری

———— : ————

O* فرد : ۶

بیاکه داده بدهلی نشان و شوکت و شان
وزیر اعظم شاه فرنگ و هندوستان

O* فرد : ۷

زهی لارڈ لارنس کز حکم شاه
کند تاجداری بزرین کلاه

O* فرد : ۸

ملکه آنکه برین چرخ سریرش باشد
لارڈ لارنس گرانمایه وزیرش باشد

O* فرد : ۹

زهی ز شمله بدهلی ورود فرخ او
چو آفتاب سراسر فروغ و فر رخ او

O* فرد : ۱۰

مرحبا لشکر نواب گورنر جنرل
که شده دهلی ازان کوکبه کوکب بمثل

O* فرد : ۱۱

در تن مردم این شهر روان باز آمد
می شناسم که مگر شاه جهان باز آمد

فرد : ۱۲

ذریعهٔ شرف و عز و جاه شهر آمد
وزیر پادشه و پادشاه شهر آمد

فردات

٥* فرد : ۱

نازم آن فتنه که در دشت به غمخواری قیس
لیلی از ناقه فرود آید و محمل برود

٥ فرد : ۲

ورود سرور سلطان نشان مبارک باد
بشهر مقدم نوشیروان مبارک باد

٥* فرد : ۳

اینک هزار و هشت صد و شصت و چارمین
هنگامه ورود خداوندگار بین

٥* فرد : ٤

نواب نامدار به دهلی در آمده
فصل بهار بین که در اکتوبر آمده

٥* فرد : ٥

مرحبا ویسرای کشور هند
شأن و شوکت فزای کشور هند

بجرم عالم ارواح و بپاداش عمل
خسته قید حیاتم تنه نا ها یا هو ۸

تکیه بر مغفرت اوست نه بر طاعت خویش
تارکِ صوم و صلوٰتم تنه نا ها یا هو

چشم دارم که بره روی دهد بیخودیی
جز بدین نیست نجاتم تنه نا ها یا هو ۱۰

غالبم تشنه تلغاب نه همچون حافظ
مایل(۱) شاخ‌نباتم تنه نا ها یا هو

٥*غزل : ۱۱

از جسم بجان نقاب تاکی این گنج درین خراب تاکی
این گوهر پر فروغ با رب آلوده خاک و آب تاکی ۲
این راهرو مسالک قدس وا ماندهٔ خورد و خواب تاکی
بیتابی برق جز دمی نیست ما وین همه اضطراب تاکی ۴
جان در طلب نجات تا چند دل در تعب عتاب تاکی
پرسش ز تو بیحساب باید غمهای مرا حساب تاکی ۶
غالب به چنین کشاکش اندر با حضرت بو تراب تاکی

———:———

۱۔ در اصل : مائل

شوری اشک در نظر خواراست . تلخی زهر خند را میرم
شحنۂ مدح حضرت اعلی‌ا است سخن دلپسند را میرم ۴

سر راهش نشستنم هوس است خاک پای سمند را میرم
رہ‌نشین‌ویم زهی توقیر طالع ارجمند را میرم ۶

جذب الفت بسوی وی کشدم این نو آئین کمند را میرم
میکند رخنه در جگر غم هجر این جگر در کلند را میرم ۸

شاعرم منشیم ظریف و شریف این اضافات چند را میرم
وایه جوید ز حضرت اعلی‌ا غالب مستمند را میرم ۱۰

٥* غزل : ۱۰

هله من عاشق ذاتم تنه نا ها یا هو
ناظر حسن صفاتم تنه نا ها یا هو

موسی و حصر تماشای تجلی بر طور
من نه در بند جهاتم تنه نا ها یا هو ۲

شور آتش رخشنده عشقم که یکی است
دم میلاد و وفاتم تنه نا ها یا هو

ظلمت کفر مبین روشنی طبع نگر
چشمۂ آب حیاتم تــنه نا ها یا هو ۴

فن تحریر بمن نازد و من فارغ ازان
مرجع کلک و دواتم تنه نا ها یا هو

بر در دوست همی بیهده نالم که مباد
رنجد از صبر و ثباتم تنه نا ها یا هو ۶

پرورش جزبه خورش نیست همانا رازق
بر جگر داده براتم تنه نا ها یا هو

٥* غزل : ۷

درد ناساز است و درمان نیز هم
دهر بی پروا و یزدان نیز هم

اجر ایمان سوددانش گو مده
آنکه دانش داد و ایمان نیز هم ۲

شه ز بزمم گر براند غم کراست
فارغم از ننگ حرمان نیز هم

طاعتم می نگذرد اندر خمر
نیست باقی ذوق‌عصیان نیز هم ٤

عشق و آنکه استعارات دروغ
ای دژم زخم و نمکدان نیز هم

من که هر دم بی اجل میرم همی
میتوانم زیست بیجان نیز هم ٦

رفته است از دل نشاط بزم باغ
وان هوای ابر و باران نیز هم

خامشی تنها نه جان را می گزد
این نواهای پریشان نیز هم ۸

آنکه پندارند حافظ بوده است
غالب آشفته بود آن نیز هم

٥* غزل : ۹

آسمان بلند را میرم ابر کحلی پرند را میرم ۲
می فرمد مرا بیازیچه دل زار و نژند را میرم

مگر ز حق نه بود شرم حق پرستان را
که نام حق نه برند و همین انا گویند ٤

ز قول شان نبود دلنشین اهل نظر
جز آن صفات که از ذات کبریاء گویند

نخوانده در کتب و ناشنیده از فقهاء
بغیر بیمزه واگویه‌ها که وا گویند ٦

دم از وجودکَ ذنبٌ زدند بیخبران
چسان عطیهٔ حق را گناه ما گویند

بلی گناه بود دعوی وجود ز ما
به اهل راز چنین گوی تا بجا گویند ۸

دگر ملامتیانرا چه زهرهٔ پاسخ
اگر بخشم گرایند و ناسزا گویند

نکرده زر مس خود را و بهر عرض فریب
به پیش خلق حکایت ز کیمیا گویند ۱۰

کسانکه دعوی نیکی همی کنند مرا
اگر نه نیک شمارند بد چرا گویند

طمع مدار که یابی خطاب مولانا
سزاست همچو توئی را که پارسا گویند ۱۲

بگوی مرده که در دهر کار غالب زار
ازان گذشت که درویش و بینوا گویند

غزل : ۶

عجب که مژده دهان رو بسوی ما آرند
کدام مژده که آرند و از کجا آرند

ز دوستان نبود خرشنما درین هنگام
که وایه بهر گدای شکسته پا آرند ۲

ز غم چنان شده ام مضمحل که اعدا را
سزد که گنج گهر بهر رونما آرند

نه روی خواستن از حق بود جز آنان را
که بنده وار همی طاعتش بجا آرند ٤

نه بیرضای خدا کارها روان گردد
سپهر و انجم اگر ساز مدعا آرند

نماند ساز مرا هیچ نغمه همنفسان
جز آنکه بر شکنندش چو در نوا آرند ۶

نخست عمر دگر خواهد از خدا غالب
اگر نوید پذیرائی دعا آرند

* غزل : ۷

بمقصدی که سرآن را ره خدا گویند
برو برو که ازان سو بیا بیا گویند

کسیکه پای نه دارد چگونه راه رود
خود اهل شرع درین داوری چها گویند ۲

ز رمز نخل اناالله گوی تا آ که
حدیث جلوه‌گه و موسیء و عصا گویند

منم که با جگر تشنه می نوردم راه
بوادئی که خضر کوزه و عصا انداخت

فغان ز غفلت غالب که کارش از سستی
ز دست رفته و داند که با خدا انداخت

٥* غزل : ٥

هم انا الله خوان درختی را بگفتار آورد
هم انا الحق گوی مردی را سردار آورد

ایکه پنداری که ناچار است گردون در روش
نیست ناچار آنکه گردون را برفتار آورد

نکتهٔ داریم و با یاران همیگوئیم فاش
طالب دیدار باید تاب دیدار آورد

دانه ها چون ریزد از تسبیح تاری بیش نیست
این مشعبد دیرگاه از سبحه زنار آورد

جذب شوقش بین که در هنگام برگشتن ز دیر
در قفای خویشتن بت را برفتار آورد

آن کند قطع بیابان این شگافد مغز کوه
عشق هر یک را بطرز خاص درکار آورد

آه ماه را بین که نارد از دل سختش خبر
باد را نازم که ابر از سوی کہسار آورد

نزد ما حیف است گو نزد زلیخا سهل باش
جذبهٔ کز چاه یوسف را ببازار آورد

نیست چون در منطقش جز ذکر شاهد حرف و صوت
شاهدی باید که غالب را بگفتار آورد

نامه که بی نام اوست طایر بی بال و پر
شعر که بی مدح اوست شاهد بی زیور است

مدح چنین شه نشان سهل شمارد همی
غالب وحشي نگر کش چه هوا در سر است ۱۶

٥* غزل : ٤

خوشم که چرخ بکوی توام ز پا انداخت
که هم ز من پی من خلد را بنا انداخت

چو نقش پا همه افتاد گیست هستی من
ز آسمان گله نبود اگر مرا انداخت ۲

سواد سایه همان صورت گلیم گرفت
همای فرخ اگر سایه بر گدا انداخت

ز رزق خویش چسان بر خورم که داس قضا
ز کشت خوشه درود و در آسیا انداخت ۴

بعز و ناز منه دل که افتد آخر کار
ز فرق مهر کلاهی که بر هوا انداخت

بطعن بی اثریهای ناله ما را کشت
ز کیش ماست خدنگی که سوی ما انداخت ۶

صحیفه پهش نگاه و نگاه کزلک تیز
دریغ گر بسر حرف مدعا انداخت

اگر نه لطف شب وصل کاستن می خواست
ز روز هجر سخن درمیان چرا انداخت ۸

ای به من آویخته پارهٔ ازجای گرد
تانه فتد بر زمین باده که در ساغر است

هند به هنگام دی خوش بود آب و هواش
ورنه بود گل، ز گل محمل گل خوشتر است

ای که ز نظارهٔ حسن بتان مانعی
چشم تو گر بسته‌اند رو که دو گوشم کراست

خستهٔ یار خودم باغ و بهار خودم
هر مژهٔ خونفشان شاخ گل احمر است

صبح رسید از هوا مرغ هایون ها
گفت که مکتوب تو در خور این شهپر است

گفتم اگر خوش کنی ور نکنی حرف من
بال تو از بهر دوست مروحه را درخوراست

ور بسوی جاوره میروی البته رو
سایه بفرقش فگن آنکه هایون فراست

نامهٔ من سوی دوست خانجهان خان ببر
آنکه ز پهلوی دوست نامی و نام آوراست

خود ز کف نامه بر نامه ستاند به مهر
آنکه مهان را مه است آنکه سران را سرلست

ابر بهارش بخوان بهر روانش مدان
محتشم الدوله رادست و دلی دیگر است

آن شه خوبان چرا ناز ز افسر کشد
خود کله از فرخی بر سر او افسر است

۴ * غزل : ۲

جز دفع غم ز باده نبودست کام ما
گوئی چراغ روز سیاه است جام ما

در خلوتش گذر نبود باد را مگر
صرصر بخاک راه رساند پیام ما ۲

ای باد صبح عطری ازان پیرهن بیار
تسکین ز بوی گل نه پذیرد مشام ما

هر بار دانه بهر هما افگنیم و مور
آید بدام و دانه رباید ز دام ما ۴

گفتی چو حال دل شنود مهربان شود
مشکل که پیش دوست توان برد نام ما

از ما بما پیام و هم از ما بما سلام
رنج دلی مباد پیام و سلام ما ۶

غالب به قول حضرت حافظ ز فیض عشق
ثبت است بر جریدهٔ عالم دوام ما

۵ * غزل : ۳

منع ز صهبا چرا باده روان پرور است
خوف ز عصیان عبث خواجه شفاعتگر است

پر تو مهر و مه است نور بچشم اندرون
گرچه بود در قدح، اصل می از کوثر است ۲

عهد جوانی گذشت توبه نه کردم هنوز
باده به پیران سری نیک به من درخور است

غزلیات

٥* غزل : ١

ای خداوند خردمند و جهان داور دانا
وی به نیروی خرد بر همه کردار توانا

ای برفتار و بدیدار ز زیبائی و خوبی
سرو نوخاسته آسا مه ناکاسته مانا

به ادا پایه‌فزایا بنظر عقده کشایا
بکرم ابر عطایا به غضب برق سنانا

به نگه خسته نوازا بسخن بذله طرازا
به قلم غالیه‌سایا به نفس عطرفشانا

شد نشین کلب علیخان که توئی یوسف ثانی
نبود ثانی و همتای تو در دهر همانا

دانم از حال و مآلم خبری داشته باشی
سر نوشت ازلی گرچه ندارد خط خوانا

دشمنم چرخ تو بینی و نسوزی بعتابش
به عدو صاعقه ریزا به محب فیض‌رسانا

جانشین‌تو کند نام‌ترا زنده بگیتی
باد فردوس‌برین جای تو فردوس مکانا

غالب از غم‌چه‌خروشی بتو زیباست خموشی
با کریم همه‌دان هیچ مگو هیچمدانا

سخن اینست که قطع نظر از حسن کلام
وایه جوئی بسخن سلسله‌جنبان شده است

چشم بر لطف و کرم دوختهٔ را دریاب
که ز کاهش بدنش صورت مژگان شده است ۲۸

این کهن پیر به آوازهٔ شیأللّه
گدیه‌گر بر در آن قبله گیهان شده است

در ثنای تو چه گفتم که گرایم بدعاء
این بدل میسپرم گر بزبان آن شده است ۳۰

باد جاوید گلستان ترا فصل بهار
ای‌که از فیض تو آفاق گلستان شده است

قدر آدم به دلش از تو چنان جای گرفت
که عزازیل ز انکار پشیمان شده است

سنگ فرساست چنان نعل سمندت که براه
هر کجا آمده کهسار بیابان شده است

ابر رخشی است که در زیر تو جولان دارد
برق تیغی است که در دست تو عریان شده است

رند روشن نفسی هست ز آل سلجوق
این که بر مائده فیض تو مهمان شده است

تو چنان دان که غریبی ز دیار دهلی
بدکن نامده از دور ثناخوان شده است

تیغ تیز است ثناگوی تو لیکن دانی
جوهر تیغ ته مورچه پنهان شده است

نیست جز گرد و غبار آنچه بهر سو نگرم
خواب در دیدهٔ من بسکه پریشان شده است

غنچهٔ هست دل من ز شگفتن نومید
خون شود سینه ازان غنچه که پیکان شده است

بدم گرم خودم زنده و بیدل زانم
که دل از فرط ریاضت خورش جان شده است

غالب غمزده درویش و تو درویش نواز
بعلش باد اگر طالب احسان شده است

صلهٔ گر لغزشی بستایش بنواز
کاین کلامیست که داغ دل حسان شده است

فرو فرهنگ فریدون که نهان داشت سپهر
اینک از پرده دگر بار نمایان شده است ٦

به دکن آی و ببین ویزش دست کرمش
که زمین ز آب گهر غرقهٔ طوفان شده است

تا شود روشنی چشم خلائق افزون
گرد در رهگذرش کحل صفاهان شده است ٨

نه همین نیک بود نظم امور دنیا
کار دین نیز درین وقت بسامان شده است

نفس اماره که خود کافر و کافرگر بود
از نهیب‌شه‌دیندار مسلمان شده است ١٠

میتراشند ز اعضای‌بتان اجزاء را
کفر در راسته بازیچه طفلان شده است

رفت[1] توقیع به آتش که نسوزد جاندار
هیزم و خار و[2] خسش راتبهٔ خوان شده است ١٢

لا جرم از ره اخلاص پر پروانه
شمع را از ضرر باد نگهبان شده است

روزگاریست گرانمایه و فرخ که جهان
هم بدانگونه که بایست همانسان شده است ١٤

شاه فرخنده فرا خسرو والا گهرا
چشم بد دور که آدم بتو نازان شده است

---

١ ـ در اصل : رفر ٢ ـ در اصل : واو را ندارد

شهرداور را نوید دین و دولت داده اند
شهریان را مژدهٔ امن و امان آورده اند ۲۶

چون شمارعمرانسان جز در استقبال نیست
بر دوامش عهد و پیمان درمیان آورده اند

وانگهی بر عهد و پیمانی که بستند این زمان
خضر را کان زنده می گردد ضمان آورده اند ۲۸

قدسیان گفتند یارب دیر ماناد این امیر
آنچه غالب داشت در دل بر زبان آورده اند

چون دعا از قدسیان است از من آمینی بس است
شاد باشم کش حیات‌جاودان آورده اند ۳۰

قصیده : ۷

حیدر آباد دکن روضهٔ رضوان شده است
ساز و برگ طرب و عیش فراوان شده است

والی شهر که جاوید بماناد بدهر
بود وی آصف و امروز سلیمان شده است ۲

افضل الدوله بهادر که ز فورخ او
بار گه مطلع‌خورشیددرخشان شده است

آن که در عهد وی از کثرت ایثار وعطا
خلق را یافتن کام دل آسان شده است ۴

مرده را زنده کند جنبش کلکش گوئی
کلک او موجهٔ‌سرچشمهٔ‌حیوان شده است

و آن زحل‌پیکر سپر کز بهر دفع تیغ و تیر
از سوادش جسم را حرز امان آورده اند

ابرمانا پیل کز رعدش صدا بخشیده اند
برق‌وش توسن که از بادش عنان آورده اند ۱۶

گر به پشت‌پیل‌زرین جل فرود افکنده اند
بهر توسن گوهرین برگستوان آورده اند

دیگر آن زرین سلب خورشید منظر پالکی
کز نی خم داده توسش درمیان آورده اند ۱۸

قوس کان بر سطح گردون جای سعد اکبر است
نی که خود سازند و خود نامش کمان آورده اند

اینکه گفتم بر طریق‌خلعت اهل حل و عقد
هر چه می بایست و می شایست آن آورده اند ۲۰

میهمانان کان همه فرمان‌دهان‌کشور اند
این فتوح از بهر والا میزبان آورده اند

خازنان گنج غیبی بین که از روی وداد
بس شگرف اشیای دیگر ارمغان آورده اند ۲۲

دولت و اقبال و فخر و عزت و جاه و جلال
کز فراوانی نگنجد در گمان آورده اند

رحمت حق آشکارا و نهان دارد ظهور
روشنی‌چشم و نیروی‌روان آورده اند ۲۴

هم ز روی لوح محفوظ است گر امروز باز
حکم محکم بهر ربط جسم و جان آورده اند

در بهشت آن خود نه باشد بگذر از اردی بهشت
رونقی کز بهر باغ و بوستان آورده اند

آنچه باد از غنچه می آورد و می‌زد بر مشام
آشنایان شمیم از عطردان آورده اند

هرچه خواهی درمیان از هر کنار افشانده اند
هرچه جوئی بر زمین از آسمان آورده اند ٦

هرچه‌می‌بینی‌و خواهی دید در فرخنده بزم
تاانه پنداری که اینها رایگان آورده اند

پنج دیگر بعد ازین آرند و اکنون‌بیدرنگ
گنج باد آورد و گنج شایگان آورده اند ٨

چون جواهر را شماری نیست گویم بجملاً
حاصل صد سالهٔ دریا و کان آورده اند

تا ز بخششهای شاهنشاه هند و انگلینڈ
خلعت از بهر خدیو شه نشان آورده اند ١٠

جیغه و سرپیچ کان چشم و چراغ دولتست
بهر فرقش از فراز فرقدان آورده اند

از شعاع مهر تار از پرتو مهتاب پود
جامه های زر نگار و زر فشان آورده اند ١٢

در حمایل کز گلوی شهریار آویختند
گوهراز پروین و تار از کهکشان آورده اند

تیز دم‌تیغی که همچون برقش از روز ازل
بے نیاز از گردش سنگ فسان آورده اند ١٤

رموز حمزه فرو هل خمش نشین غالب
چرا مرا به سخن های هرزه آزاری ۴۴
ز تست رونق گیتی بدانشی آرائی
ز تست زینت معنی به نغزگفتاری
قصیدهٔ تو ولی کاسهٔ گدائی تست
ستوه آمده باشی ز رنج ناداری ۴۶
غمین مباش که از گنج خانهٔ نواب
خود آنقدر که بدل داشتی بدست آری
بوقت گدیه گدا را دعاست دست آویز
بر آر دست بدرگاه حضرت باری ۴۸
چراغ دودهٔ سرور علی محمد خان
گزین همال تمر در فن سپهداری
ز روی کلب علیخان همیشه روشن باد
چنانکه تابش مهر از سپهر زنگاری ۵۰

٥* قصیده : ۶

تاچه نیرنگ است این کاندر جهان آورده اند
نوبهار طرفه در فصل خزان آورده اند
مرغزاری کان بود در آرزو دیماه زرد
آنچنان دانی که کشت زعفران آورده اند ۲
رنگ گلهای بهاری گر نه بینی گو مبین
... گلهای بهار از هر کران آورده اند

درش نوازش طبل سکندری دارد
خهی بلندی آوازه جهانداری

بود پلارک افراسیابیش در کف
که هیچگه نشود چون هلال زنگاری

چگویم از نمط لشکر ظفر پیکر
که در شمار نیاید همی ز بسیاری

همه مقابل مقبل بناوک اندازی
همه مساهم خسرو به طاقت اظهاری

بیا ببین که در اردوی این امیر کبیر
سپرده اند علم‌شاه را علمداری

چو قندز آنکه جلودار حمزه بود اینک
رسیده است بخاقان‌چین جلوداری ۸

سزد که فخر بر اقبال خود کند لندور
ازین که یافته توقیع‌گرزبرداری

مپرس بر درش از هستی زمرد شاه
مگر یکی بود از کافران زنهاری ۰

شنیدهٔ که خداوندباختر چون بود
کنون به بندگی خواجه گشت اقراری

گذشت آنکه چه تقدیر کرده ام میگفت
بمقتضای غلط‌فهمی و غلط‌کاری

کنون به عجز چه تقصیر کرده ام گوید
ز بندگان خدا چون بوی رسد خواری

O* قصیده : ٥

زهی دو چشم تو در معرض سیه کاری
چو بختیاری و بختک بمردم آزاری

زهی بزور بدیع‌الزمان کشتی‌گیر
که کوهسار چو نارنج تو بیفشاری ٢

زهی خیال تو آدم‌ربا چو تندک دیو
دماغ اهل نظر قاف اوست پنداری

زغمزهٔ تو چه گویم که آن بود ز عمر
دلیر و چست و هنرمند تر بعیاری ٤

اگر تو نیستی از ساحران عنطلیه
چرا بلهو همی آتش از هوا باری .

بدین جمال که داری عجب مدار اگر
کند چکیدهٔ قدرت ترا پرستاری ٦

بمهر روی تو گردیدم آفتاب پرست
ترا پرستم ازین رو که ماه رخساری

توئی بمعنی اصلی دبود(١) نورالدهر
همین بنام که معنی نداشت پنداری ٨

چکد ز زلف تو خون دلم بدانگونه
که ریزد از لب زنگی دو آدمی‌خواری

فغان ز بار غم دهر کان بسنجیدن
عمود خسرو هند است در گرانباری ١٠

به پیش چرخ مشعبد چه هوشیار چه مست
که این بعربده همچون عمرَ ز طراری

---

١ ...

چو او بزیر زمین رفت آن ولایت یافت
تو باش والی روی زمین قرون و دهور ۲۴

به انجمن نه رسیدم ز نا توانائی
ولی بعرض ثناً و دعاً نیم معذور

بخاک پای تو گر دستگاه داشتمی
نبودمی بغم دوری در تو صبور ۲۶

کفی بدست تهی تر ز کیسهٔ دلاک
دلی بسینه بسی تنگ تر ز دیدهٔ مور

کمی ز ما و کرم از شما بلا تشبیه
ز کردگار بود رحمت و ز بنده قصور ۲۸

نظر به خستگی و پیری و تهیدستی
قبول کردن تسلیم من خوش است ز دور

شعار غالب آزاده جز دعاً نبود
که باد سعی دعا گوی در دعا مشکور ۳۰

بدهر تا بود آهن که در نوا آرند
رباب و بربط و قانون ولی بمحفل سور

به بزم عیش تو ناهید باد زمزمه سنج
نسیم عطر فروش از شمیم طره حور ۳۲

محب ز لطف تو بالنده چون نوا از ساز
عدو ز بیم تو نالنده چون خر از (۱) طنبور

۱ ـ دراصل : واز ' را ندارد

اکنون ز سنگ رگ بدر آرم اگر بزور
پندارم این کشیدن مو بود از خمیر ۲۸

در خوابگاه من ز فراوانی سرور
چندین هزار زمزمه دارد نی حصیر

دیگر مباد خامهٔ من در کفم روان
جز نغمهٔ نشاط اگر باشدش صریر ۳۰

ایمان من گزاردن حق مدح تست
آن مدح گر طویل بود ور بود قصیر

حق نمک بمدح و ثنا میکنم ادا
منگر بدین که مدح قلیل است یا کثیر ۳۲

حق جوی و حق شناسم و حق گوی و حق گزار
ترسم چرا ز اشتلم منکر و نکیر

گر رفته ام ز کار ور افتاده‌ام ز پای
نیروی کار بخش و توام باش دستگیر ۳۴

اینک فراغ و اختر نیک و خجسته روز
پیداست زین سه لفظ سه تاریخ دلپذیر

خالی مباد جای تو در بزم گه باغ
تا ساز را نوا بود و مرغ را صفیر ۳۶

O* قصیده : ۴

تجلیی که ز موسیٰ ربود هوش بطور
بشکل کلب علیخان دگر نمود ظهور

خجسته سرور سلطان شکوه را نازم
که رشک بر کلهش دارد افسر فغفور ۲

در لشکر تو مالک عقرب بود عسس
در دفتر تو والی جوزا بود دبیر

در مسلک رضای تو زاوش مرید خاص
در مجلس عتاب تو کیوان کهن اسیر ۱۸

من بنده در خرابهٔ دهلی بکنج غم
بودم بسی نژند و جگر خسته و حقیر

گفتی که از فزونی غمهای جانگداز
همچون نمک در آبم و همچون شکر به شیر ۲۰

در لرزه عضو عضو تن از باد دیمهی
گفتی معذبم من و سرماست زمهریر

بود اشک چشم من ز گداز جگر بقم
زانسانکه بود گونه رویم ز غم زریر ۲۲

گوش گران و روی پر آژنگ و پشت کوز
وز غم بسینه تعبیه چون چنگ صد نفیر

میکرد هردم از خلهٔ خار غم فغان
غالب که هیچ گه ننالد ز زخم تیر ۲۴

ناگه صبح گه بدلجوئی نگاه
دولت در آمد از در و فرمود کای فقیر

سجاده در نورد و شراب صبوح خواه
دلشاد باش و از غم بی رونقی ممیر ۲۶

کامد ز رامپور نوید فرح فزا
در وی همه حکایت گرمابه و غدیر

حمام خاص بنگر و کلجامش آسمان
و آن را سفید کرده فروغ مه منیر ۶

طاسش یکی ز زهره و دیگر ز مشتری
این سیم خام و آن دومین(۱) زر ناب گیر

صبحی بدستگیری ایام روشناس
آورده از عمود عصا بهر چرخ پیر ۸

صبحی بمایه بخشی(۲) آفاق نامور
در شش جهت ز نور روان کرده جوی شیر

گرمابهٔ چنان خوش و آبی چنان نکو
روزی چنین مبارک و وقتی چنین هجیر ۱۰

آمد برای غسل به گرمابه اندرون
مانند معنیی که دهد روی در ضمیر

نواب کز وفور جلال و جمال خویش
گوئی شهست و مسند جاهش بود سریر ۱۲

ناظم که شور نظم نظامی نظام او
ره بسته بر ترانهٔ سودا و درد و میر

گر لطف معنی است نظامی عدیل اوست
ور حسن صورت است بود یوسفش نظیر ۱۴

وقت نفاذ حکم فلک باشدش مطیع
حین صلاح کار خرد گرددش مشیر

ای آنکه در فروزش سیمای عز و جاه
مهر از تو همچو ماه ز مهرست مستنیر ۱۶

---

۱ ـ در اصل : دو نیمین

اندرین نامه که نامی به ثنای تو بود
میکنم ختم سخن لیک نه از روی کسل ۴۴

بل ازان راه که در معرض حسن گفتار
نظر افروز بود شیوه ما قل و دل

در دعا شرط و جزا گر نبود نیست زیان
خواهش چند فراز آورم اینک بجمل ۴۶

بهر ذات تو ز دادار تمنا دارم
شادمانی و توانائی و عمر اطول

وز پی دولت و اقبال همان میخواهم
که ز چشم بد ایام مبیناد خلل ۴۸

٥ * قصیده : ۳

تعظیم غسل صحت(۱) نواب کم مگیر
زان عید کان مضاف بود جانب غدیر

امروز میر هند بود انجمن طراز
آنروز گشت شاه نجف بر همه امیر ۲

دانم شنیدهٔ که در اقصای مغرب است
سر چشمهٔ که خضر شد از وی بقاپذیر

جوئی بریده اند و روان کرده اند آب
حمام را بحوض ازان فرخ آبگیر ۴

هنگام شب که زیر زمین باشد آفتاب
از تاب مهر گرم شد آن آب ناگزیر

---

۱ - در اصل : صحت

آن شود سودهٔ گوهر، شود این گنج روان
رمل و نملی که دهد روی در اثنای رمل

بشنو از من که زبانم گهر افشان ابریست
کش ز بارندهٔ نیسان نتوان داد بدل ۳۴

بمن از پیش گورمنٹ همایون توقیع
میرسد بر نمط سابقهٔ روز ازل

هست زان دفتر فرخنده فرخ آثار
رقم چند مرا زیب ده جیب و بغل ۳۶

از چهل سال رجوعم بدر دولت تست
وایه‌ها یافته‌ام از تو چه اکثر چه اقل

روشناس کف پای تو بود دیده من
خالی از گرد رهت نیست هنوزم مکحل ۳۸

چون ترا داد قضا منصب دارائی هند
چون ترا کرد قدر مرجع ارباب دول

از قدوم تو بر افروخت رخ شاهد ملک
از وجود تو فزون گشت شکوه کونسل ۴۰

میفرستم به نظرگاه تو نظم و نثری
خالی از طول کلام و تهی از طول امل

غالب گوشه نشین رو بتو آورد ولی
دلش از بیم دو نیم است و دماغش مختل ۴۲

بر چنین بنده دیرینه ببخشای که او
نیست تا این همه در مدح طرازی تنبل

پیشرو تهنیت مقدم هنگام بهار
زمزمه مدحت نواب گورنر جنرل

جان لارنس بهادر که نظیرش زنهار
هیچ بیننده نه بیند بجهان جز احول

ایکه دز معرض فخر و شرف از عز و جلال
هر چه بایست همه یافته از عز و جل

ایکه در عهد تو کس شیوه ندارد الا
فلک پیر ز بیکاری مریخ و زحل

ای بفرتاب خرد مظهر آثار خرد
ای بفرمان ازل محرم اسرار ازل

پادشاه است شهنشاه تو اورا دستور
باشد این پایه زهر گونه اسارت اکمل

این وزارت که ترا داد ز شاهی کم نیست
ای جهانجو و جهانگیر و جهاندار اجل

(ق)

مهر زان خط شعاعی بسبیل تمثیل
ماه زان داغ گرانهای بعنوان مثل

پهلوانیست که ژوبین تو باشد بکفش
نقره خنگی است که تمغای تو دارد بکفل

(ق)

بسکه دولت به سم رخش تو دارد پیوند
چون بجولانش در آری بسر دشت و جبل

چه کشایدء شکفد غنچه اگر بر سر شاخ
من و دل نام یکی عقده ما لاینحل ۱۲

خود چرا هرزه ز رنجوری نرگس نالم
که ز شبنم بودش دیده گرفتار سبل

چه بود سود من از دهر اگر در صحرا
آب در گو بود و سبز گیا برسرتل ۱٤

نشود کار دگرگون چو بود ماه بنور
نکند قدر من افزون چو رود خور بحمل

نیست در آینهٔ مذهب یکرنگی من
این گل و سبزه بجز صورت عزی و هبل ۱٦

چشم بر روی دل افروز کسی دوخته ام
که ز چشم بد ایام مبیناد خلل

چون چنین است که از بهر هواداری گل
سبزه را نامیه در باغ فرستد اول ۱۸

کلک من دفتر تشبیب کشاید زان پیش(۱)
که طراز رقم مدح در آرد به عمل

ورق شعر به از باغ که ریحانش را
گرچه خواناست خط اماست سوادش مهمل ۲۰

اندرین وقت که جشن سده را وقت گذشت(۲)
اندرین حال که نوروز بود مستقبل

خامهٔ باربد آهنگ دلاویز صریر
زخمه بر تار روان کرد بهنجار غزل ۲۲

---

۱ - در اصل: [illegible] ۲ - در اصل: گزست

۵* قصیده : ۴

وقت آنست که خورشید فروزان هیکل
گردد آینده گراینده بفرگاه حمل

وقت آنست که بن‌دار بهار آراید
نونهالان چمن را بعروسانه حلل

وقت آنست که خاک ته جو مست شود
که به کیفیت لای می ناب ست وحل

وقت آنست که بینی ز گداز یخ و برف
بررخ خاک روان گشته ز هر سو منهل

وقت آراستن جیش بهار است که باد
زد به چار آینهٔ داغ شقایق صیقل

وقت آنست که از بهر برون راندن خون
ابر را نیشتر برق دود در اکحل

باد پرکار شود نقطه خاکش مرکز
تا درین دایره هر نقش نشیند به محل

هرچه کاهد ز شب البتهٔ فزاید در روز
کم شود دود ز افزایش نور مشعل

سیل نبود که روان گشته ز آب باران
هست شاخابهٔ نهرلبن و جوی عسل

رستنی بسکه ازین آب کند نشوونما
کام ذوق شکر و شیر برد از حنظل

من بفکر دگر و غیر چنان پندارد
که سخن میکنم از تازگی دشت و جبل

هزار زمزمه دارم همین نه یک سخن است
که چون تمام شود آن سخن ز سر گویم ۲۰

هم از فساد دل زار و داغ غم نالم
هم از نزاع رگ جان و نیشتر گویم

زبانه‌وار زبانم شرر فشان گردد
اگر براه حدیث تف جگر گویم ۲۲

شود رکاب تکاور در آب ناپیدا
اگر روانی سیلاب چشم تر گویم

بکلبه ام کهر شب چراغ خس پوش است
سخن ز تیرگی طالع هنر گویم ۲۴

من آن نیم که بهنگامهٔ سخن سازی
گهی ز خاور وگاهی ز باختر گویم

سخن نهال نو و کهنه باغبان غالب
نهال را بنوی مژدهٔ ثمر گویم ۲۶

طریق وادی غم را کسی نبوده رفیق
خود از صعوبت این راه پر خطر گویم

ز عز و جاه نیاکان خویش در سرکار
هزار گونه حکایات معتبر گویم ۲۸

سخن طرازدعا یافت اینت نخل‌مراد
دگر بجای ثمر بعد ازین اثر گویم

دعای دولت شاه و وزیر همواره
ز نیم شب کنم آغاز تا سحر گویم ۳۰

ز غیب آنچه فرو ریختند در خاطر
نخست از ره پرسش بهمدگر گویم

که بی مبالغه فرزانه لارڈ الگن را
وزیر اعظم سلطان بحر و بر گویم

بدین کلاه که فر کیان ازو بارد
گزاف نیست اگر شاه تاجور گویم

بیا که لشکر نواب نامدار آمد
برم ز چشم بدل این نوید و بر گویم

ز چرخ اول و چارم بمزد و مژده دهی
طلب کنم مه و خورشید تا خبر گویم

ز شادمانی نظاره رخش هردم
به چشم تهنیت رونق نظر گویم

ز خاک راه وی اکسیر در نظر دارم
رخم سیاه اگر حرف سیم و زر گویم

ز شاعری به ندیمی رسیده ام خواهد
که (۱) رویداد به پیرایهٔ سمر گویم

رعایت ادب آئین من بود ناچار
فسانه گرچه دراز است مختصر گویم

پس از وصول بمنزل پیام من که برد
اگر نه آنچه توانم درین سفر گویم

به بزم گر ندهد بار چون سوار شود
ز سرگذشت حکایت برهگذر گویم

---

۱ ـ در اصل : روئیداد

قصاید

٥* قصیده : ۱

بیا که مدح خداوند دادگر گویم
از آنچه گفتم ازین پیش بیشتر گویم

چنانکه اوست نیارم ثنای داور گفت
بقدر حوصلهٔ خویشتن مگر گویم ۲

ز دفتر است فزون مدح و من ز خیره سری
بر آن سرم که درین صفحه سر بسر گویم

برین شکوه نخواهد که گویمش خاقان
دگر زیاده ازین چیست تا دگر گویم ٤

جهان کشای و جهان پرور و جهان آرا
چو آنقدر نتوان گفت این قدر گویم

وی آنچنان و من اینسان که شرمسار شوم
سپهر منظر و انجم سپه اگر گویم ٦

گهی ز خاک رهش آب زندگی خواهم
گهی مسیح دم و گه فرشته فر گویم

درین نورد که از نغز نغزتر سنجم
درین خیال که از خوب خوبتر گویم ۸

که می نوشم از خستگی نز ورع
بجای می‌ناب ماء‌القرع

بیا و بیا و بیا و بیا
سر آمد سخن والدعا والدعا

بخوان چون بخوانی ورق را تمام
ز نیر سلام و ز عارف سلام

مشو سخت کوش و مشو سخت گیر
درین آمدن باش فرمان پذیر ۱۲

بحکم پدر چون گزیدی سفر
بگرد از سفر هم بحکم پدر

درین رفتن و آمدن شاد باش
به تبعیت از طعنه آزاد باش ۱٤

ز هجر تو مادر بتاب اندر است
گدازان چو شکر به آب اندر است

پدر نیز مشتاق دیدار تست
بصد گونه خواهش طلبکار تست ۱٦

ترا خواهد از بس که خواهد ترا
نخواهد گر او بس که خواهد ترا

بیا و دو خونین جگر را ببین
بمادر نشین و پدر را ببین ۱۸

دگر من چراغ سحرگاهیم
قدم نه براه هواخواهیم

بیا تا ببینی که چون می تپم
چسان دیده تا دل بخون می تپم ۲۰

بیا تا تنم غرق خون بنگری
درون سرا از برون بنگری

بیا تا ببینی که از روزگار
کنونم بجائی(۱) رسیدست کار ۲۲

---

(۱) در اصل : بجای

مثنوی : ۲

وفا جوهرا از تو غم دور باد
دلت سر خوش بادهٔ سور باد

رسید از تو الفت فزا نامهٔ
روان تازه کن دلکشا نامهٔ ۲

نخواهم که در عرصهٔ روزگار
نشیند ترا بر دل از غم غبار

ز رنجوری من مخور غم که من
ندارم غم هستی خویشتن ٤

نه جان از منست و نه جسم آن من
خود از مردن من چه نقصان من

حدیثی است شایسته و سودمند
ز شایستگی بوده دانا پسند ٦

گر از من نباشی نکوئی شنو
از آنکس که فرزند اوئی شنو

چنین داده فرمان که در ساز راه
نباشی به حیلت گری عذر خواه ۸

عزیزان رهرو گرامی کنند
بشادی دران ناحیت میرسند

بشادی بدین جمع انباز گرد
چو گردند اینان تو هم باز گرد ۱۰

الاتا نسنجی که این زان به است
چنین خواستست آنکه فرماندە است

مثنویات

* مثنوی : ۱

درین سال نواب عالی جناب
بروی زمین غیرت آفتاب

محمد علیخان فرخنده خوی
که هم نامدار است و هم نامجوی ۲

چو بنشست بر مسند سروری
ازو سروری یافت آن برتری

که از سروری یافت شاهی رواج
کلاه مهی گشت همسر به تاج ۴

زهی شهرت این همایون جلوس
که آوازه افتاد در روم و روس

ز غالب که از روزگار دراز
برین عتبه ساید جبین نیاز ۶

به نظارهٔ حسن اقبال جشن
سخن رفت در بارهٔ سال جشن

پس از شکر دادار جان آفرین
چنین گفت پیری قناعت گزین ۸

که چون اختر نیک آمد بفال
هم از اختر نیک پیداست سال

به پیرهن اگر افشانده غم شرر گله نیست
سخن ز سوختن مغز استخوان گویم ۲۲

ز زندگی که بسی نیست هم بدان شادم
که دوستان بمن و من بدوستان گویم

ذریعهٔ شرف و عزوجاه شهر آمد
وزیر پادشه و پادشاه شهر آمد ۲۴

همیشه بر نمط داد در جهانبانی
تو آصفی کن و وکثوریا سلیمانی

رخ تو مهر درخشان بعالم افروزی
کف تو ابر بهاران بگوهر افشانی ۲۶

نهان به طبع تو اسرار علم اشراق
عیان ز روی تو انوار نوّر یزدانی

به حلم و لطف ترا شیوهٔ ملک شاهی
به بذل و جود ترا دستگاه قاآنی (۱) ۲۸

ببین هر آینه ترجیع بند غالب را
که آیتی است گرانمایه در ثناخوانی

ذریعهٔ شرف و عز و جاه شهر آمد
وزیر پادشه و پادشاه شهر آمد

---

(۱) در اصل: قاانی

چو روی دیده‌فروز خدایگان نگرند
بدین نوای دل آویز نغمه پردازند

ذریعهٔ شرف و عز و جاه شهر آمد
وزیر پادشه و پادشاه شهر آمد ۱۲

جمال کوکبه شهریار می بینم
فروغ بخت درین روزگار می بینم

هزار و هشت(۱)صد و شصت و شش ز سال مسیح
بهار تازه بفصل بهار می بینم ۱٤

زمانه در پی قطع امید و من بخیال
خوشم که روی خداوندگار می بینم

بپارگه چو سکندر دویست می نگرم
بخاک ره چو ارسطو هزار می بینم ۱٦

ندیده بلبل بی بال و پر بجانب باغ
بحیرتی که سوی رهگذار می بینم

ذریعهٔ شرف و عز و جاه شهر آمد
وزیر پادشه و پادشاه شهر آمد ۱۸

رخ نکوی ترا ماه آسمان گویم
قد بلند ترا سرو بوستان گویم

حدیث مدح تو برتر بود ز منطق من
مگر به تهنیت طالع زبان گویم ۲۰

گورنری نه ز شاهی کم است میدانم
تو هر چه نام نهی خویش را چنان گویم

---

۱ - دراصل: درینجا واو عطف را دارد

٥ * ترجیع بند

ورود سرور سلطان نشان مبارک باد
به شهر مقدم نوشیروان مبارک باد

سرور و خوشدلی و انبساط و آسایش
نشاط و شادی و امن و امان مبارک باد ۲

نه این دیار که شهریست در قلمرو هند
بملک هند کران تا کران مبارک باد

ز طبع خلق بدر برد عدل ناسازی
دوام رابطه جسم و جان مبارک باد ٤

وفور عیش بدارای خلق ارزانی
هجوم خلق بر آن آستان مبارک باد

ذریعهٔ شرف و عز و جاه شهر آمد
وزیر پادشه و پادشاه شهر آمد ٦

———— : ————

به اهل شهر بگو تا به خویشتن نازند
نشاط و شادی و سور و سرور آغازند

بساطهای گرانمایه در فضای چمن
بگسترند و بهم طرح بزم اندازند ۸

ز خیمه‌ها و سراپرده‌های رنگا رنگ
سپهر های دگر بر زمین بیفرازند

دمیکه این همه آئین شهر بر بندند
ز خانه بهر پذیره شدن بدر تازند ۱۰

سود بینید ، وفا دیده و نورید همه
زنده مانید ، وفا قالب و جانید همه ۷۶

من بخون خفته و بینم همه بینید همه
من جگر خسته و دانم همه دانید همه

درمیان ضابطهٔ مهر و وفائی بودست
من برینم که هر آئینه بر آنید همه ۷۸

روزی از مهر نگفتید فلانی چونست
باری از لطف بگوئید چسانید همه

گر نباشم بجهان خار و خسی کم گیرید
ایکه سرو و سمن[۱] باغ جهانید همه ۸۰

چارهٔ گر نتوان کرد دعائی[۲] کافیست
دل اگر نیست خداوند زبانید همه

هفت بند است که در بند رقم ساخته‌ام
بنویسید و ببینید و بخوانید همه ۸۲

آن نباشم که بهر بزم ز من یاد آرید
دارم امید که در بزم سخن یاد آرید

---

۱ ـ دراصل واو عطف را ندارد
۲ ـ دراصل : دعایی

منم آئینه و این حادثه زنگ است ولی
تاب بدنامی آلایش زنگم نبود

آه ازان دم که سرایند ز زندان آمد
اندرین دایره گیرم که درنگم نبود ۶۶

همدمان داردم امید رهائی در بند
دامن از بعد رهائی ته سنگم نبود

جور اعدا رود از دل برهائی لیکن
طعن احباب کم از زخم خدنگم نبود ۶۸

به شگاف قلم از سینه برون میریزم
بسکه گنجائی غم در دل تنگم نبود

حاش لله که درین سلسله باشم خوشنود
چه کنم چون سر این رشته بچنگم نبود ۷۰

بصریر قلم خویش بود مستی من
اندرین بندگران بین و سبکدستی من

همدمان در دلم از دیده تهانید همه
غالب غمزده را روح و روانید همه ۷۲

لله الحمد که در عیش و نشاطید همه
لله الشکر که با شوکت و شانید همه

هم در آئین نظر سحرطرازید همه
هم در اقلیم سخن شاه نشانید همه ۷۴

چشم بد دور که فرخنده لقائید همه
شاد باشید که فرخ گهرانید همه

هرکس از بند گران نالد و ناکس که منم
نالم از خویش که بر خویش گرانم در بند ۵۴

خوی خوش بهر مصیبت زده رنجی دگر است
رنجه از دیدن رنج دگرانم در بند

رفته در بارهٔ من حکم که بادرد و دریغ
شش مه از عمر گرامی گذرانم در بند ۵۶

اگر این است خود آنست که عید اضحیٰ
گذرد نیز چو عید رمضانم در بند

مدت قید اگر در نظرم نیست چرا
خون دل از مژه بیصرفه چکانم در بند ۵۸

نیستم طفل که در بند رهائی باشم
هم ز ذوق است که در سلسله خائی باشم

من نه آنم که ازین سلسله ننگم نبود
چه کنم چون بقضا زهرهٔ جنگم نبود ۶۰

زین دو رنگ آمده صد رنگ خرابی بظهور
گله نیست که از بخت دو رنگم نبود

راز دانا غم رسوائی جاوید بلاست
بهر آزار غم از قید فرنگم نبود ۶۲

لرزم از خوف درین حجره که از خشت و گل است
ورنه در دل خطر از کام نهنگم نبود

زین دو سرهنگ که پویند بهم می ترسم
بیمی از شیر و هراسی ز پلنگم نبود ۶۴

چرخ یک مرد گرانمایه بزندان خواهد
یوسف از قید زلیخا بدر آمد گوئی

مژه امشب ز کجا این همه خوناب آورد
اینچنین گرم ز زخم جگر آمد گوئی ۴۴

خود چرا خون خورم از غم که بغم خواری من
رحمت حق بلباس بشر آمد گوئی

خواجهٔ هست درین شهر که از پرسش وی
پایهٔ خویشتنم در نظر آمد گوئی ۴۶

مصطفی خان که درین واقعه غمخوار من است
گر بمیرم چه غم از مرگ عزادار من است

———— : ————

خواجه دانم که بسی روز نمانم در بند
لیک دانی که شب از روز ندانم در بند ۴۸

نه پسندم که کس آید نتوانم که روم
جانب در بچه حسرت نگرانم در بند

خسته ام خسته من و دعوی تمکین حاشا
بند سخت است تپیدن نتوانم در بند ۵۰

شادم از بند که از بند معاش آزادم
از کف شحنه رسد جامه و نانم در بند

آمه و خامه بیارید و سجل بنویسید
خواب از بخت همی وام ستانم در بند ۵۲

یارب این گوهر معنی که فشانم ز کجاست
بند بر دل بود و نیست زبانم در بند

تا بدروازه زندان پی آوردن من
قدمی رنجه نمائید که بمن می آیم ۳۲

چون سخن سنجی و فرزانگی آئین من است
بهره از من بربائید که من می آیم

بخود از شوق بیالید که خود باز روید
بمن از مهر گرائید که من می آیم ۳۴

بسکه خویشان شده بیگانه ز بدنامی من
غیر نشگفت خورد گر غم ناکامی من

———:———

آنچه فرداست هم امروز درآمد گوئی
آفتاب از جهت قبله بر آمد گوئی ۳۶

دل و دستیکه مرا بود فروماند ز کار
شب و روزیکه مرا بود سر آمد گوئی

سر گذشتم همه رنج و الم آرد گفتی
سر نوشتم همه خوف و خطر آمد گوئی ۳۸

بهرهٔ اهل جهان چون ز جهان درد وغم است
بهرهٔ من ز جهان بیشتر آمد گوئی

خستن و بستن من حد عسس نیست برو
بر من اینها ز قضا و قدر آمد گوئی ۴۰

هنرم را نتوان کرد بخستن ضایع
خستگی غازهٔ روی هنر آمد گوئی

غم دل داشتم اینکه غم جانم دادند
زخم را زخم دگر بر اثر آید گوئی ۴۲

از نم دیده من فتنه طوفان خیزد
از تف ناله من جوهر کیوان سوزد
آه ازین خانه که در وی نتوان یافت هوا
جز سمومیکه خس و خار بیابان سوزد ۲۲

ای که در زاویه شبها بچراغم شمری
دلم از سینه برون آر که داغم شمری

پاسبانان بهم آئید که من می آیم
در زندان بکشائید که من می آیم ۲٤
هر که دیدی بدر خویش سپاسم گفتی
خیر مقدم بسرائید که من می آیم
جاده نشناسم و ز انبوه شما می ترسم
راهم از دور نمائید که من می آیم ۲٦
رهرو جاده تسلیم درشتی نکند
سخت گیرنده چرائید که من می آیم
خست تن در ره تعذیب ضرور است اینجا
نمک آرید و بسائید که من می آیم ۲۸
عارض خاک بپاشیدن خون تازه کنید
رونق خانه فزائید که من می آیم
چون من آیم بشما شکوهٔ گردون نه رواست
زین سپس راز نهائید که من می آیم ۳۰
هان عزیزان که درین کلبه اقامت دارید
بخت خود را بستائید که من می آیم

هله دزدان گرفتار وفا نیست بشهر
خویشتن را بشما همدم و همراز کنم ۱۰

من گرفتارم و این دایره دوزخ، تن زن
در سخن پیروی شیوهٔ ایجاز کنم

گرچه توقیع گرفتاری جاویدم نیست
لیکن از دهر دگر خوشدلی امیدم نیست ۱۲

———— : ————

شمع هر چند بهر زاویه آسان سوزد
خوشتر آنست که بر نطع در ایوان سوزد

عود من هرزه مسوزید وگر سوختنی است
بگذارید که در مجمر سلطان سوزد ۱۴

خانه ام ز آتش بیداد عدو سوخت دریغ
سوختن داشت ز شمعیکه شبستان سوزد

منم آن خسته که گر زخم جگر بنمایم
بر من از مهر دل گبر و مسلمان سوزد ۱۶

منم آن سوخته خرمن که ز افسانهٔ من
نفس راهرو و رهزن و دهقان سوزد

منم آن قیس که گر سوی من آید لیلی
محمل از شعلهٔ آواز حدی خوان سوزد ۱۸

تا چسانم گذرد روز به شبها یارب
از چراغی که عسس بر در زندان سوزد

تنم از بند در انبوه رقیبان لرزد
دلم از درد بر اندوه اسیران سوزد ۲۰

۵* ترکیب بند

خواهم از بند بزندان سخن آغاز کنم
غم دل پرده دری کرد فغان ساز کنم

بنوائی[۱] که ز مضراب چکاند خوناب
خویشتن را به سخن زمزمه پرداز کنم

در خرابی بجهان میکده بنیاد نهم
در اسیری به سخن دعوی اعجاز کنم

بی مشقت نه بود قید به شعر آویزم
روزکی چند وسن نایی آواز کنم

چون سرایم سخن انصاف ز محرم خواهم
چون نویسم غزل اندیشه ز غماز کنم

تا چه افسون بخود از هیبت صیاد دمم
تا چه خون در جگر از حسرت پرواز کنم

یار دیرینه قدم رنجه مفرما کاینجا
آن نه گنجد که توّ در کوبی و من باز کنم

های ناسازی طالع که بمن گردد باز
با خرد شکوه گر از طالع ناساز کنم

اهل زندان بسر و چشم خودم جادادند
تا بدین صدر نشینی چه قدر ناز کنم

---

۱ - اصل : بنوای

بگذشت ز اندازهٔ بایست بمن گفت
دیگر ندهم باده که معمول نه این بود ۸

با کاسه خالی چه کند کیسهٔ خالی
تا خواسته در خواسته دل صبر گزین بود

گر زر بود از جای دگر می طلبیدم
کو نقد در آن دست که پشتش بزمین بود ۱۰

در غرهٔ شعبان چو ز من باده گرفتند
خود غالب پژمرده نشانی ز سنین (۱) بود

رو شش بدر آر از مه شعبان که درینجا
مقصود من از تخرجه البته همین بود ۱۲

۱۱۰

قطعه : ٤٤

در باره اسم و سال مولود سعید
رفتست ز غالب سخنور توضیح

ارشاد حسین خان سنین هجری است
بنگر که خجسته رخ بود سال مسیح

قطعه : ٤٥

هر شب بقدح ریختمی بادهٔ گلفام
آری ز دو سی سال مرا قاعده این بود

شش روز شد اینک۱ که بمی دسترسم نیست
شد غمزده تر دل که ازین پیش حزین بود

امشب چه سرایم که شب اول گور۲ است
شش روز به بیتابی و تلوامه جنین۳ بود

ناگه در آن وقت که در قطع ره عمر
از من دو قدم تا بدم باز پسین بود

یکره دو تن از شرب میم منع نوشتند
و آن منع نه از بغض بل از غیرت دین بود

هر چند بدان منع بمن از پی نگذشتم
اما دم گیرای عزیزان بکمین بود

دانی که چه شد چون زر٤ سوداگر صهبا
کشش داد و ستد با من ویرانه نشین بود

---

۱ - در اصل : اینگ
۲ - در اصل : کور
۳ - در اصل : جبین
٤ - در اصل : از

قطعه : ۴۲

طراز انجمن علوی میرزا یوسف
قرار یافت درین مه بحکم رب ودود

دو شنبه بست و دوم[1] روز از مه شعبان
دمیکه مهر نهد سوی بیته سر بسجود

کرم کنند و نوازند زیب عزو علا
به نور آرخ فرخندگی نوا ...

بسر برند شب اینجا که تا دمیدن صبح
همین نظارهٔ رقص است و استماع سرود

سپیده دم که ز فیض شمول نکهت گل
دم نسیم سحر مشکبار خواهد بود

شوند جانب کاشانهٔ عروس روان
به شادمانی بخت مبارک و مسعود ۶

سپس به همرهی جمع وقت بر گشتن
سپاس بنده نوازی همی توان افزود

قطعه : ۴۳

اندازهٔ اسم و سال مولود
معلوم کن از خجسته فرزند

چون یک صد و بست و چار ماند
اینست شمار عمر دلبند ۲

---

۱ - در اصل : دویم

قطعه : ۳۹

فتح سید غلام بابا خان
خود نشان دولت ...

هم ازین رو بود که ...
که ظفر ...

قطعه : ...

سه تن ز پیمبران ...
گشتند بقرب حق ...
عیسیٰ ز صلیب و موسیٰ از طور
ختم الرسل از براق و رفرف

قطعه : ۴۰

تا بود چار عید در عالم
بر تو یارب خجسته باد و هجیر
عید شوال و عید ذی‌الحجه
(۱) ....

قطعه : ۴۱

کرد چون ناظر وحید الدین ز دنیا انتقال
گفتم آیا بر کدام آئین بود سال وفات
گفت غالب کزسر زاری اگر نامش برند
خود همین ناظر وحید الدین بودسال وفات

۱ - این مصراع از نظر احساسات مذهبی زننده بوده لذا آنرا حذف کرده ایم .
رک تحقیق نامه کتاب حاضر.

در باغ دانش سرسبز گلشن
در بحر بینش یک دانه گوهر
صیت کمالش بر هفت گردون
ذکر جمیلش در هفت کشور ٤
یا رب به گیتی با فر و شوکت
پیوسته بادا این دادگستر

قطعه ۳۵

کرم پیشه ڈپٹی کمشز بهادر
که نقش نگین دل ماست نامش
دران بزم همچون منی را چه یارا
که خم گشته گردون زبهر سلامش ۲

قطعه ۳۶

گویند رای چهجمل شیرین کلام مرد
دیرینه دوست رفت ازین تنگنا دریغ
گفتم کسی ز سال وفاتش نشان دهد
غالب شنید و گفت چه گویم بسا دریغ ۲

قطعه ۳۷

گویند رفت ذوق ز دنیا ستم بود
کان گوهر گران به ته (۱)خشت و گل نهند
تاریخ فوت شیخ بود ذوق جنتی
بر قول من رواست که احباب دل نهند ۲

---

۱ ـ در اصل : تهه

بسر بلندی من عالمی نظر دارد
ازانکه همره سر شد بلند دست دعا ۱۶
حساب وسعت ملک تو باد روز افزون
شمار مدت عمر تو باد لاتحصیٰ

٭ قطعه ۳۲

الا ای شناسندهٔ هندسه
نباید که موجود فهمی مرا
وجودیست خارج ز من آنچنان
که در جدی طا هست و در حوت یا ۲
مهندس اشارات دارد بسی
نه در حوت یای و نه در جدی طا

٭ قطعه ۳۳

مفلس اگرش مال نباشد چه کمست این
کز هیچکس اندیشهٔ آزار ندارد
بردار و بدو، کیسه برد دزد سیه دل
با مرد تهیدست سروکار ندارد ۲
نقاب چسان عرضه دهد صنعت خود را
در خانهٔ شطرنج که دیوار ندارد

قطعه ۳۴

کرنیل جارج ولیم هملٹن
فرخنده حاکم فرزانه داور
صبح طرب را مهر درخشان
شام شرف را ماه منور ۲

فراخور شرفش نیست این چنین تحسین
مکر بواسطه رحم و علم و حلم و حیا ٤

توان شمرد سر اورا ز اولیاء الله
زهی انیس مسیح و زهی ولی خدا

خیال مدحت ممدوح دارم و دانم
که حق مدح نخواهد شدن ز بنده ادا ٦

چو حد نطق من اینست از مکارم مدح
به آنکه صرف شود حرف در سپاس عطا

زهی عطای گرانمایهٔ گرامی قدر
که سود تارک من از شرف به اوج سماً ۸

توان فکند به گیتی بنای هشت بهشت
ز هفت پارچه کان هر یکیست بیش بها

ز هفت جزو چسان هشت جزو برسازند
مکر به میمنت فرط خوبی اجزاً ۱۰

حمایل گهر و جیغه و دگر سرپیچ
چو روشنان فلک با فروغ و فر ضیاً

بود مشاهده مهر و ماه و کاهکشان
شگفت بین که بینند مهر و مه یکجا ۱۲

چو بی طلب بمن اینها رسیده است، بود
ز بهر مطلب خویشم توقع امضا

توقع آنکه یکی سارتی فکٹ یابم
ز پیشگاه عنایات والی والا ١٤

سپهر مرتبه دارای دهلی و پنجاب
که پرچم علم اوست آسمان فرسا

از روی لطف چون دو سه سطری رقم زند
دانی که ماهتاب درخشید از غمام

در وقت قهر از دهنش حرف چون جهد
گوئی که تیغ تیز برون آمد از نیام

جم رتبه صاحبا نفسی سوی من گرای
تا یابم از تو داد نو آئینی کلام

می سازگار طبع ولی دستگاه کو
هر روز شغل باده بود عادت کرام

خواهم که تا ز مرگ امانم بود بدهر
ته جرعه نوش جام تو باشم علی‌الدوام

از اولڈ ٹام کاس ٹلن راضیم۱ ولی۲
نه از پوٹ وین۳ آنکه شرابیست لعل فام

دیگر بجز دعا چه بود ما رقم٤ کنم
فرمان پذیر باد سپهر و زمانه رام

٥* قطعه ۳۱

پس از ادای سپاس خدای عزّ و جل
ثنای حضرت نواب میکنم انشا

امیر شاه نشان بلکه شاه والا جاه
چنانکه عز و علا را ازوست عز و علا

چو خویش را بجهان پادشه نگویاند
به ناگزیر توان گفت اعظم الامرا

---

۱ - در اصل، را صنم
۲ - در اصل : بلی
۳ - در اصل : دین
٤ - در اصل : رسم

○* قطعه : ۲۹

امروز شنیده‌ام که از مهر
تقصیر پسر معاف کردی

در جلدوی این چنین[1] نکوئی
جان نذر کنم که نیک مردی ۲

○* قطعه : ۳۰

از دوست بهر بنده رهی شیشه های می
از بنده سوی دوست بهر شیشه یک سلام

می هم فزون و[2] هم به اثر زندگی فزای
آن عمر جاودان که خود اسمش بود مدام ۲

دارم یقین که عمر من و آن شراب ناب
تا روز رستخیز نخواهد شدن تمام

ماناد دوستی که فرستاده آب خضر
از بهر تفتهٔ اسد الله تشنه کام ٤

آن دوست کش بقوت اقبال بیزوال
از مهر و مه سلام رسانند صبح و شام

آن دوست کش بود بتقاضای فر بخت
زینت فزای ناصیهٔ آفتاب نام ٦

سلطان شکوه مسٹر الکزنڈر اسکنر
آن آسمان عز و شرف را مه تمام

از نام اوست جان ستم دیده را نشاط
در مدح اوست کلک هنر پیشه را خرام ۸

---

۱ - در اصل : چنین ۲ - در اصل : دهم

غازیان همراه خویش آورد از بهر جهاد
تا نه پنداری که این پیکار تنها کرده است ۸

جوش زد از غایت قهر و غضب چون در دلش
تا زبانش را بدین کلپتره گویا کرده است

آتش خشمی که سوزد صاحب خود را نخست
در دلش همچون شرر در سنگ ماوا کرده است

چون نه باشد باعث تشنیع جز رشک و حسد
باد غالب خسته‌تر گر خسته پروا کرده است

قطعه : ۲۷

نمایشگهی درخور شأن خویش
بر آراست نواب عالیجناب

بشب زهره و مه قنادیل سقف
بود پیشکارش به روز آفتاب

ز غالب چو پرسیده شد سال آن
چنین گفت آن رند خانه خراب

ازان رو که در بزم عیش و نشاط
ز بخشش جهانی شود کامیاب ٤

چو بینی طرب را نهایت نه ماند
بود سال آن بخشش بیحساب

قطعه : ۲۸

بحق باده چنین حکم داده حاکم وقت
که نی برند ز شهر و نیاورند بشهر

بیا بشام و بیاشام و سوی خانه خرام
فقیر لایق لطفست نی فراخور قهر

در جدل دشنام کار سوقیان باشد ، بلی
ننگ دارد علم زان کاری که آغا کرده است

انتقام جامع برهان قاطع میکشد
آنچه ما کردیم با وی خواجه با ما کرده است ۱۸

من سپاهی زاده ام گفتار من باید درشت
وای بر وی گر به تقلید من اینها کرده است

زشت گفتم لیک داد بدله سنجی داده ام
شوخی طبعی که دارم این تقاضا کرده است ۲۰

میکند تائید برهان لیک برهان ناپدید
نیست جز تسلیم قولش هر چه انشا کرده است

سستی طرز خرام خامه برهان نگار
یا نمیدانست یا دانسته اخفا کرده است ۲۲

بهر من توهین و بهر خویش تحسین جابجا
هم مرا هم خویش را در دهر رسوا کرده است

آید و بیند همان اندر کتاب مولوی
هر چه از هنگامه گیران کس تماشا کرده است ۲۴

لغو و حشو و ادعای محض و اطناب ممل
مار و موش و سوسمار و گربه یکجا کرده است

بگذر از معنی همین الفاظ برهم بسته بین
باده نبود شیشه و ساغر مهیا کرده است ۲۶

یافتم از دیدن تاریخ های آن کتاب
خود بدم گفت و به احباب خود ایما کرده است

خوش برآمد با همه هندوستان زبان چه خوش
تکیه آری بر ولادت که آبا کرده است

هر که بینی با زبان مولد خود آشناست
ساز نطق موطن اجداد بیجا کرده است

خواجه را از اصفهانی بودن آبا چه سود
خالقش در کشور بنگاله پیدا کرده است

با قتیل و جامع برهان و لاله ٹیکچند
لابه و سوگیری و لطف و مدارا کرده است

داوری گاهی بنا فرمود و در وی هر سه را
منصف و صدر امین و صدر اعلی کرده است

گر چنین با هندیان دارد تولا در سخن
من هم از هندم چرا از من تبرا کرده است

کرده است از خوبی گفتار من قطع نظر
ظلم زین قطع نظر برچشم بینا کرده است

میل او با هر کسی از هند و حیفش خاص من
حیف و میلی با دو عالم شور و غوغا کرده است

مطلب از بد گفتن من چیست گوئی نیک مرد
مزد این کار از حق آمرزش تمنا کرده است

ور چنین نبود چنان باشد که در عرض کمال
تا بر آرد نام این هنگامه برپا کرده است

صاحب علم و ادب وانگه ز افراط غضب
چون سفیهان دفتر نفرین و ذم وا کرده است

چو ار پی ادب آموزی‌است خوش باشد
اگر خجسته بهار ادب بود سالش ۲

۰* قطعه : ۲۵

چو نواب از بهر اجلاس کونسل
به کلکته از رامپور آورد رخ
عدو را بگیر و بکش زود وی را
بجو سال اجلاس از بخت فرخ
چو گویند کز کشتن وی چه خواهی
بگو رفع اعداد وی اینت پاسخ

۰* قطعه : ۲۶

مولوی احمد علی احمد تخلص نسخهٔ
در خصوص گفتگوی پارس انشأ کرده است

کیچ ومکران را که در سند است و از ایران جدا
شامل اقلیم ایران بیمحابا کرده است ۲
قوم برلچ را به ایرانی نژادان داده خلط
ترک ترکان سمرقند و بخارا کرده است
در جهان توأم ۱ بود روی وی و پشت قتیل
پیشوای خویش هندو زادهٔ را کرده است ۴
هندیان را در زباندانی مسلم داشته
تا چه اندر خاطر والای او جا کرده است

---

۱ - در اصل : قوام

چهارشنبهٔ آخر بود ز ماه صفر
که می در آورم این قطعه را به نظم پگاه ۲

سفیدهٔ سحری کاغذ است و من راقم
سواد صفحه‌نمط روی، بدسگال سیاه

همی نویسم و وقت نوشتنم باشد
دلی زبیم لبالب چو لب ز عذر گناه ۴

خدا کند که مشرف شود چو این قرطاس
به پیش مسند عالی ز بندهٔ درگه

امیر کلب علی خان بهادر از ره لطف
بسوی غالب خونین جگر کنند نگه ۶

که این فلک زده گر عرض کرد مصلحتی
بزعم بنده ز اخلاص بود، ور ناگه

خلاف طبع مبارک فتاده آن تقریر
بسی خطا رود از بندگان دولت خواه ۸

تو پادشاه و شهنشاه ۱ تاجدار فرنگ
خطاب میطلبد پادشه ز شاهنشاه

چو رای من نه پذیری ز جرم من بگذر
بحق اشهد ان لا اله الا الله ۱۰

قطعه ۲۴

خجسته جشن دبستان نشینی بیگم
بفیض همت نواب و یمن اقبالش

---

۱ - در اصل : شهنشاه تاجدار فرنگ

بالجمله درنگ چون ازین روست
بر رنج و ملال نیست برهان ۱۸

چون پیر خرد بدل فریبی
گفت این همه رازهای پنهان

گشتم بـه دم امیدواری
مرهم نه زخم یاس و حرمان ۲۰

گفتم که چو با من این کرم کرد
آن قبله و قبله‌گاه اعیان

ناچار ز راه حق گزاری [۱]
تا کرده شود تلافی آن ۲۲

من نیز طلب کنم برایش
این خواهش اگرچه نیست آسان

آئینه و تاج از سکندر
انگشتر و تخت از سلیمان ۲۴

از عالم غیب جام جمشید
از چشمهٔ خضر آب حیوان

عمرابد و نشاط جاوید
نیروی دل و ثبات ایمان ۲۶

توفیق جواب نامهٔ خویش
توقیع عطا و بذل و احسان

O*قطعه ۳۳

هزار و دو صد و هشتاد و دو شمار کنید
بحسب ضابطه از هجرت رسول الله

---

(۱) در اصل : حق گذاری

هیهات چه گفته ام که باشم
از گفته خویشتن پشیمان

عقلم بجواب گفت غالب
زنهار مخور فریب شیطان ۸

نواب بفکر ارمغان است
تا نامه فرستدت بسامان

وانها که بخاطرش گذشتست
زود آن همه جمع کرد نتوان ۱۰

زود است که جمع نیز گردد
دیر است که داده است فرمان

تا راه روان بحر و بر گرد
آرند بکوشش فراوان ۱۲

دیبا ز دمشق و مخمل از روم
الماس ز معدن و زر از کان

فیل از دکن و زمرد از کوه
توسن ز عراق و در ز عمان ۱۴

فیروزهٔ نغز از نشاپور
یاقوت گزیده از بدخشان

بیجادهٔ تیزرو ز بغداد
شمشیر برنده از صفاهان ۱۶

پشمینهٔ قیمتی ز کشمیر
زر بفت گران بها ز ایران

این بنگر خاص را بهٔ طنبور
البته روا بود ترنم ۶
جز جنبش گوش و دم چه خواهی
از جعفر چارمین تکلم
ور(۱) بانگ زند عذر که جمهور
دانند نهیق را بسی شم ۸
این گونه کسان چه آفرینی
ای خالق آسمان و انجم

O * قطعه : ۳۳

گفتم بخرد بخلوت آنس
کای شمع و چراغ هفت ایوان
آیا ز چه رو بود که نواب
ننوشت جواب نامه ام هان ۲
آن گونه عریضهٔ که دانی
درویش نوشته سوی سلطان
آن گونه قصیدهٔ که گوئی
از صفحه دمیده سنبلستان ۴
این هر دو رسید و نیست پیدا
زانشو اثری بهیچ عنوان
زانجید مگر ز مدح خواب
ای کاش نگشتمی ثنا خوان ۶

O* قطعه ۲۰

خواندی به نوبهار مرا عندلیب چمن
زین برگ‌های سبز چه گرد آورم نوا

گفتی گل است کی زر گل را توان فروخت
گفتی هواست گنج نمی بارد از هوا

گفتی میست می نکند جوع را علاج
گفتی غنا غنی نتوان شد بدین غنا

گفتی بتان سیمتن گوهرین برند
طاووس وار جلوه طرازند جا بجا

آن روی و موی و سینه و ساعد ازان تو
پیرایه هر چه از گهر و زر بود، مرا

O* قطعه ۲۱

روزی ز ره ستم ظریفی
بر لاشهٔ جعفر چهارم

در خواهش پاسخ سؤالات
صدبار فغان زدم که قم‌قم

از زیست نیافتم نشانی
جز یک دو سه باره جنبش دم

از دیدن این شگرف روداد
گشتند به عرصه جمع مردم

زان زمره یکی بمن رخ آورد
کاین کردم طریقهٔ مرد گم

چو قصد شد متعلق بہ گفتن تاریخ
طریق تعمیه ورزید و جان غالب گفت ۲

٥ * قطعه: ۱۹

صبحدم با ابو البشر
پارهٔ زر بده که زر داری
حیف باشد که از چو من پسری
خاک رنگین عزیز تر داری ۲
گفت حیف است از تو خواهش زر
که تو گنجینه گهر داری
گنجدان سخن حواله تست
خود ببین تا چه ای پسر داری ۴
پیش من از کجاست جان پدر
بری هرچه در نظر داری
گفتم اینک به بند پیمانی
زر بمن می دهی اگر داری ۶
سر زنبیل آن عمر عیار
که ز عیاریش خبر داری
بکشا زود و زر بریز و بگو
که همین مدعا مگر داری ۸
گفت بابا فسانهٔ پوست
چه زر و ریزم و چه بر داری

٥* قطعهٔ ۱۵

تاریخ وفات ذوقِ غالب
با خاطر درد مند مأیوس
خون شد دل زار تا نوشتم
خاقانی هند مرد افسوس ۲

٥* قطعهٔ ۱۶

با خرد گفتم ار تو فرمائی
شویم از دل خیال بادهٔ ناب
گفت صد آفرین ولی نتوان
شستن این خیال جز بشراب ۲

٥* قطعهٔ ۱۷

گیر که در روز حشر چون تو بهشتی
بر سر دوزخ نهند تیره نشیمن
دان که نباشد دران مضیق مصیبت
در طلب نان و جامه کشمکش ۱ از زن ۱
دان که نباشد دران مقام صعوبت
شور تقاضای ناروای مهاجن ا

٥* قطعهٔ ۱۸

بمن ز مقدم فرزند میرزا باقر
سروش تهنیت زبدهٔ مطالب گفت

---

۱ ـ دراصل : کشمکن

ساخته شد چون مکان، کرد بدل اجر آن ۱
از ره صدق و صفا نذر رسول خدا

از پی این سال نیک گفت همایون سروش
چشمهٔ زمزم صفت مسجد کعبه بنا ۲

٥ * قطعه : ۱۳

با خرد گفتم شه فرزانه فتح الملک را
خود چه گویم گفت فخر دودهٔ آدم بگو

گفتم او را نونهالی رسته در باغ مراد
گفت کش سرو روان گلشن عالم بگو ۲

گفتم از خوبی رخش مانا به خورشید است گفت
سال این فرخ ولادت نیر اعظم بگو

گفتمش دیگر چه گوئی زیر لب خندید و گفت
بای زاید باید افکند از ''بگو،، اینهم بگو ٤

٥ * قطعه ، ۱٤

نهاده بنا احسن الله خان ۱
سروره بدانسان در دلگشا

که غالب پی سال تعمیر او
رقم زد در دلگشا حبذا۲ ۳

---

۱ - در اصل : آجران
۲ - در اصل : مرحبذا

به استاد منشور معنی نویسم
به جمشید اورنگ و افسر فرستم

به رخسارهٔ مهر گلگونه بخشم
به گنجینهٔ شاه گوهر فرستم

همانا برآنم که اشعار خود را
به میرزا خدا بخش قیصر فرستم

O * قطعه : ۱۰

جان عزیز است و اهل عزت را
عزت از جان عزیزتر باشد

خود بفرما چسان تواند زیست
هر کرا هر دو در خطر باشد

O * قطعه : ۱۱

ترا ای آفتاب عالم افروز
پس از نوروز سال نو مبارک

گره بعد از گره در رشتهٔ عمر
مسلسل تا ابد بشنو مبارک

نظام الدین وقتسی در طریقت
به غالب پایهٔ خسرو مبارک

O * قطعه ۱۲

میر سعادت علی کرد در اجمیر طرح
مسجد و چاهی که هست چشمهٔ آب بقا

آنکه ز باقر علی تا به علی میرسد
حلقه بحلقه بهم سلسله‌اش مرحبا

از رنگ رنگ طره و از گونه گونه گل
گلزار و شهر و بیشه و کوه و کمر خوش است

دریا خوش و شراب خوش و کوهسار خوش
منزل خوش است و توشه خوش است و سفر خوش است ۶

اینها خوش است و بهر تو آورده روزگار
هم بهر تست هرچه ازین بیشتر خوش است

از حسن و التفات ولیعهد و پادشاه
با ما جمال فتح و کمال ظفر خوش است ۸

از بهر آنکه بر سر ما سایه گسترد
فرزانه پادشاه کیومرث[۱] فر خوش[۲] است

وز بهر آنکه ظلمت بدعت ز ما رود
سلطان حق پرست حقیقت نگر خوش است ۱۰

امسال و سال دیگر و دیگر هزار سال
در شادی و خوشی همه با همدگر خوش است

برخور ز روزگار که ما از تو برخوریم
خوش باش کز تو غالب آشفته سر خوش است ۱۲

٥ * قطعه ۹

دگر در سرستم که از روی مستی
شرابی به ساقی کوثر فرستم

به پهنای فردوس سنبل فشانم
به گردون گردنده اختر فرستم ۲

---

۱ ـ در اصل: کیومرث
۲ ـ در اصل: جوش

٥ * قطعه ۷

در آخر دسمبر و آغاز جنوری
سال نو است و روز کلان روزگار را
از من هزار گونه نیایش قبول باد
کشور خدیو نامور نامدار را
یارب ز روی عین عنایت نگاه دار
جم رتبه منٹ گمری والا تبار را
یارب بروز نامه عمر عزیز او
این یک هزار و هشت صد و شصت و چار را
هم بهر وی خجستگی بیشمار بخش
هم بر بقای وی بفزا این شمار را
نشگفت گر دهند دبیران دفترش
توقیع لطف غالب امیدوار را ۶

٥ * قطعه ۸

نوروز و مهرگان نبود در طریق ما
اما شگفته روئی گلهای تر خوش است
نوروز عید نیست بهارست و در بهار
آئین شادمانی و ذوق نظر خوش است ۲
از بادزمهریر به گیتی نشان نماند
جوش گل و نشاط نسیم سحر خوش است
بویش مشام پرور و رنگش نظر فروز
خوش باد وقت گل که جهان سر بسر خوش است ۴

روانست سکه بنام تو، لیک حرف این است
که ننگ داشته نام تو از سبیکهٔ سیم ۶

ز رأفت تو الف ذال یافت بعد از شین
بهر کجا که الف نون بود بعد از جیم

پس از خرابی دهلی تو آمدی، که دگر
کنی فلک زدگان را درین دیار مقیم ۸

سپس بنام تو شهری جدید خواهد بود
نه آنکه شاه جهان ساخت در زمان قدیم

ترا چنانکه توئی چون توان ستایش کرد
چه آید از اسد الله خان بجز تسلیم ۱۰

٥ * قطعه : ٥

بزم نواب جم حشم مکلوڈ
بوستانیست پر ز نعمت و ناز

وندران بزمگاه گسترده
اطلس چرخ جای پا انداز ۲

در فیضش بسان آئینه
مانده همواره بررخ همه باز

سوده از بهر سرفرازی خویش
سروران بر درش جبین نیاز ۴

ما همه بندگان فرمان بر
او خداوندگار بنده نواز

٥ * قطعه : ٣

در هزار و دو صد و شصت و شش از دنیا گذشت
بانوی شاه اود مریم مکانی نام او

آنکه چون بالای بام کاخ شستی روی خویش
آب حیوان ریختی از ناودان بام او

مردنش هم بر کمال حسن او آمد دلیل
چون مه کامل بدهر از نور پر شد جام او

در نورد رهروی شد سامره منزلگهش
خود اساس آن زمین بود از پی آرام او

گفت غالب سال فوتش لیکن از روی نیاز
باد ا بنت رسول هاشمی انجام او

٥ * قطعه : ٤

مه وچهر مرتبه ای ویسرای کشور هند
ز التفات تو دل بشگفد چو گل ز نسیم

بقدر فهم من است اینکه گفته‌ام ورنه
نوازش تو دمد روح در عظام رمیم ٢

ز روی و خوی تو هر دم مدد رسد در بزم
نگاه را به فروغ و مشام را به شمیم

شگفت نیست که نوشیروان و سنجر را
کنی قواعد انصاف گستری تعلیم ٤

تو آن امیر کبیری که در جهانداری
خدا کلاه ترا داد ارزش دیهیم

نخستین در : منظومات

قطعات

٥ * قطعه: ۱

غالب این رنگین کتاب گلشن بیخار نام
رو کش جنات تجری تحتها الانهار هست

گر کسی لب تشنهٔ تاریخ اتمامش بود
جویهای آب هم در گلشن بیخار هست ۲

٥ * قطعه ، ۲

احترام الدوله فرمان داد تا
دلکشا گرمابهٔ انجام یافت

بامدادن رفت آنجا بهر غسل
آنکه در گفتار غالب نام یافت ۲

قطعهٔ تاریخ آن فرخ بنا
هم در آنجا صورت ارقام یافت

شست پا چون راحت و آرام جست
هر دو را در گوشهٔ حمام یافت ٤

دو در دارد این باغ آراسته
درو بند از هر دو برخاسته

بنامیزد سبد چین میوهٔ را گویند که پایان موسم بر شاخسار ماند و چون آن را بچینند شاخسار سراسر بی بار ماند. هر آئینه آنچه پس از انطباع کلیات فارسی گفته شد یا آنچه هنگام فراهم آوردن نگارش دست بهم نداده بود اینک در اوراق جداگانه ضبط کرده شد و این را سبد چین نامیده آمد. دانم که از فراهم آوردن ده هزار بیت کلیات چه کشود که ازین ابیات که در شمار بهزار نتواند رسید خواهد کشود. ناسور کهن را از تراوش گزیر نیست، تا باید زیست سخن باید گفت. ناچار تا زنده ام این مجموعه مقالات پریشان انتها نخواهد پذیرفت. چنانکه در علم و عمل نا تمام میگذرم، این نیز نا تمام خواهد ماند. چون زنجیرهٔ نظم کران پذیرفت، ناگاه یاران نثری چند آوردند. آنرا نیز درین مجموعه گنجاندیم و باغ دو در نامیدیم. از آنجا که سبد باغ دو در یک هزار و دو صد و هشتاد و سه عدد دارد و از روی حسن اتفاق با آغاز نگارش صحیفه مطابق افتاد، این نام لطفی دیگر دارد.

باغ دو در

که

گذشته از ارزش ادبی آن بعضی از مطالب تاریخی را در بر دارد که راجع به زندگانی غالب و محیط اوست و تنها از همین مأخذ بدست میآید .

وزیرالحسن عابدی

معلم زبان محاوره ایران

در

دانشکدۀ خاور شناسی دانشگاه پنجاب (لاهور)

نگاشته یکم ماه ربیع‌الاول سال ۱۳۸۰ هجری نبوی مصادف با بیست و چهارم ماه اوت ۱۹۶۰ میلادی مسیحی

از مطالب و مسائل تحقیقی راجع به 'باغ دو در، و محتویات و متعلقات آن در قسمت جداگانه موسوم به تحقیق نامه که آنرا در آخر متن کتاب اضافه کرده ایم بطور مفصل بحث شده و آنچه بصورت مقدمهٔ کتاب و تعلیقات متن آن بایستی نوشته شود درین تحقیق نامه آورده شده است و حواشی متن کتاب را منحصراً به توضیحات املائی و تنقیحات جزئی راجع به بعضی از کلمات و جملات آن تخصیص داده ایم و درین مورد باید یاد آور شویم که دستنویس 'باغ دو در، بخط نستعلیق بسیار روشن کتابت و برای خود مصنف تهیه شده و طبق بعضی از قرائن که در 'تحقیق نامه، شرح داده خواهد شد قسمت غالب آن پیش از وفات بنظر وی رسیده و در موارد لازم حک و اصلاح شده است و بنابرین در کار تنقیح متن برای ما اشکالی پیش نیامده و احتیاجی بوجود نسخه‌های دیگر نبوده است. درین‌جا از نظر معرفی محتویات کتاب بطور مختصر باید متذکر شد که قسمت منظومات آن علاوه بر اشعاری که در مجموعهٔ دیگر موسوم به 'سبد چین، جمع آوری شده شامل صد و بیست تا بیت تازه است بصورت ده تا قطعه و یک مثنوی و یک قصیده و یک غزل و یک مخمس تضمینی و یک فرد و دو تا رباعی و قسمت منثورات آن علاوه بر هفت تا نگارش از قبیل دیباچه و تقریظ که در کلیات نثر فارسی غالب نیامده بود شامل شصت تا مکتوب است که کاملاً تازگی دارد و هیچیک ازین‌ها در جای دیگری حفظ نشده است و از جمله یازده نامه بنام هرگوپال تفته تلمیذ معروف وی و سیزده تا بنام میر احمد حسین میکش و سیزده تا بنام جواهر سنگه جوهر است و بقیه موسوم به چهارده تن دیگر از اشخاص معاصر اوست و این نامه‌ها که قسمت غالب کتاب را تشکیل میدهند

کب

''آج کل،، (شمارۂ فوریه، سال ۱۹۴۶م) در دهلی منتشر شد ضمن بحثی دربارۂ دو منظومه از اشعار مطبوعۂ غالب که از 'باغ دو در، گرفته بودم این کتاب فراموش شدۂ شاعر را نیز مختصراً معرفی کردم و بعداً دانشمند گرامی آقای مالک رام بر اساس این مقاله و با اقتباسی ازان در چاپ تجدیدی کتاب مهم خود شان 'ذکر غالب، باغ دو در را جزو آثار غالب یاد کردند و همین طور دانشمند محترم جناب امتیاز علی عرشی که این کتاب نایاب را از بنده امانت گرفته ملاحظه فرموده بودند در چاپ تجدیدی تالیف معروف خود شان 'مکاتیب غالب، این مجموعه را بعنوان نسخه تجدیدی 'سبد چین غالب، جزو تألیفات وی آوردند و مدتی بعد در 'خطوط غالب، تألیف نویسندۂ نامی معاصر مولانا غلام رسول مهر نیز که برای طبع 'باغ دو در، همیشه تشویقم میفرموده‌اند جزو آثار وی یاد شد و کم کم این آخرین یادگار شاعر در محافل ادبی شهرتی پیدا کرد و از طرف متخصصین غالب تقاضاهائی برای طبع و انتشار آن شد ولی وسائل آن برای بنده فراهم نگردید و اینک این آرزوی دیرینه من و بزرگان و دوستان من پس از این همه مدت که گذشت بالاخره بفضل ایزد بوسیله مجلۂ دانشکدۂ خاور شناسی دانشگاه پنجاب (لاهور) بر آورده میشود و درین جا وظیفه اخلاقی من است از رئیس محترم دانش‌دوست دانشکده جناب پرفسور دکتر سید محمد عبدالله برای این دانش‌پروری سپاسگزاری کنم و همین طور از دانشمند بزرگوار جناب قاضی عبدالودود که به پیشنهاد معظم له این کار بزودی پیش رفت و تأمین آن شد که این گوهر یکدانه از دست خیانت و دستبرد حوادث زمانه مصون بماند صمیمانه سپاسگزارم .

چشم انداز

(دیباچهٔ اشاعت اول)

این کتاب که آخرین یادگار ادبی میرزا اسدالله غالب دهلوی، شاعر و ادیب بزرگ قرن سیزدهم هجریست بصورت مجموعهٔ نظم و نثر فارسی وی که آن را در پایان حیات و شامگاه وفات خودش تقریباً دو سال پیش ازین که جهان را بدرود گوید گرد آورده و بمناسبت این که دارای دو بخش نظم و نثر بوده 'باغ دو در' اسم گذاشته و باز چون نگارش آن در سال هزار و دویست و هشتاد و سه هجری آغاز شده بود باسم تاریخی سبد باغ دو در نیز، چنانکه در دیباچهٔ کتاب متذکر شده، موسوم ساخته است و این حقیر در اثنای مدتی که در دهلی برای دانشگاه آنجا به تتبع و کنجکاوی در بارهٔ خدمات این نابغه ادبی شبه قاره هند و پاکستان بزبان و ادبیات فارسی مشغول بوده‌ام در سال هزار و نهصد و چهل و یک میلادی به کشف مخطوطهٔ آن که برای مصنف کتابت شده و منحصر بفرد است توفیق یافتم و از دولت فراخدلی پیکر صفات معنوی و روحانی برادر گرامی آقای علی مصطفی عابدی سامانی باین ارادتمند ارزانی شد که همیشه و همواره برای ایشان و خانوادهٔ نجیب ایشان دعاگوی بهبود و شادمانی خواهم بوذ.

پیش ازین اکتشاف نه تنها به نسخهٔ این کتاب دسترسی نبوده، بلکه اطلاعی هم در دست نداشته ایم که غالب همچو اثری را بیادگار گذاشته است و بهمین علت باغ دو در جزو آثار وی شمرده نمیشده، جز آنکه این نگارنده در یکی از مقالات خودم که در مجلهٔ

'باغ دو در' کے متن سے علیحدہ اور مستقل ہے، یعنی ص ۱ سے شروع ہو کر ص ۵۴ تک. تحقیق نامے کی ترتیب اس طرح ہے :

تلخیص مکاتیبات باغ دو در، بزبان اردو، اس عنوان کے تحت ص ۳ سے ص ۱۲۲ تک باغ دو در کے فارسی خطوط کو اردو میں پیش کیا گیا ہے اور مطالعے اور حوالے کی سہولت کے لئے ہر خط کے مضمون کو ترتیب وار مناسب عبارتوں میں تقسیم کرکے عبارت کا ترتیبی شمارہ قائم کیا گیا ہے اور عبارت کے اختتام پر قلابین میں اصل فارسی خط کی سطور کی نشاندھی کر دی گئی ہے. شروع کے دو خط تلخیص کے انداز میں پیش کرنے کے بعد ہم نے محسوس کیا کہ تحقیقی مقاصد کے لئے بہتر ہوگا کہ ہر اصل خط کو تمام و کمال اردو میں سامنے لایا جائے. اس لئے باقی تمام اردو خطوط فارسی خطوط کی ہو بہو 'ترجمے' ہیں . خط میں جو 'مذکورات' قابل توضیح یا مبہم ہیں اُن کے لئے قلابین میں توضیحی یا تشریحی الفاظ اس طرح درج کئے گئے ہیں کہ عبارت کا جزو بنا کر پڑھے جا سکیں .

تعلیقات: اس عنوان کے تحت ص ۱۲۳ سے آخر تک پہلے حصہ نظم سے متعلق اور پھر حصہ نثر سے متعلق تحقیقی اشارے اور تبصرے ہیں . ہر نظم یا نثر کے مآخذ متعلقہ یادداشت کے ختم پر قوسین میں درج کئے گئے ہیں) .

مآخذ : تحقیق نامے کے آخر میں وہ مآخذ درج ہیں جن سے استفادہ کیا گیا ہے .

ضمیمہ ترتیب نامہ

صفحہ نما: یہ عنوان 'فہرست مندرجات' کا ہے، جس کا اضافہ اصل کتاب سے پہلے ہماری طرف سے ہے۔ اس کے صفحات 'د' سے 'یز' تک ہیں۔

ترتیب نامہ: 'یح' سے 'ک' تک۔ یہ کتاب کی اس اشاعت ثانی کا اردو دیباچہ ہے۔

باغ دو در: ص ۱ سے ص ۱۹۸ تک، غالب کی مرتب کردہ 'باغ دو در' جس کا تاریخی نام 'سبد باغ دو در' ہے، جیسا کہ میرزا نے اپنے دیباچے (ص ۲) میں بتایا ہے۔ متن کتاب کے آخر میں 'خاتمۂ کاتب' (ص ۱۹۸) ہے۔

فہارس: ص ۱ ص ٤٤ تک۔ یہ 'باغ دو در' کے لئے ہمارے مرتب
باغ دو در: کردہ اشاریے ہیں بشرح ذیل:

الف - اسامی و القاب اشخاص ص ۳ تا ص ۱۳ -

ب - اسامی جغرافیائی ص ١٤ تا ص ١٦ ۔

ج - اسامی کتابہا و روزنامہ‌ها ص ۱۷ و ص ۱۸ ۔

د - مطالب مہم، یعنی جدول مطالب مہم در مکاتبات

باغ دو در ص ۱۹ ص ۲۸ اس کے بعد غلط نامہ ہے اس عنوان سے: فہرست خطا و صواب در چاپ باغ دو در ص ۲۹ تا ص ٤١ آخر میں 'فائت پاورقی‌های متن باغ دو در در چاپ حاضر' کے عنوان سے وہ اندراجات ہیں جو متن کے حواشی میں شامل ہونے سے رہ گئے تھے۔

تحقیق نامۂ باغ دو در

یہ 'باغ دو در' پر ہماری تعلیقات ہیں، جن کی صفحہ‌بندی

ترتیب نامہ

(دیباچہ اشاعت ثانی)

اس سے پہلے 'باغ و بہار' راقم نے مجلہ دانشکدہ خاورشناسی دانشگاہ (یونیورسٹی اورینٹل کالج میگزین) میں دو قسطوں میں شائع کی تھی۔ پہلی قسط میں کتاب کا حصۂ نظم ۱۹۶۰ میلادی مسیحی میں اور دوسری قسط میں حصۂ نثر ۱۹۶۱م میں طبع ہوا تھا، لیکن 'تحقیق نامۂ باغ و بہار' جو تعلیقات پر مشتمل ہے اور تیسری قسط کے طور پر چھپنا تھا، ابھی مطبع کو نہیں دیا گیا تھا کہ کالج کی طرف سے فیصلہ ہوا کہ 'باغ و بہار' ادارے کے جشن صدمین سال تأسیس (بسال ۱۹۷۰م) کی یادگار مطبوعات کے سلسلے میں مستقل کتاب کے طور پر شائع کی جائے، چنانچہ تحقیق نامے کو تیسری قسط کے طور پر چھاپنے کے بجائے کتاب کی اس دوسری اشاعت میں شامل کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔

و-ح-ع

لاہور، ۹ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۱ مارچ ۱۹۶۷ء

بنام قطب‌الدوله بهادر

بنام شاه صاحب

بنام نوروز علی خان بهادر

بنام جانی بانکے لال وکیل راج بهرتپور

بنام میر احمد حسین المتخلص به میکش

بنام هرگوپال تفته

بنام رای چھجمل کھتری

بنام محمد فضل اللہ دیوان راج الور

بنام منشی نبی بخش

بنام نواب علاؤالدین خان بہادر

نامه‌ها(۱):

بنام منشی جواهر سنگه جوهر

---

(۱) نمره اول شماره مسلسل نامه درین مجموعه و نمره دوم شماره نامه برای مکتوب الیه است ـ

دومین در : منثورات

نگارش‌ها :

رباعیات :

غزلیات :

فردات :

ترکیب بند :

ترجیع بند :

مثنویات

قصاید :

باغ دو در

صفحه نما

متن کتاب

نخستین در : منظومات

قطعات :

چاپ حاضر

باغ دو در

بانضمام تحقیق نامهٔ آن

که اینک بمناسبت جشن صدمین سال تأسیس دانشکده خاورشناسی

دانشگاه پنجاب منتشر می شود

در نتیجهٔ تشویقات رئیس معظم دانش پرور دانشگاه

جناب آقای پروفسور حمید احمد خان

و با استفاده از تسهیلاتی که رئیس محترم دانشکده

جناب آقای پروفسور دکتر محمد باقر

برای آن فراهم فرمودند امکان پذیر شده است

یادگار جشن صدمین سال تاسیس دانشکدهٔ خاورشناسی دانشگاه پنجاب

باغ دو در

مجموعه نظم و نثر فارسی

میرزا اسدالله خان غالب

(دسمبر ۱۷۹۷م — فروری ۱۸۶۹م)

جو میرزا نے ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۷م میں تالیف کیا تھا، منفرد قلمی نسخے کے مطابق جسکی کتابت ان کی زندگی میں شروع ہوکر ۷ جولائی ۱۸۷۰م کو ختم ہوئی

بتصحیح و تحقیق

وزیر الحسن عابدی
دانشیار زبان محاورہ ایران
مدرسهٔ دانشکدهٔ خاورشناسی دانشگاه پنجاب لاهور

لاهور، ۱۹۷۰ میلادی